ادبیات

انقلاب اسلامی ایران



تصحیح نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	کالم
مقدمہ	۹	استشمار	استثمار	
۸	۳	کَاَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا	کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا	۲
۴۴	۱۴	اِنَّا لِلّٰهِ	اِنَّا لِلّٰهِ	۱
"	۱۵	بصرہ	بقرہ	۱
"	۱۹	وَلِیُّ النَّصْرِ	وَلِیُّ النَّصْرِ	۱
"	۲۲	بَقِیَّةُ اللّٰهِ	بَقِیَّةُ اللّٰهِ	۱
"	۳	وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ہ	وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ہ	۲
۴۵	۲۱	وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ	وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ	۱
"	۲	سورۃ مبارکہ آیۂ شریفہ	سورۃ مبارکہ توبہ آیۂ شریفہ	۲
"	۱۲	وَطَهِّرَا بَیْتِیَ	وَطَهِّرَا بَیْتِیَ	۲
"	۱۲	الْقَائِمِیْنَ وَاکِرَّاکِعِ السُّجُوْدِ ہ	وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ہ	۲
۵۷	۳	فَضَلُ مِّن دِمَاءِ الشُّهَدَاءِ	اَفْضَلُ من دِمَاءِ الشُّهَدَآءِ	۱
۵۸	۱۳	وَتُرِیْدُ اَنْ غسن	وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ	۲
۶۶	۸	سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَیْتِ	سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْتِ	۲
۷۴	۱۵	وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا	وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ط	۱
"	۱۶	وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَّبَشِّرِ	وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ط وَبَشِّرِ	۱
۸۲	۴	تُقَامُ الْمُعَطَّلَةُ	تُقَامُ الْمُعَطَّلَةُ	۱
۸۸	۱۳	یَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ	یَتَسَآءَلُوْنَ ہ عَنِ	۲
۱۰۳	۳	مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ	مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ	۱
"	۴	قَالَ یَا نُوْحُ	قَالَ یَا نُوْحُ	۱

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	کالم
۱۰۳	۴	مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ	مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ	۱
۱۱۲	۳	اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا	اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا	۱
"	۳	مِنْ اَخَوَيْكُمْ	بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ	۱
۱۱۸	۱	اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ	اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ قف اِنَّكَ	۲
"	۱۳	مِنْ نَاصِرًا	مِنْ نَّاصِرٍ	۲
"	۱۶	مِنْ نَاصِرٍ يَّنْصُرُنِيْ	مِنْ نَّاصِرٍ يَّنْصُرُنِيْ	۲
۱۳۳	۱۶	فِئَةٍ قَلِيْلِهٖ	فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ	۲
۱۳۷	۳	اُولٰئِكَ اٰبَائِيْ فَصِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ	اُولٰئِكَ اٰبَائِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ	۲
"		اِذَا جَمَعْنَا يَا جَرِيْرُ الْمَجَامِعُ	اِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيْرُ الْمَجَامِعُ	
۱۳۹	۳	وَاِذَا اَخَذَ اللّٰهُ مِنْۢ	وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ	۱
"	۵	وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ	وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ	۱
"	۶	اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا	اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ	۱
۱۵۲	۱	بسم اللہ القاصم	بسم اللہ قاصم	۱
"	۵	للہ قاصد الجبّارین	للہ قاصم الجبّارین	۱
۱۶۷	۹	يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ المطمئنّة	يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ق	۱
۱۶۹	۴	المطمئنة ارجعی	الْمُطْمَئِنَّةُ ق ارْجِعِيْ	۲
۱۸۲	۹	اَشْرَفُ الْقَتْلِ	اَشْرَفُ الْقَتْلِ	۱
۱۸۷	۴	اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاء	اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَاءٌ	۱
"	۴	يُرْزَقُوْنَ	يُرْزَقُوْنَ ۝	۱
۲۰۶	۱	يا لتينی	يَا لَيْتَنِيْ	۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادبیات
انقلاب اسلامی ایران



خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران
دہلی نو

تالیف : کارشناسان دفتر تحقیقات و برنامه ریزی و تألیف کتب درسی ایران

ترجمه و نشر: خانه فرهنگ جمهوری اسلامی ایران ـ دهلی نو

باهتمام دکتر محمود عالم

بسمہٖ تعالیٰ

پیش لفظ

فارسی بلاشبہ دنیا کی زندہ زبانوں میں سے ہے۔ یہ اسی زبان کا اعجاز ہے کہ زمان ومکان کی قیود وبندش سے ہمیشہ آزاد رہی۔ کوئی بھی دور ہو۔ کیسی بھی حکومت ہو فارسی ہمیشہ ترقی کی راہ پر آگے ہی بڑھتی رہی۔ اور آج بھی اس کی محبوبیت اور ہر دلعزیزی اسی آب وتاب کے ساتھ برقرار ہے۔

فارسی زبان وادب سے میرا والہانہ رشتہ رہا ہے۔ میں نے ہمیشہ ہی خود کو اس عظیم ادب کا ایک ادنیٰ خدمتگذار سمجھا ہے۔ جب بھی میری نظر سے فارسی زبان وادب پر کوئی نئی کتاب گذری ہے میں نے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں ایران پر جو گذری ہے سبھی اس سے واقف ہیں۔ لیکن فارسی ادب کے نئے موڑ اور اس کی نئی روش سے ہندوستانی فارسی داں حضرات کم واقف ہونگے۔ آج کا ایران انقلابی ایران ہے۔ زیرنظر کتاب اسی ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ میں اس کتاب کو فارسی زبان وادب کی خدمت میں ایک گرانقدر اضافہ سمجھتا ہوں۔ قابل مبارکباد ہیں میرے عزیز ڈاکٹر محمود عالم اور جناب حسن عسکری راد رایزن فرہنگی جمہوری اسلامی ایران جنہوں نے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ اُمید ہے یہ کتاب ادبی حلقوں میں پسند کی جائے گی۔ نیز جناب عسکری راد صاحب سے اُمید ہے کہ ہندوستان میں اُن کی فارسی زبان وادب کی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں گی۔

اللہ کرے ذوقِ ادب اور زیادہ

سیّد امیر حسن عابدی
پروفیسر زبان وادبیات فارسی دھلی یونیورسٹی
و
رئیس انجمن استادان فارسی۔ ھند

فهرست مطالب

بسمہٖ تعالیٰ

مقدّمہ

انقلاب ! انقلاب ! اسلامی انقلاب ! انقلاب وہ خوشگوار اور لذّت بخش لفظ ہے جسے سُنتے ہی انسان کا ذہن کئی وادیوں کی سیر کرنے لگتا ہے۔ پہلے تو وہ اس تصور کی دنیا میں کھو جاتا ہے جہاں سالہا سال ظلم و استبداد کا بازار گرم رہا ہو۔ جہاں جور و ستم کی مدتوں حکمرانی رہی ہو۔ جہاں بوڑھے۔ بچے بلکتے اور سسکتے نظر آرہے ہوں۔ اپنی نظروں سے اپنے عزیز و اقربا پر ظلم ہوتے ہوتے دیکھ کر بھی وہ ٹھنڈی آہ بھرنے کے علاوہ کچھ نہ کر پاتے ہوں۔ لیکن ان کی خاموشی گفتگو سے بڑھ کر ہو اور ان کی بے زبانی ہزاروں اوراق سے بڑھ کر داستان قہر ساوا کی سنا رہی ہو۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ انسانی ذہن اس وادی کی طرف منحرف ہونے پر مجبور ہوتا ہے جہاں خاموشی آتش فشاں کی طرح اندر ہی اندر لاوے ابلنے کے لئے بیچین ہو۔ یہ لاوے وہ پوشیدہ اور نیم پوشیدہ سرگرمیاں ہیں ان محبّان وطن کی جو ہر قیمت پر اپنے فرہنگ اپنی ثقافت اور اپنے آبا و اجداد کی دینی وراثت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ ان سرگرمیوں میں بچے، بوڑھے اور جوان سبھی شامل ہیں۔ اس میں مرد و زن کی تفریق نہیں۔ اس میں ہر طبقے اور ہر پیشے کے لوگ شامل ہیں۔ اس عظیم منزل کے حصول کے لئے استاد و شاگرد۔ ماں بیٹے اور باپ بیٹی۔ کاریگر۔ مزدور۔ دستکار۔ محنت کش۔ تاجر۔ افسر۔ کلرک۔ مُلّا۔ مولوی گویا سماج کا ہر شخص ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ اور یہی سرگرمیاں جب لاوا بن کر پھوٹ پڑتی ہیں تو انقلاب آتا ہے۔ اور انقلاب آنے کے بعد کی وادی کی سیر کا حال نہ پوچھئے! ہر شخص انقلاب کا متوالا۔ انقلاب کا رسیا۔ انقلاب کا دلدادہ۔ ہر شخص انقلاب کے نشے میں چُور اور مدہوش!

اسلامی انقلاب وہ عظیم انقلاب ہے جس کی کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جاتا تھا اپنے قائد عظیم الشان کی آمد کی خبر پاتے ہی انقلابی قوم کا ایک سیلاب ہوائی اڈے کی طرف اُمنڈ پڑا دُنیا کی تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی جس میں جلاوطن رہنما کی واپسی کے موقع پر ایسا عظیم اہتمام کیا گیا ہو۔ ملّت ایران نے اپنے قائد کا جیسا شاندار استقبال کیا

ہے وہ تاریخ کے دامن میں ہمیشہ محفوظ رہے گا۔

جہاں یہ سب کچھ گذرا ہو اور حساس دل نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہو تو اس دل پر کیا گذری ہوگی؟ اور دل پر جو بھی گزرتی ہے رقم ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے بیجا نہ ہوگا اگر آپ کو اس وادی کی سیر کرائی جائے جہاں شاعر اور ادیب رہا کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہی ہیں کہ ادب اور معاشرے کے تغیر و تبدل میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہر زمانے اور ہر دور کے سماج کی عکاسی اس وقت کے ادب میں موجود رہتی ہے۔ فارسی زبان و ادب کا جب بھی تذکرہ ہوتا ہے تو انسان کا ذہن فوراً فردوسی۔ نظامی۔ سعدی۔ مولوی۔ حافظ اور خیّام کی طرف جاتا ہے۔ بیشک یہ فارسی ادب کے بیش بہا جواہر ہیں لیکن ان کے علاوہ بھی بہتیرے ستارے آسمان ادبیات فارسی میں چمکے ہیں اور یہ سحر آفرین ادب خون صد ہزار انجم کا ہی نتیجہ ہے۔ ہم اُسے سہل نہ سمجھیں۔ برسوں فلک کی گردش کے بعد ایسا انقلاب آتا ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ ادب میں بھی انقلاب آنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی مثالیں کم ملتی ہیں۔ البتہ تاریخی کتابوں میں ایسے واقعات ضرور ملتے ہیں کہ فلاں جنگ میں اتنے لوگ کام آئے اور اتنے گھر برباد ہوئے لیکن شہادت کے جذبے سے سرشار اپنے آپ کو اپنے دین اور مادر وطن کی حفاظت کیلئے پیش کرنے کی مثال اس زمانے میں آج کے ایران کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتی۔ ایک طرف تو انقلابی ماحول۔ دوسری طرف مسلّط کردہ جنگ کا منڈلاتا ہوا بادل اور تیسری طرف اندرونی اور بیرونی سازشیں۔ اس موج و طوفان کا اندازہ ہم سبکساران ساحل نہیں لگا سکتے۔ لیکن قابلِ مبارک باد ہے ملّت اسلامیہ ایران! قربان جائیے ان کے جذبہ وایثار قربانی پر! ان ساری پریشانیوں کے باوجود اسلامی انقلاب بڑی شان سے اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس ماحول کی عکاسی اور اس کی منظر کشی آج کے ایرانی ادیبوں اور شاعروں نے خوب خوب کی ہے۔

آج کا ایران انقلابی ایران ہے۔ اسلامی ایران ہے دینی ولولہ اور مذہبی شوق و شہادت کا ایران ہے۔ اسی لئے آج کا فارسی ادب بھی اسلامی اور انقلابی تحریکوں کا آئینہ دار ہے۔ چونکہ مذہبی عقائد اور جوش انقلاب وہاں کی عوام کے رگ و پے میں روح بس گیا ہے، اس لئے انداز فکر کا بدل جانا بھی لازمی ہے۔ اگرچہ آج کے شاعر اور ادیب کا میدان بہت وسیع نہیں ہے پھر بھی بے شمار حسین و جمیل لالہ و گل اہلِ نظر کو دعوت سیر چمن دے رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ بیشمار شہداء کے خون سے اس چمن کی آبیاری کے بعد ہی یہ پھول کھلے ہیں ؎

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

آیئے، اب ایک نظر اس کتاب پر بھی ڈالیں۔ نمونہ کلام کے انتخاب میں شعراء اور ادیبوں کے اسلامی

اعتقاد و "صحت وسلاستِ بیان و زیبائی و دلنشینی کلام اور شیوائی اسلوب نویسندگان وشاعران" کا خیال رکھا گیا ہے۔ شعراء اور ادباء میں کچھ تو جانی پہچانی شخصیتیں ہیں لیکن ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن کی رسائی ابھی بامِ شہرت تک نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن ان کا کلام کسی بھی اعتبار سے شہرت کے آفتاب کے نزدیک ماند اور دھندلا نظر نہیں آتا۔ یہ اعجاز انقلاب ہی تو ہے کہ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

انقلاب کے پہلے ہمیں اس کی مثال کم ملتی ہے۔ متن وموضوع اور قارئین کی دلچسپی کے لحاظ سے زیر نظر کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے۔

۱۔ ادبیات انقلاب اسلامی :

یہ وہ حصّہ ہے جو کتاب اور اس کے اغراض ومقاصد کا تعارف پیش کرتا ہے۔

۲۔ پیام امام :

امام خمینی کے مختلف خطبوں کا انتخاب ہے جو مختلف موقعوں پر ارشاد کئے گئے ہیں۔ اس سے انقلاب کے اصلی مقاصد اور حکومت کی پالیسی کا علم ہوتا ہے۔ اسلامی حکومت قائم کرنے کا مقصد کیا ہے؟ ظلم واستبداد کے خلاف جنگ سے مُراد صرف رضاء الٰہی ہے۔

۳۔ انقلاب ـ ریشہ ہا واندیشہ ہا :

مختلف مقالے اور نظموں کا مجموعہ ہے۔ جس کے بارے میں اگر کہا جائے کہ "روایتی صحیح وفصیح از تاریخ انقلاب اسلامی" ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

۴۔ مردم وانقلاب :

عوام پر انقلاب کا ردِّ عمل۔ یہ حصّہ ایک نظم اور دو مقالے پر مشتمل ہے۔

۵۔ جنگ

انقلاب اسلامی نے ہر پیر وجوان کے دل میں شعلہ روشن کر رکھا تھا۔ بڑی طاقتوں کی سازش نے جب ایران پر جنگ مسلّط کر دی تو یہ شعلہ اور بھڑک اُٹھا۔ شاعروں اور ادیبوں کو بھی اچھا مواد ملا۔ یہ سات نظم وغزل اور دو بیتی اور رُباعی اور ایک خرّم شہر پر مبنی جنگ سے وابستہ ایک خونی داستان پر مشتمل ہے۔

۶۔ قصہ ونمایشنامہ :

آج کے ایران کی کہانیوں اور ڈراموں کے نمونے ہیں۔

۷۔ شہید وشہادت :

شہید کون ہے ؟ شہادت کسے کہتے ہیں ؟ شہادت کا درجہ۔ ایک شہید کی وصیت۔ لوگوں کا شوق شہادت۔ بہشتی اور یاران بہشتی کی شہادت وغیرہ پر مختلف نظم ومقالے۔

شعری اور ادبی محاسن

کسی بھی زبان وادب کی تاریخ میں کسی خاص دور کے ادبی اقدار اسی وقت قابلِ تحسین ہو سکتے ہیں جبکہ اس دورِ معینہ میں باکمال شاعر اور ادیب پیدا ہوئے ہوں۔ اس دور کے شعر دوسرے ادوار کے مقابلے میں زیادہ برجستہ، دلچسپ اور جاذب فکر ونظر رہے ہوں۔ اسی طرح نثری تصانیف بھی اپنی جگہ مسلم ہوں۔ شاعر اور ادیب پروردہ ہے وقت اور ماحول کا۔ انقلابی ماحول سے بڑھ کر اور کون سا ماحول ہو سکتا ہے ؟ جب تک کسی دل جلے نے آپ بیتی نہ کہی ہو اور سُننے والے اور پڑھنے والے نے اس میں خود اپنی تصویر نہ دیکھی ہو تو پھر نہ تو وہ شاعر اور ادیب ہی کامیاب اور نہ اس دور کا ادب ہی۔ بات وہیں آ پہنچی کہ جب تک جگ بیتی سُنی یا پڑھی دل پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ مگر جب خود پر بیتی تو بے قرار ہو اُٹھے۔ کیوں کہ اصلی ادب تو وہ ہے کہ کسی عاشقِ دلسوختہ کے دل سے اُبھرے اور کسی دوسرے دل جلے کے قلب پر نقش چھوڑ جائے۔

آج کے ایران کا ادب بھی اسی عاشق دلسوختہ کی آواز ہے۔ آج کی ایرانی شاعری کسی ہوس اور اُمّید کی خاطر درباری قصیدہ گوئی نہیں بلکہ یہ ایثار وقربانی کی شاعری ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کامیابی سے ہمکنار رہے اور یہیں سے ایرانی ادب کا ایک نیا موڑ شروع ہوتا ہے۔ یہیں سے ایک نیا دور شروع ہوتا ہے جسے ہم دور ادبیات انقلاب اسلامی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

کچھ عرصہ پہلے تک شعر نو یا جدید شاعری کے نام پر نہ جانے کتنی باتیں اخلاقی معیار سے گری ہوئی کہی گئی ہیں۔ ہیں جدیدیت ایک خوش آیند نقطہ ہے۔ لیکن اس کی آڑ میں برہنگی اور عریانیت کی تبلیغ ہوتی رہی، جنسی ہوس کی حوصلہ افزائی کی گئی اور اس کے اندر ادبی واخلاقی معیار سے گری ہوئی باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا طاغوتی معیار "حدیث نفس امّارہ و وساوس شیطانی" کے سوا اور کیا تھا۔ دونوں ادب کے درمیان سب سے بڑا فرق

یہی ہے کہ ایک دنیاوی جاہ وحشمت کا طلبگار اور دوسرا نفخہ ربانی اور نسیم رحمانی کا دلدادہ۔

کسی بھی ملک وقوم کی ہیجانی کیفیت کا اندازہ وہاں کی صدای بازگشت اور نعرے کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔ لوگوں کے "شور وشعور وشعر وشعار"، عوام کے نعروں سے ہی منعکس ہوتے ہیں۔ آج کے ایرانی عوام وخواص کی زبان سے یہ نعرے سننے کو ملیں گے جو اپنی جاذبیت اور تاثر کے اعتبار سے کسی طرح بھی اعجاز شاعری سے کم نہیں:

رھبر ما خمینی است
نہضت ما حسینی است

یا

حزب فقط حزب اللہ
رھبر فقط روح اللہ

یا

از جان خود گذشتیم
با خون خود نوشتیم

یا مرگ....

یا خمینی

آپ ان جملوں کو غور سے پڑھیں۔ اگر آپ تعصّب کے شکار نہیں ہیں تو فوراً گلستان سعدی کی یاد میں کھو جائیں گے۔ امام خمینی کی شان میں کہے گئے یہ جملے ادبیات انقلاب اسلامی کے شہ پارے ہیں:

"او فرستادہ صاحب زمان است، رہبر نہضت آزادگان است۔ انقلابی ترین مرد جہان است"........

علی معلّم کی ایک طولانی نظم کے کچھ شعر ملاحظہ ہوں۔ اس کا عنوان ہے "این فصل را با من بخوان"۔ یہ نظم دراصل مختصر تاریخ انقلاب اسلامی ہے۔ انداز مثنوی کا ہے۔ طرز کے لحاظ سے اور وزن کے اعتبار سے بھی جدید ہے۔ ایرانی قوم اپنے تہذیب وتمدّن اور اپنی اسلامی وراثت کو ہاتھ سے جاتے ہوئے دیکھ کر یوں فغاں کر رہی ہے۔ یہ اشعار نہیں قومی آہ و بکا ہیں ؎

از فتنہ ھا شان پارسی گوروسیہ شد
ما ھیت اسلام وایرانی تبہ شد

معیار ما شد در جہان ویران پرستی
ایزد پرستیہای ما ایران پرستی
از کوروش و دارای مسکین باج بردند
محنت بہ ما ماندند و تخت و تاج بردند
مارا بہ جام بیخودی مدہوش کردند
بر سفرۂ ما خون مارا نوش کردند
از نام عالمگیر ایران ننگ ماندند
از ما بہ عالم سایہ ای بیرنگ ماندند
خاموش شد عرفان و نورانیّت ما
فراموش شد ایمان و روحانیّت ما
جز سایہ ای زان ملت دانا بنودیم
بودیم مادر خانہ، اما ما بنودیم

توضیح و تشریح کی زیادہ گنجائش نہیں یہ اشعار نہیں بلکہ شاہ کے دورۂ حکومت میں ایرانی زبوں حالی کی زندہ و جاوید اور بولتی ہوئی تصویر ہیں۔

خانم طریق الاسلام انقلاب اسلامی کی وہ جیتی جاگتی تصویر ہے جس کی مثال دنیای تاریخ میں کم نظیر ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں محبّان وطن کی قربانی کے بعد حاصل شدہ انقلاب کو پامال کرنے کی غرض سے اس کے بیٹے نے منافقوں کے اشارے پر کئی نازیبا حرکتیں کیں۔ آخر کار مسلحانہ سازش کے جرم میں گرفتار ہوا اور عنقریب اپنے کردہ گناہوں کی سزا پانے والا تھا۔ اسی اثنا وہ اپنی ماں کو دیکھتا ہے ماہ کی غیر تمندی، حمیّت، شرافت، اسلامی قربانی اور جاں نثاری کی سبھی قائل ہیں۔

بدبخت لڑکے نے اس امید میں کہ اگر ماں کی ممتا اُمنڈ آئی ضرور مجھے بچالے گی، ماں سے اپنی نجات کی سفارش کرنے کو کہا۔ لیکن واہ رے وہ انقلابی عورت! قربان جائیے اس کے جذبہ ایمانی پر! کوہ ہمالہ کی طرح اپنی جگہ ثابت قدم رہی۔ گویا اپنی زبانِ حال سے وہ اپنے لختِ جگر کو یہ کہہ رہی تھی کہ اگرچہ تم نورِ چشم اور دل کے ٹکڑے ہو، میں اللہ کی رضا، اسلام کی حفاظت اور رہبر کی اطاعت کو تم پر ترجیح دیتی ہوں۔ کچھ اشعار ملاحظہ ہوں۔ شاعر ماں سے مخاطب ہے۔ اے بے مثال ماں تیرے اوصاف الفاظ میں

بیان نہیں ہوسکتے۔ ایسی زندہ وجاوید داستانِ قربانی کی مثال بیان سے باہر ہے۔ جس طرح کوزہ میں سمندر کو بند کرنا مشکل ہے اسی طرح اس واقعہ کی توضیح بھی مشکل ہے۔ ماں کے دل پر کیا گزری؟ اور کیوں کر اس نے برملا ہمدردی سے انکار کر دیا؟ ؎

عقل است زبوں بر آستانت
صد رابعہ ریزہ خوار خوانت

شاعر اس عظیم ماں سے سوال کرتا ہے ؎

در بزم شہود حق، چہ دیدی؟
وز ہاتف جان، چھا شنیدی؟
کز حاصل عمر خود گذشتی
وز باور خویش برنگشتی؟
غوغای درون، بہ کس نگفتی
دین گوہر راز را نسفتی
برگو کہ چہ رفت بر تو آن دم؟
ای اسوۂ بانوان عالم
در پردہ درون بگو چہ دیدی؟
کز رشتۂ جان خود بریدی؟

شاعر اس وقت طوفان نوح کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پیغمبر ہوتے ہوئے بھی وہ اس امتحان میں ثابت قدم نہ رہ سکے۔

نوح ارچہ شکست، پشت طوفان
زین ورطہ برون نیامد آسان
چون موج گران زہر گران خاست
"اِنَّ ابنِی" اور بر آسمان خاست
برداشت فغان کہ ای خداوند!
رنجست گران، ہلاک فرزند

با مرگ پسر، مرا میازار
هر چند که او بود خطا کار

لیکن تیری پرواز تو نعوذ باللہ اس مخصوص واقعہ کے آئینے میں کردار پیغمبری سے بھی بلند ہو گئی ہے

اما تو صفیہ مسلمان	زیب شرف و طراز ایمان
از ورطۂ آزمون، سرافراز	کردی بہ حریم قرب، پرواز
سرمست، ز ما سوا گذشتی	از ہر چہ بجز خدا گذشتی
آزاد شدی ز قید فرزند	ای بر تو درود از خداوند
سوگند بہ عزم و همّت تو	وان صبر و ثبات و قدرت تو
سوگند بہ آن شکوہ ایمان	کان لحظہ شد از رخت نمایان
کاین واقعہ در جہان بماند	کردار تو جاودان بماند

ادبیات انقلاب اسلامی کا ایک اہم جز ڈرامہ اور نمایشنامہ ہے۔ ہر دور اور ہر زمانے میں لوگوں نے ڈرامے کو ایک خاص مقصد کے لیئے استعمال کیا ہے۔ جابر اور طاغوتی حکومت سے لوگوں کی نفرت اور ظلم وستم کا پیالہ جب لبریز ہو گیا تو حساس ذہن نے اس حربہ کو بھی خوب خوب استعمال کیا ہے۔ عوام کی بیداری میں اس صنف سخن نے بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ڈرامہ کا اپنا مخصوص انداز ہوتا ہے اس کے الفاظ بھی منتخب اور برجستہ ہوتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اس کے خاص کرداروں کی اداکاری کو اس میں دخل ہوتا ہے۔ مکالمے تو ڈرامے کی جان ہوتے ہیں۔ یہاں میں صرف مکالمے کی طرف قارئین کو متوجہ کرنا چاہوں گا! بول چال کی زبان۔ عامیانہ انداز جس سے عوامی عناصر پھوٹ پھوٹ کر ابلتے نظر آرہے ہیں۔ صرف ایک اقتباس سے انقلاب کا سارا پس منظر نظروں کے سامنے گھومنے لگتا ہے۔ امام کی آمد سے لوگوں کی خوشی۔ امریکی نوازوں کی رنجش۔ عوام کا جوش و ولولہ اور ان کی قربانی۔ مقامی زبان کا استعمال۔ گویا یہ صرف اقتباس نہیں۔ ادبیات انقلاب اسلامی کا نمایندہ ہے۔ آیئے ہم اس آخری وادی کی بھی سیر کریں:

یک نفر از مردم:

ا...... شما هنوز اینجایین؟ بیایید بیرون - امام اومده - انقلاب شده - آمریکا ییا فرار کردن (اجساد آن دو را می بینند، بہ زحمت لاشۂ آنها را از صحنہ کشان کشان خارج می کنند)

نترسین - بیایین بیرون - زندانیای دیگه او مدن بیرون با مردم همکاری می کنن - ساواکیها رو نشون مردم میدن - ماشاءاللہ حال همه شون خوبه - قاطی مردم با صدای بلند فریاد می زنند "اللہ اکبر، خمینی رہبر (خوش حال است) بیایین بیرون"۔

آج کے ایرانی ادب میں کچھ ایسی اصطلاحات بھی آئی ہیں جو مخصوص معنی میں استعمال کی جاتی ہیں - مگر ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ الفاظ پہلے کبھی فارسی ادب میں استعمال نہیں ہوئے - یہ خالصتاً عربی اور فارسی کے الفاظ ہیں لیکن ان کے معنی آج ایرانی لُغت میں اصل اصطلاح کے علاوہ دیگر مفہوم بھی ادا کرتے ہیں - ایسے الفاظ کی مثالیں جو عام طور پر آج کے ایرانی ادب میں استعمال ہوتے ہیں اور خاص کر انقلاب کی دین ہیں یہاں مختصراً پیش کی جاتی ہیں :

پاسدار - یار - مستضعف - استعمار - استثمار - طاغوتی - آخوند - برادر - روحانی حزب اللٰہی - استکباری - رہبر - خواھر - حاجی آقا - حاجی خانم -

یہ سارے اصطلاحات جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے موجودہ فارسی کے ادب کے ناگزیر اجزا بن چکے ہیں - لفظ مستضعف کو لے لیجیے - یہ قرآنی لفظ ہے جس کے معنی ہیں وہ شخص جس کو کمزور و ناتوان کر دیا گیا ہو - عام معنی میں پچھڑے اور پس ماندہ لوگوں کے لئے مستعمل ہے - انقلاب کے پہلے اس کا استعمال عام نہیں تھا لیکن آج یہ کیفیت ہے کہ یہ لفظ زبان پر لایئے تو ایرانی عوام اپنی مظلومیت، اپنی پریشانی، اپنی ناداری - شاہ اور اس کے کارندوں کے ہاتھوں جور و ستم کو یاد کر کے کف افسوس ملنے لگتے ہیں اور اس کا عکس آج کی تیسری دنیا کے ان تمام مظلومین میں دکھائی دیتا ہے جو "استکباری" طاقتوں کے ہاتھ کا کھلونا بنے ہوئے ہیں - امام خمینی نے جب صدا بلند کی کہ اے مستضعفین جہان ! متحد ہو جاؤ تو ان کی مراد ایسے ہی لوگوں سے تھی -

اسی طرح "مستکبرین" بھی انقلاب ہی کی دین ہے - اور اس کا سرچشمہ بھی قرآن پاک ہی ہے - ساری قومی یا بین الاقوامی طاقتیں جو غریبوں اور ناداروں کی محنت پر جیتی ہوں اور جنھوں نے استثمار، استحصال اور استعمار کے ذریعہ لوگوں کو قصداً جاھل اور پس ماندہ رکھنے میں ہر جور و ستم کو روا رکھا ہو، آج ایران میں مستکبرین کے نام سے پہچانی جاتی ہیں - ایسی حکومت جو خواہ فرد واحد کی ہو یا قوم و ملت کی منتخب شدہ - اگر عوام کی بھلائی کے بدلے انسانیت کو کچلنے اور پامال کرنے پر تلی ہوئی ہو تو مستکبر کے نام سے یاد کی جاتی ہے - یہ لفظ کسی ایک شخص کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس سے ایسے

ہی شخص کا تصور ابھرتا ہے جو ان اقدار کا ہمنوا بلکہ آلۂ کار رہا ہو۔

اسی طرح لفظ رہبر گرچہ خالص فارسی زبان کا لفظ ہے اور ہمیشہ سے ہی استعمال ہوتا رہا ہے لیکن انقلاب نے اسے ایک خاص مفہوم عطا کر دیا ہے۔ رہبر کے معنی رہنما کے ہیں۔ لیکن وہ رہنما نہیں جس مفہوم میں دوسرے ملکوں میں استعمال کرتے ہیں۔ آج ایران میں رہبر صرف ایک شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے اور وہ ہیں امام خمینی۔

لفظ طاغوتی بھی قرآن مجید ہی سے ماخوذ ہے۔ اور آج کل اس کا استعمال بہت عام ہے۔ یہ لفظ بھی ایسے شخص کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو شاہ کا حامی اور شہنشاہی اقدار کا طرفدار رہا ہو۔ اگر کسی شخص کے بارے میں یہ کہہ دیا جائے کہ وہ طاغوتی ہے تو پھر کسی توضیح وتشریح کی ضرورت نہیں۔ یہ لفظ کم وبیش "ایرسٹوکریٹ" کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

برادر فارسی زبان کا ایک عام لفظ ہے۔ یعنی بھائی۔ لیکن انقلاب کے بعد اس کا استعمال بہت ہی خوبصورت ہو گیا ہے۔ اس سے اسلامی مساوات اور اخوّت دینی کا اظہار ہوتا ہے۔ پہلے کسی بھی وزیر اور بڑے عہدہ دار کے لئے بڑے لمبے چوڑے القاب وآداب کا استعمال ہوتا تھا لیکن اب بڑے سے بڑے حتیٰ کہ وزیر اعظم اور صدر جمہوریہ تک کے لئے بھی لفظ برادر کا استعمال عام ہے۔ اور بالکل انہی معنوں میں جو ایک معمولی اور ادنیٰ کاریگر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف اسلامی مساوات کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس لفظ کے نئے استعمال نے کس طرح لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا ہے۔ اس کا استعمال تقریباً انہی معنوں میں ہوتا ہے جس طرح ترقی پسند آپس میں ایک دوسرے کو کامریڈ کہہ کر پکارتے ہیں۔

داستان تو بہت طولانی ہے مگر یہاں ایک دو مثال پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔ حزب اللّٰہی لفظ کا استعمال بھی آج کل عام ہو گیا ہے۔ حزب کے معنی سیاسی جماعت کے ہیں۔ حزب اللّٰہی یعنی اللہ کی جماعت والا۔ اس لفظ میں ایک کائنات مضمر ہے۔ یہ ہر ایسے شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو وہاں کی مظلومیت، وہاں کی پس ماندگی کا مارا ہو لیکن اللہ کی مدد سے سارے جہان کے لوگوں اور مخصوصاً ہموطنوں کو جاہلیت اور غربت سے نجات دلانے کے لئے ہر قربانی کے لئے آمادہ ہو۔ جس کا نصب العین دنیا میں مساوات قائم کرنا اور ایسی حکومت کی بنیاد رکھنی ہو جس میں ہر انسان برابر ہے۔ نہ کوئی چھوٹا اور نہ کوئی بڑا۔ یہ لفظ ہر ایسے شخص کی نمائندگی کرتا ہے جس نے اللہ کی رضا کے لئے اپنے رہبر کی

اطاعت کے ساتھ راہِ خدا میں جان دینے کی قسم کھائی ہے۔

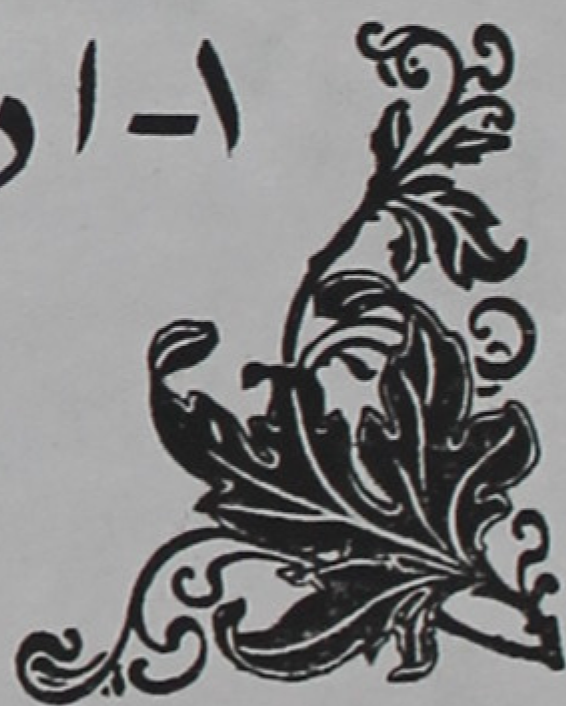
کتاب حاضر خدمت ہے اور دعوت سیر چمن دے رہی ہے۔ آیئے ہم سب اس چمن کی سیر کریں جہاں نغمۂ بلبل پہلے جیسا نہیں۔ جہاں کے نونہالان چمن اب "بابا نان داد" کی بجائے "بابا جان داد" کا ترانہ گا رہے ہیں۔ جہاں جوش و خروش ہے، ولولہ ہے، مایوسی نہیں۔ جہاں دعوت حرکت و عمل ہے، سکوت و انجماد نہیں۔ جہاں پیغام عمل ہے، احساسِ مجبوری اور بے دست و پائی نہیں۔

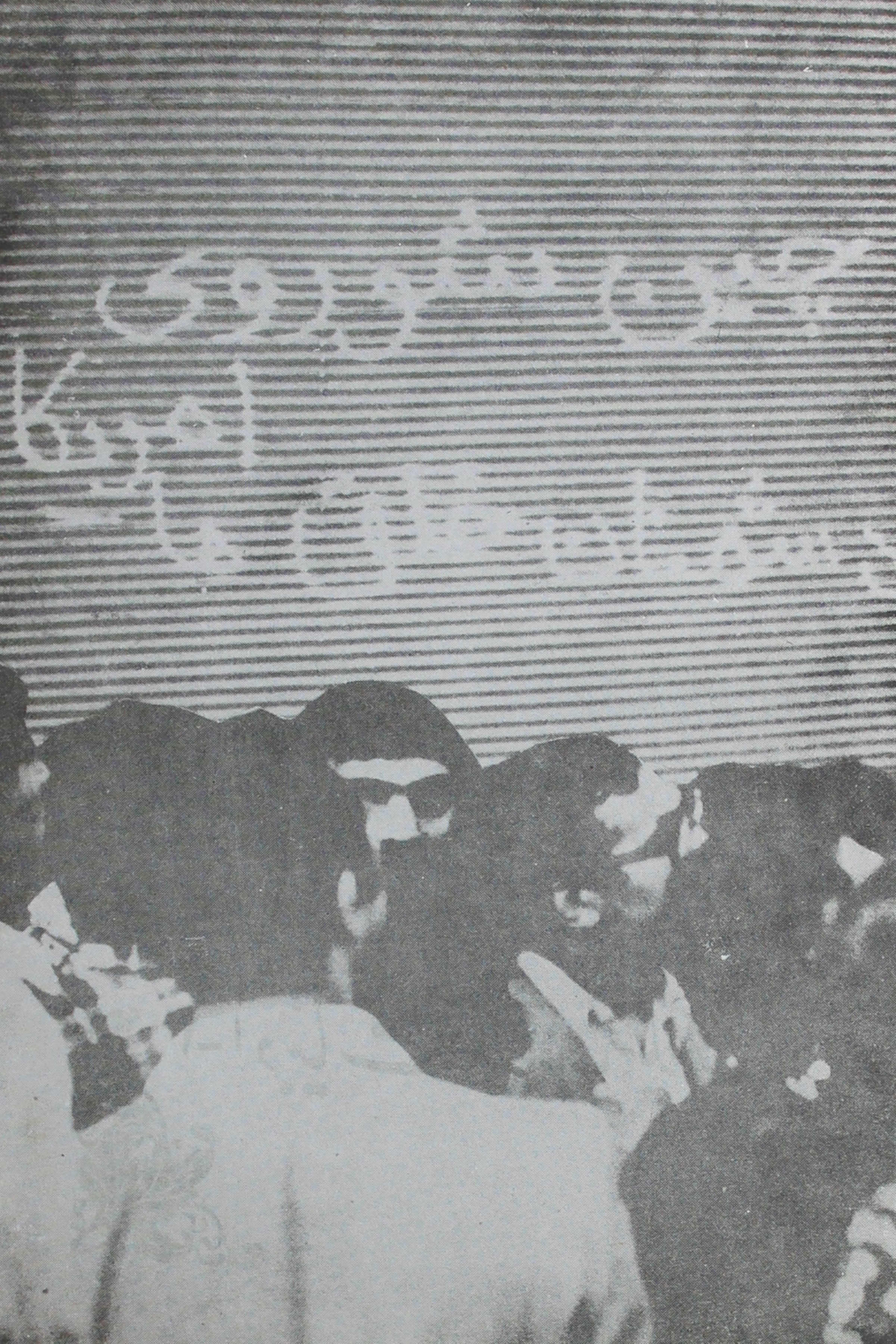
دکتر محمود عالم
استاد فارسی
جواہر لعل نہرو یونیورسٹی
نئی دہلی

5

{Distant Education}
Distance

۱- ادبیات انقلاب اسلامی





آشنایی با کتاب ادبیّات انقلاب اسلامی

درس *ادبیّات انقلاب اسلامی* برای نخستین بار در سال تحصیلی ۶۳ ـ ۶۲ به عنوان یکی از دروس ادبی سال چهارم رشتهٔ فرهنگ و ادب، به برنامهٔ درسی دبیرستانها افزوده شده است. این درس، در حقیقت بجای درس *ادبیّات معاصر ایران* قرار گرفته است، چرا که عصر ما، عصر انقلاب اسلامی است و ادبیّات معاصر ما، جز ادبیّات انقلاب اسلامی نمی‌تواند باشد.

اندیشهٔ تنظیم و تدوین این کتاب، هنگامی پیدا شد که حتّی چهار سال هم از پیروزی انقلاب و برقراری حکومت اسلامی نگذشته بود. پیداست که چنین مدّت کوتاهی، برای آنکه درخت ادبیّات یک انقلاب ببار نشیند کافی نیست و ادبیّات هیچ دوره‌ای، تنها با گذشت چهار سال، به آن اندازه رشد نمی‌یابد و تبلور و تشکّل پیدا نمی‌کند که بتوان آن را به صورتی «کلاسیک» در قالب یک درس و یک برنامهٔ آموزشی عرضه کرد، امّا دفتر تحقیقات و برنامه‌ریزی سازمان پژوهش، به حند دلیل تصمیم گرفت تا با تدوین کتاب *ادبیّات انقلاب اسلامی*، درسی را به همین نام در زمرهٔ دروس دانش‌آموزان قرار دهد.

نخست اینکه چهار سالی که از پیروزی انقلاب می گذشت، هر چند در مقایسه با دوران طولانی آیندهٔ انقلاب ـ که اِن‌شاءَالله بی‌زوال باد ـ زمانی کوتاه است، از هر چهار سال دیگری که در گذشته بر این ملّت گذشته، نقش‌آفرین‌تر بوده است. تنها طول زمان در تاریخ ملّتها تعیین‌کننده و سازنده نیست، بلکه مهمّتر از آن، عمق و عظمت حوادثی است که در هر بُرهه از زمان واقع می‌شود. حقیقت این است که انقلاب اسلامی، در این چهار سال، بینش و منش ملّت ما را چنان دگرگون کرده که حدوث آن در چهل سال نیز به تصوّر نمی‌آمد، و اینهمه، از برکت آن است که روزهای این انقلاب، از ایّام‌الله است که هر روزی از آن، همسنگ هزار سال از سالهایی است که ما برمی‌شمریم «وَ اِنَّ

یَوماً عِندَ رَبِّکَ کَأَلفِ سَنَةٍ مِمّا تَعُدّونَ» و هر شبی از آن، شب قدری است که از هزار ماه بهتر و برتر است «لَیلَةُالقَدرِ خَیرٌ مِنْ اَلفِ شَهرٍ».

دلیل دیگر این بود که گرچه از پیروزی انقلاب، تنها چهار سال می‌گذشت، امّا این انقلاب، یک شورشِ کورِ بی‌اصل و نسب نبود که یکشبه از خاک سر برآورده باشد، بلکه شکوفایی گل سرخی بود که گلبوتهٔ آن، دست‌کم پانزده سال پیش از پیروزی جوانه زده و طوفانها دیده بود و ضربه‌های بسیارِ تگرگ و رگبار چشیده و استوار مانده بود. این پانزده سال، همان فاصلهٔ پانزدهِ خرداد هزار و سیصد و چهل و دو، تا بیست و دوم بهمنِ هزار و سیصد و پنجاه و هفت بود، که هرچند جزوِ سالهای عمر حکومت اسلامی نیست، امّا قطعاً باید در شمارِ سالهای عمر انقلاب اسلامی محسوب شود. این گلبوته، ریشه‌ای کهن در خاک فرهنگ اسلامی داشت که عمر آن به چهارده قرن می‌رسید. آن چهارده قرن، پشتوانهٔ آن پانزده سال و آن پانزده سال، مقدّمهٔ این چهار سال بود. اگر انقلاب اسلامی، با عمر کوتاه خود، در جهان سربلند و سرافراز است، به دلیل آن است که بر دوشِ چهارده قرن مبارزهٔ خونین حق‌طلبانهٔ پیروان ولایت الله در مقابل سردمداران ولایت طاغوت ایستاده است، و ادبیّاتِ چنین انقلابی، هر چند هنوز به منزلهٔ جوانهٔ تازه‌رستهٔ کوچکی است، جوانه‌ای است که بر تنهٔ درختی کهن روییده و از ریشه‌ای عمیق و گسترده تغذیه می‌شود. این است که سزاوار است که از این جوانهٔ نودمیده نگاهبانی شود و در رگ‌رگِ برگهای لطیف و کوچک آن، به چشمِ دفتری از معرفت کردگار، نظر دوخته شود.

و بالاخره اینکه، هرچند اگر به انتظار سالهای آینده بنشینیم، یقیناً ادبیّات انقلاب اسلامی کمّاً و کیفاً بیشتر و بهتر خواهد شد، امّا چرا هم‌اکنون به نسل جوانی که سنگر انقلاب را با ایثار عاشقانهٔ خون خویش رنگین کرده و آذین بسته، الگویی از شعر و نثر انقلاب اسلامی عرضه نکنیم؟ چرا از کلامِ از جان برآمدهٔ شهیدان و شهیدپروران، چراغی نسازیم تا این نسل در پرتو نور آن به پیش رود و خودْ کلامِ نورافشان و عطرآگین پیدا کند؟



ملاک ما در انتخاب نمونه‌های شعر و نثر برای کتاب *ادبیّات انقلاب اسلامی*، در درجهٔ اوّل، اعتقاد شاعران و نویسندگان به انقلاب و التزام به اسلامی بودنِ آن و دیگر،

صحّت و سلاستِ بیان و زیبایی و دلنشینی کلام و شیوایی اسلوب نویسندگان و شاعران بوده است.

در این کتاب، هم از نمونه‌های شعر و نثرِ پیش از پیروزی انقلاب و هم پس از پیروزی، انتخاب کرده‌ایم. شرط اصلی، همان همجهت بودن با نهضتی بوده است که از سال هزار و سیصد و چهل و یک به رهبری امام خمینی برای استقرار حکومت اسلامی آغاز گشت و سرانجام به برقراری جمهوری اسلامی منتهی شد. بسیاری از شاعران و نویسندگانی که نمونه‌هایی از آثار آنها در کتاب آمده، شناخته شده و معروف و بعضی نیز ناشناخته و غیر مشهورند. علاوه بر آنان که اثری در این کتاب از آنها نقل شده، شاعران و نویسندگان فراوان دیگری هستند که آثار آنها بحقّ در شمار آثار ادبیّات انقلاب اسلامی است، امّا محدودیّت صفحات کتاب، که از محدودیّت ساعات تدریس هفتگی آن ناشی شده، و نیز زمان نسبتاً کوتاهی که برای انتخاب نمونه‌ها در اختیار بود، موجب شد که به این مقدار اکتفا کنیم. نمونه‌های بهتر و بیشتر را در سالهای آینده می‌توان به کتاب افزود. همینجا باید توضیح دهیم که هرچند این کتاب مخصوص ادبیّات انقلاب اسلامی است، امّا چنان نیست که کتابهای دیگر ادبیّات فارسی مدارس در مقاطع ابتدایی و راهنمایی و دبیرستان از آثار ادبی مربوط به انقلاب اسلامی خالی باشد. مجموع آنچه در سایر کتابها آمده، از آنچه در این کتابْ گرد آورده‌ایم، کمتر نیست و شاعران و نویسندگانی هستند که آثار آنها در آن کتابها آمده و در این کتاب، به دلیل محدودیّت صفحات، نیامده‌است.

در تدوین این مجموعه، همّ ما بیشتر مصروفِ عرضهٔ نمونه‌هایی از ادبیّات انقلاب بوده است. هرچند به هر یک از اشعار و مقالات، مقدّمهٔ کوتاهی برای آشناییِ بیشترِ خواننده با موضوع سخن افزوده‌ایم، امّا اسلوب و روند ادبیّات انقلاب را تحلیل نکرده‌ایم و قاعده و قانونی، به سبک کتابهای تاریخ‌ادبیّات، از ادبیّاتِ این دوره بدست نداده‌ایم، زیرا معتقد بوده‌ایم که هنوز زمان کافی بر ادبیّات انقلاب اسلامی نگذشته و چنانکه گفتیم، هنوز آن تبلور و تشکّلی که منشاءِ انتزاعِ قاعده و اسلوب مخصوص شود، حاصل نشده است. در معرّفی نوشته‌ها و اشعار، غالباً به متن و مضمون اثر توجّه کرده‌ایم و از شخص نویسنده و شاعر، نامی نبرده‌ایم.

در انتخاب آثار، کوشیده‌ایم تا دست‌کم از هر یک از انواع آثار ادبی، چه در

عرصهٔ شعر و چه در عرصهٔ نثر، نمونه یا نمونه‌هایی برگزینیم. به همین سبب در کتاب، قصیده و غزل و رباعی و مثنوی از یک‌سو، و گزارش و مقاله و سرمقالهٔ روزنامه و قطعات برگزیده از کتابهای تاریخ و جامعه‌شناسی و اعلامیّهٔ سیاسی و حتّی قصّه و نمایشنامه از سوی دیگر، وجود دارد تا هرکس به تناسب ذوق و علاقهٔ خویش، الگویی برای آنچه می‌پسندد، در دسترس خویش داشته باشد.

مایهٔ اصلی بسیاری از اشعار و مقالات، جانبازیهای دلاورانهٔ ایثارگران امّت قهرمان ما در هنگامهٔ انقلاب و یا در جبهه‌های جنگ تحمیلی است، و این عجیب نیست، زیرا از میان جلوه‌های ملکوتی فراوان این انقلاب، هیچ‌یک به اندازهٔ شهادت و ایثار شهیدان و جانبازان، شکوهمند و زیبا نیست و به همین دلیل، شاعران و نویسندگان ما غالباً به سراغ این زیباترین مضمون رفته‌اند و حماسه‌سرایی کرده‌اند. باید اعتراف کرد که مضامین دیگری نیز هست که عظمت آنها کمتر از حماسهٔ رزمندگان نیست و جای آنها در این کتاب، خالی است.

نوشته‌ها و اشعار کتاب، برحسب موضوع دسته‌بندی شده و کتاب از این حیث به هفت بخش تقسیم شده است که عبارتند از: ادبیّات انقلاب اسلامی، پیامهای امام، انقلاب (ریشه‌ها و اندیشه‌ها)، مردم و انقلاب، انقلاب و جنگ تحمیلی، قصّه و نمایشنامه، شهید و شهادت. این تقسیم‌بندی سبب توجّه بیشتر به موضوعات و تأمّل در حوزه‌هایی است که شاعران و نویسندگان انقلاب، در آنها قلم زده‌اند.



ادبیّات انقلاب اسلامی، موج دریای حقیقت است. اگر کسی تجاهل کند و بپرسد که: «آن حقیقت چیست؟» می‌گوییم: آن حقیقت، ایمان عمیق یک ملّت به خداوند است که به صورت تسلیم به وحی محمّدی و اطاعت از رهبری مردی خدایی جلوه‌گر شده و موجب انقلابی گشته است که تخت شاهنشاهی دوهزار و پانصد ساله‌ای را که قدرتهای شیطانی جهان آن را استوار می‌خواسته‌اند، واژگون کرده است. آن حقیقت، روغن آتش‌پرورِ چراغی است که در ظلمت انحطاط اخلاقی دنیای معاصرْ برافروخته شده و حکومتی الهی بوجود آورده است تا صداقت را جانشین دروغ و عدالت را جایگزین ظلم سازد. ادبیّات چنین انقلابی، چونان پاره‌های گداخته و جوشانی است که از عمق زمین برمی‌آید و از دهانهٔ آتشفشانی بلند به بیرون پرتاب می‌شود، و چونان ادبیّات

مطلوب حکومت طاغوت، خزهٔ لجن‌آلوده‌ای نیست که چند صباحی بر برکهٔ راکدی نقش بسته باشد. آنچه شعر و نثرِ این ادبیّات را از محصولات و مصنوعاتِ طاغوت‌زدگان جدا می‌سازد، آن است که روحی که در پیکر ادبیّات انقلاب است، نفخهٔ ربّانی و نسیم رحمانی است، و حال آنکه مایهٔ اصلیِ بیشتر آنچه در گذشته به ادبیّات معاصر معروف بود، حدیث نفس امّاره و وساوس شیطانی بود. امید ما آن است که در خواندن و شنیدن شعر و نثر ادبیّات انقلاب، البتّه در سلامت و سلاست کلامْ تأمّل و تحقیق و سختگیری کنیم، امّا زنهار در کلام توقّف نکنیم و بدانیم که کلام، هرچه باشد، صورت است و صورت، پلی است که باید ما را به معنی راهبر شود و پل، وقتی خوب است که از آن بتوان به سهولت و سرعت عبور کرد.

امید دیگر ما این است که این مجموعه موجب تشویق و ترغیب شاعران و نویسندگان جوان شود و مخصوصاً دانش‌آموزان ما را که به فرمودهٔ امام عزیزمان «امید انقلاب ما هستند»، با نمونه‌های پسندیده و ممتازی از شعر و نثر دوران انقلاب، آشنا سازد. مرورِ این آثار و رجوع مکرّر به آنها، می‌تواند استعداد جوانان را به ظهور رساند و به آنان در تصحیح نوشته‌ها و اشعارشان کمک کند. باشد که زمانی، نه چندان دیر، فرا رسد که در جامعهٔ ما، نویسندگان و شاعران پرشماری پیدا شوند که چنان بنویسند و بسرایند که اگر پیامبر اکرم ــ صلّی اللهُ عَلَیهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّم ــ در میان ما می‌بود و شعر و نثرشان را می‌شنید، بر لب و دندان و پنجه و انگشتشان آفرین می‌گفت و جامهٔ مبارک خویش را به نشانهٔ قدرشناسی، بدانان می‌بخشید.

توضیحات

آذین : زیب وزینت، آرائش وسجاوٹ
اسلوب : شیوہ، طریق، طرز
التزام : ہمراہ ہونا، کسی بات کو لازم کرلینا، ضروری قرار دینا
انتزاع : اکھاڑنا، اکھڑنا، متعدد جزئی امور میں سے کلی مفہوم نکال لینا
انحطاط : پست ہونا، پستی کی طرف جانا، تنزّل۔
برہہ : دور، زمانہ، عرصۂ دُور دراز۔
تبلور : بلور کی شکل کا ہونا، کسی جسم کا بلوری ہوجانا۔

تشکّل : صورت اختیار کرنا، کوئی شکل وصورت اپنا لینا۔
حدوث : وجود میں آنا، ظاہر ہونا، کسی ایسی چیز کا عالم وجود میں آنا جو پہلے سے نہ ہو۔
زمرہ : گروہ، جماعت، دستہ۔
طاغوت : بُت، سرکش، جابر، گمراہوں کا سردار۔
کلاسیک : قدیم، اعلیٰ درجہ کا، مستند، ادبیات عالیہ۔
لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ : شب قدر اپنے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔
(آیہ شریفہ ۳ از سورۂ مبارکہ القدر)

ملکوتی : آسمانی، ملکوت کی صفت نسبی۔
نفخہ : ایک بار پھونکنا، ایک مرتبہ پھونک مارنا۔
وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ
تیرے رب کے ہاں کا ایک دن تمہارے شمار کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔
وَسَاوِسْ : بُرے خیالات جو دل میں آئیں، اندرونی طاقتیں جو انسان کو بدلی کے لئے ابھاریں : جمع وَسْوَسَۃٌ۔

ہر انقلاب کا ادب اس انقلاب کی زبان ہوتا ہے۔ اسلامی انقلاب کا ادب بھی اس قوم کی زبان گویا ہے، جو پُورے ایمان و ایثار کے ساتھ ظلم و ستم کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی تھی، اس قوم نے اپنی مقدس آرزوؤں اور تمناؤں کو شعر و شعار کے اس قالب میں پیش کیا ہے جس میں انقلاب کی مانگ بلند گونج رہی ہے۔

ادبیات انقلاب اسلامی،، کے تحت عنوان ایک مضمون "تفسیر آفتاب،، نامی کتاب سے ماخوذ ہے۔ اس مضمون کا مصنف بتانا چاہتا ہے کہ شعور کس طرح بیدار ہوتا ہے۔ کیسے عوام کے ضمیر کی گہرائیوں میں اثر و نفوذ پیدا کرتا ہے، اور بالاخر کیوں کر شعر و شعار کی شکل میں ظاہر ہونے لگتا ہے۔

صاحبِ مضمون چاہتا ہے کہ ایران کے ادب کی تاریخ میں اسلامی انقلاب کے فیض و برکت سے جس نئے باب کا آغاز ہوا ہے اس کی جانب ہماری توجہ دلائے، اور انقلاب کے دوران سادہ لوح عوام کے دلوں سے نکل کر جو اصل ادب جلوہ گر ہوا ہے، اس کے اوصاف کو ہمارے سامنے بیان کرے اور آبِ شیریں کے ان چشموں سے آشنا کرانے میں ہماری مدد کرے جو عوام کے پُرجوش و خروش دریا یعنی ادبیات انقلاب اسلامی سے جاری ہوئے ہیں۔

انقلاب اسلامی
و
شور و شعور و شعر و شعار مردم

دگرگونیهای بنیادی

پیداست که یک انقلاب راستین، همهٔ نهادها و مسائل را دگرگون خواهد ساخت. انقلاب، یک سلسله اصلاحات نیست، یک سلسله ویرانگریها و بازسازیهاست، دگرگونی است و دگرسازی.

این دگرگونی و دگرسازی، یا دگرسازی و دگرگونی، باید در همهٔ شؤون پدیدار گردد: در شؤون سیاسی، اقتصادی، نظامی، فرهنگی، هنری، ادبی، اجتماعی، اخلاقی

و... و معلوم است که در چنین دگرسازیهای عظیم و راستین، نهادهای فاسد معدوم می‌گردد و نهادهای صالح در جای آنها استقرار داده می‌شود.

لحظه‌هایی که به تاریخ ارزش می‌دهند

تاریخ، در بیشتر اوقات و ایّام، سیری یکنواخت دارد، تا آنجا که گفته‌اند: «تاریخ، مکرّرات است». تنها چیزی که تاریخ را از یک تکرار ملالت‌آور رهایی می‌دهد، انقلاب است.

لحظه‌هایی که انقلابها پدید می‌آیند و جریان می‌یابند، تنها لحظه‌هایی است که تاریخ به نوعی بلوغ می‌رسد، و دوباره متولّد می‌شود. درواقع، لحظه‌های ارزشمند تاریخ، همان لحظه‌های تولّد و بالش انقلابهاست.

تبلور شعور انقلابی

در جریان پیدایش و گسترش انقلابهای اصیل، همهٔ افراد و طبقات اجتماع، در رابطه با انقلاب و مسائل آن قرار می‌گیرند، و اندک‌اندک، همه، افرادی انقلابی می‌شوند. این، ویژگیِ انقلابهای راستین است که افراد را می‌سازد، و در جهت تحرّک انقلابی قرار می‌دهد. این جهتگیری، بی‌گمان از راه بدست آوردن آگاهی انقلابی صورت می‌گیرد، و همواره آگاهیهای اصیل، به صورت وجدان درمی‌آید. مثلاً آگاهی اصیل دینی، به انسان «وجدان دینی» می‌دهد، آگاهی اصیل علمی، «وجدان علمی» و آگاهی اصیل اخلاقی، «وجدان اخلاقی» و... وآگاهی اصیل انقلابی، انسان را صاحب «وجدان انقلابی» می‌کند.

و روشن است که وجدان بشری، به صورتی ویژه، در رابطه با احساس او قرار دارد. و هر احساسی، هنگامی که سرشار و غنیّ گشت، به گونه‌ای به تعبیر درمی‌آید. و این تعبیر، همیشه تبلور همان احساس وجدانی موضوعی است که برای انسان، از راه اَصالت فراگیری، یا اَصالت القایی، غنیّ و سرشار شده است، و به درون درک انسانی راه یافته است.

بنابراین، انقلابهای اصیل، به مردم وجدان انقلابی می‌دهند، و احساس انقلابی برمی‌انگیزند. و این احساس غنیّ، به تعبیر درمی‌آید، و ادبیّات انقلابی از این نقطه شروع به شکل گرفتن و گسترش یافتن می‌کند.

و بدین‌گونه «ادبیّات انقلاب» پدید می‌آید. هنگامی که شعور انقلابی فوران کرد، و وجدان انقلابی پدید آمد، و خروش انقلابی از جانها شعله کشید، و احساس انقلابی آتشین گشت، تعبیرها، شعارها، شعرهای ناب و عمیق و ساده و مردمی، یکی پس از دیگری، بار تبلورهای شعوریِ انقلاب را بر دوش می‌کشند، و به قاموس ملّت افزوده می‌گردند.

یقین است که انقلابی با این عظمت و با این اصالت و گسترش، تاریخ ما و تاریخ ادبیّات ما را دگرگون خواهد کرد. صدها و هزارها اثر، در این باره بوجود خواهد آمد. از هم‌اکنون به بعد، باید تاریخ فکر و شعور و ادبیّات و حیات ملّت ایران را با سرفصلهایی جدا نوشت، و چنین خواهد شد. انقلاب، ادبیّاتی از آنِ خود دارد، که همان ادبیّات ملّت انقلابی، یا انقلاب ملّی است. و این انقلاب، به دلیل اسلامی بودن آن، ابعاد و فصول غنی‌تر و وسیع‌تری خواهد داشت. آری، آنچه یقین است، این است که این انقلاب عظیم، در همهٔ شؤون کشور ما اثر گذارده است و اثر خواهد گذارد. ادبیّات ما را متحوّل کرده است و متحوّل خواهد کرد. اندیشهٔ اجتماعی و مکاتب نویسندگی ما را زیر نفوذ گرفته است و زیر نفوذ خواهد گرفت. این انقلاب، در ادبیّات کشورهای اسلامی و ادبیّات جهانی نیز اثرها خواهد گذارد.

من امیدوارم که رساله‌ها، کتابها، و مجموعه‌های بسیاری ــ همه سالم و اصیل و برخوردار از صداقت و امانت ــ برای ثبت آثار انقلابی این جنبش سترگ پدید بیاید، و هر کدام، بخشی از مظاهر ادبیّات انقلابی را منعکس بسازد.

شور، شعور، شعر و شِعار مردم

یکی از مظاهر عمیق و اَصالت این انقلاب، انعکاس بی‌سابقهٔ آن است در شعور تعبیریِ مردم. این درک انقلابیِ پدید آمده در مردم ما، مانند آفتاب بر اندیشهٔ آنان می‌تافت، و آنان را وا می‌داشت تا از اینهمه روشنایی ناب و دریافت اصیل، به صورتهای گوناگون تعبیر کنند و کلام بیافرینند.

و این کلام، سخنی عادی نبود. این، خون جوشانی بود که به شکل کلماتْ جاری می‌گشت، و حقیقت محضی بود که، با همهٔ حرارت حیات، بدل به فریاد می‌شد.

در تاریخ نهضتهای انقلابی، شعارهایی که یک جمعیّت منقلب را به هیجان و

حرکت درمی‌آورد، همیشه گویاترین و مستندترین گفتار است، چرا که این شعارها ــ که در ایران، همواره آهنگین و شعرگونه بوده است ــ از قلب جماعت می‌جوشد و به قلب جماعت باز می‌گردد. این‌گونه پیامها، زاییدهٔ خودبخودِ عشق و ایمان‌است، و به همین سبب، سرشار از صداقت و اصالت. پیامهای آشکار و پنهانِ شعارهای تظاهرات تاسوعا و عاشورا ــ آن اوجگاه تاریخیِ درهم‌آمیزی هیجانات بی‌شائبهٔ سیاسی و دینی ــ پیوندگاه و نقطهٔ اتّصال سیاست و مذهب را، در نهضت ملّی ایران، به‌خوبی نمایان می‌سازد. تکیه‌گاه و مرکز ثقل بیشتر شعارها، مثلّثی است که زاویه‌های قاعدهٔ آن، «مذهب» و «سیاست» است، و تارک آن، امام خمینی: «رهبر ما خمینی است ــ نهضت ما حسینی است»، «حزب فقط حزب‌الله ــ رهبر فقط روح‌الله»، و جاندارتر، و رساتر، و سیاسی‌تر از همه: «او فرستادهٔ صاحب‌زمان است، آیت‌الله خمینی ــ رهبر نهضت آزادگان است، آیت‌الله خمینی ــ انقلابی‌ترین مرد جهان است، آیت‌الله خمینی»...

آری، انقلابِ ما، از این جهت نیز یکی از غنی‌ترین، زنده‌ترین و با ایمان‌ترین انقلابهای تاریخ است. در این انقلاب، در و دیوار مملکت، از جمله‌ها و عبارتها پر شد، بویژه در دورهٔ اعتصاب روزنامه‌ها، و تسلّط نظامیها بر رادیو و تلویزیون.

جمله‌ها، چه آنها که با انواع قلمها و رنگها نوشته می‌شد و چه آنها که با خون، همه خونین بود، همه کلام انقلاب بود، و همه پیام خون و خورشید، همه سرشار از ناب‌ترین آگاهیهای موضعی، و تبلور شعور سیاسی، و درک اجتماعی، و حسّ کردن موقع تاریخی، و مسؤولیّت اسلامی.

همچنین فضا، فضا نیز بستر انعکاس صدها شعار شعرین بود. ذوق زلال مردم، همراه دریافت درست، و شعور ناب، و شور انقلابی، و دریافت ارجمند اسلامی، موج شعارهای شورآور مقدّس را، در همه‌جا، بر سر هم می‌ریخت. جامعه، چون دریا شده بود، و شعارها، چونان خیزابه‌ها و کوهه‌ها.

امید است این اقیانوس متلاطم جمله‌ها و کلامها ــ چه گفتاری و چه دیواری ــ از همه‌جا و همه سوی کشور گرد آید، و با دستهای امینْ تنظیم یابد، و در کنار دیگر اسناد انقلاب، به نام شورآورترین مظهر طلوع خون خورشید قرار گیرد.

از کتاب *تفسیر آفتاب*، نوشتهٔ محمّدرضا حکیمی

توضیحات

اَبعَادَ : فاصلے، دوریاں، جمع بُعد۔
اصالتِ فراگیری : فراگیری کو اصل جاننا۔ (فراگیری تصرّف)
اِلقَاء : سکھانا، یاد دلانا، دل میں ڈالنا، تلقین
اَوجگاہ : بلندی کی جگہ
او فرستادۂ صاحب زمان است.....الخ : ماخوذ از کتاب "انقلاب ایران و مبانی رہبری امام خمینی صد۸"۔
تَبَلُوُر : کسی جسم کا بلوری ہو جانا، بلور کی شکل میں ظاہر ہونا۔
تعبیر : عبارت میں لانا، بیان کرنا۔
خیزابہ (آبِ خیز) موج، لہر۔
ذوق زلال : پاک اور روشن ذوق۔
اصالت القائی : معاشرے اور ماحول سے متاثر ہو کر انسان کے ضمیر میں کسی بات کا جڑ پکڑ جانا، یا گھر کر لینا۔
سترگ : بزرگ، عظیم، شگرف، بڑا عجیب۔
سر فصل : بے نیاز، غیر ضرورت مند (صفتِ مشبہ از مصدر غنی)

قاموس : فرہنگ، کتاب لغت، لفظ قاموس کے اصل معنیٰ بحر، اقیانوس اور سمندر کے ہیں۔ چونکہ فیروز آبادی کے عربی لغت نامے کا نام "قاموس" رکھا گیا تھا۔ اس لئے اس لفظ کے اصطلاحی معنیٰ لُغت نامہ، یا عظیم فرہنگ کی کتاب کے مفہوم میں لئے جانے لگے۔
کُوھَه : اُبھری ہوئی چیز۔
مُتَحَوَّل کردن : دگرگون کر دینا، ردّ و بدل کرنا، مُتَحَوَّل اسم فاعل از مصدر تَحَوَّل (دگرگوں ہونا)
متلاطم : سمندر کا طوفانی ہونا، ایسی بلند موجوں کا اٹھنا جو ایک دوسرے سے ٹکرائیں، اسم فاعل از مصدر تَلاطُم یعنی ایک دوسرے سے ٹکرانا، موجوں کا ٹکرانا
مَحَضُ : خالص، کھرا، صرف۔
مُظَاہِر : ظہور کی جگہ، ظاہر ہونے کی جگہ۔ جمع مظہر۔
نہادِ صالح : اچھی بنیاد۔

۲- پیام امام





از صدای سخن عشق ندیدم خوشتر   یادگاری که در این گنبد دوّار بماند

(حافظ)

درحقیقت اس انقلاب کے دوران کوئی بھی کلام امام خمینی کے کلام سے زیادہ صادقانہ اور عاشقانہ نہ تھا۔ اور زمانے میں ان کی تقاریر کے علاوہ کوئی بھی چیز بطور یادگار رکھنے کے قابل بھی نہیں۔

ادبیات انقلاب کا گرانبہاترین خزانہ امام خمینی کے وہ پیغامات، نوشتجات اور خطبات ہیں جو ہمیشہ مثل آبشار، ایمان و عرفان کی انتہائی بلندیوں سے عوام کے جان وتن پر اترتے رہے ہیں، اوران کو طراوت و پاکیزگی بخشتے رہے ہیں تقریروں اور تحریروں کے اس مجموعے کو "صحیفہ نور" کا عنوان دیا گیا ہے۔ اور اس پر مقدمہ قوم کے اس رہبر شناس اور سخندان سپوت نے لکھا ہے۔ جس کا شمار امام خمینی کے معنوی فرزندان میں ہوتا ہے۔ یہ مقدمہ ایسے افکار وخیالات سے لبریز ہے جن سے ہمیں اس عظیم الہٰی اور اسلامی انقلاب کے رہبر کی تقاریر کے مختلف پہلو اور ان کی تمام العباد کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

مُقدّمۂ صحیفۂ نور

بسم اللهِ الرّحمنِ الرّحيم

الحمد لله الّذی هَدٰینا لِهٰذا وماکُنا لنَهتَدِی لَولاٰ اَنْ هَدٰینَا الله

و اَفضَلُ الصَّلٰواتِ و السَّلامِ عَلیٰ بَشیرِ رَحمةِ اللهِ وَنَذیرِ نِقْمَتِه محمّد صَلّی اللهُ عَلَیهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.

انقلاب اسلامی، در این دوران، با فریاد رسا و خاموش نشدنی امام خمینی آغاز گردیده است. در جامعۂ محکوم و مستضعف و ستمزدۀ ایران، که اقتدار خداوندان زر و زور، نالۂ ستمدیدگان را در حنجره‌شان خشکانده بود، یکباره فریاد پرطنین این فقیه و حکیم بزرگ عصر، نقاب ظلم را از هم درید و رهایی و آزادی را بشارت داد.

از لحظه‌ای که این «تنها فریادْ» مردم را به بیداری فراخواند، تا روزی که همهٔ ناله‌های این ملّت به فریادی پرخروش بدل شد، سالهای سخت و خونباری بر ملّت مظلوم و محروم ما گذشت. سالهایی که در آن، خون رشیدترین فرزندان این سرزمین خدایی، در راه برپایی حقّ و عدل و قسط، به‌دست جنایتکاران وابسته، به خاک ریخته شد.

ملّت، همهٔ دشواریها را با یاد و نام مردی تحمّل کرد که تمام عمر پربرکتش را در راه اسلام گذرانیده و اکنون با همهٔ وجود، خود را وقف تحقّق آرمانهای اسلامی و اِحیای آیین محمّدی کرده بود و در این راه، پیشاپیش همهٔ امّت اسلامی، با طرّاحان و مجریان انزوای اسلام و استضعاف ملّتها می‌جنگید.

شخصیّت عظیم و قاطعیّت بی‌مانند این رهبر بزرگ، سرانجامْ یکی از شگفت‌انگیزترین پدیده‌های تاریخ، یعنی انقلاب اسلامی را ببار آورد و استقلال و آزادی را در کشوری که قرنها در هجران آزادی و استقلال گذرانیده بود، مستقرّ ساخت.

بدین ترتیب، انقلاب و امام خمینی، دو پدیدهٔ انفکاک‌ناپذیرند.

تحلیل انقلاب اسلامی ایران، بدون شناخت شخصیّت رهبر بزرگ آن، و تحلیل شخصیّت چندبعدی و کم‌نظیر این چهرهٔ استثنائی زمان، جدا از شناسایی انقلاب، ممکن نیست.

شخصیت رهبر

او انقلاب اسلامی را آغاز کرد و به برگ‌وبار آورد، و انقلاب اسلامی، او را در رفیع‌ترین جایگاه یک انسان افسانه‌ای نشاند و از او چهره‌ای جاودانه ساخت، و این نبود مگر به‌توفیق الهی و به یمن هماوایی متقابل امام و امّت.

او فرهنگ «تسلیم» را در جامعه دگرگون کرد و حصار ترس را فرو ریخت و ملّتی را به سرچشمهٔ پاک و زلال فطرت خدایی رهنمون شد. او بانی، رهبر، معلّم و پدر انقلابی است که بزرگترین پدیدهٔ روزگار ماست.

انقلاب اسلامی، بی‌نام خمینی، در هیچ جای جهان شناخته نیست، چرا که آغازگر زمزمهٔ انقلاب اوست و هم اوست که آن را در لحظات سخت و دشوار رهبری کرده و از تنگناها گذرانیده و از انقلاب اسلامی مردم ایران، پدیده‌ای عظیم و اُسوه‌ای جهانی پدید آورده است.

شکّ نباید کرد که هیچ انقلابی تنها با وجود و حضور رهبر بثمر نمی‌رسد و در انقلاب ما نیز برکت حضور امام خمینی و نعمت بی‌بدیل رهبری او را دو عنصر دیگر تکمیل کرد: ایمان اسلامی و حماسهٔ مردمی.

امّا امام خمینی، جدا از رهبری انقلابی، فقیه اسلامی یعنی: «مظهر آن ایمان» و مرجع تقلید، یعنی: «تبلور اعتماد و دلبستگی مردم» نیز بوده است. او مانند پیامبران، با وجود خود، دین، سیاست، انقلاب، خدا و مردم را یکجا به بینندهٔ کاوشگر ارائه می‌دهد و قیام او، قیام انبیاءِ الهی را بیاد می‌آورد.

او احیا کنندهٔ بینش دینی و برافروزانندهٔ شعلهٔ ایمان و آفریدگار عظیم‌ترین حماسهٔ مردمیِ دوران ماست.

و اینهمه را با سخنان و پیامهای خویش به انجام رسانده است.

پیامهای امام و خصوصیّتهای آنها

مردم ما و مردم جهان، امام خمینی را از این سخنان و پیامها شناختند و امروز نیز همین سخنان و پیامهاست که جهت حرکت انقلاب اسلامی را در ایران و جهان ترسیم می‌کند.

پیامهای امام خمینی که از سالیان دراز تا امروز، دلهای مبارزان را گرم و آتش مبارزه را روشن و مشتعل نگه داشته است، سه ویژگی اساسی دارد:

۱. برانگیزندگی خلق

۲. هدایت و ترسیم خطّ انقلاب

۳. ثبت دقیق تاریخ قیام و مبارزهٔ مردم

۱. برانگیزندگی خلق

مشخّصهٔ بارز پیامهای امام، تأثیر قاطع آن در برانگیختن مردم بود و هست. نه تنها در گذشته، که امروز نیز کلام ساده و بی‌پیرایهٔ این مرشد و رهبر، جانِ شیفتگان حقّ و عدالت را مشتعل می‌کند و در آن، شور و هیجان می‌آفریند.

اقیانوس بی‌تلاطم و بی‌هیجان این ملّت را که در طول سالیان متمادی، با تسلیم و سکون همچون خصلتی طبیعی خو گرفته بود، هیچ‌چیز جز این فریاد شور آفرین

نمی‌توانست چنین متلاطم و خروشان کند.

حکّام ستمگر، در طیّ قرون و اعصار، نیروی زیادی را صرف این کرده بودند که از ما ملّتی دلمرده و ناامید بسازند و دورنما و نتیجهٔ هر نوع مبارزه با ستمگری را تاریک و محکوم به شکست جلوه دهند. فرهنگ ترس و یأسِ حاکم بر روابط اجتماعی، مبارزهٔ ملّت و قدرت طاغوت را به مثابهٔ حکایت «مشت و سندان» تبلیغ می‌کرد و شگفتا که در این تبلیغ، ظاهراً موفّق هم شده بود. حکایت قَدَر قدرت بودن شاهان ستمگر، عرصهٔ ادبیّات، شعر، سرود، ترانه، افسانه، ضرب‌المثل و همهٔ مظاهر فرهنگی جامعه را تحت سیطرهٔ خود قرار داده بود. در این فرهنگ منحطّ، مستضعفان به صورت قشری ناآگاه، مأیوس و بی‌آینده تصویر می‌شدند. و این اصل بی‌اساس که ستمگران برای حکومت کردن و ستمدیدگان برای زیر سلطه ماندن آفریده شده‌اند، از دورانهای دور تاریخ، تا روزگار ما، به صورت اصلی ثابت و محتومْ ترویج می‌شد.

در دوران سلطهٔ چنین فرهنگی که برانگیختن مردم به مبارزه با حکومتی جابر و جائر، به زبان و قلمی همتای زبان و قلم انبیاء نیازمند بود، کلام امام، دیوار سکوت قرنها را فرو ریخت و مرگ را و جلاّد را در نظر مردمی که به او امید بسته بودند، به یک اندازه خوار و حقیر و بی‌مقدار کرد. اغراق نیست اگر بگوییم که رژیم ددمنش، برای خنثی کردن هر جمله از سخن و پیام امام، صدها گلوله به سوی پیروان او شلّیک کرد و ناموفّق ماند.

نگاهی به روزهای تاریخساز دوران اخیر، نشان می‌دهد که کلام امام، چه آتشی در سینهٔ آرزومندان و طالبان حقّ و قسط و آزادی برمی‌افروخت و دژخیمان طاغوت در برابر آن، چه می‌کردند.

از ۱۵ خرداد ۴۲ تا ۱۷ شهریور ۵۷، صدها روز سرنوشت‌ساز در شهرها و روستاهای این کشور آفریده شد که در آن، رگبار گلولهٔ مزدوران شاه، سعی در خاموش کردن فریاد خلق داشت. در همهٔ این روزها، نفس گرم امام، آتش مبارزه را شعله‌ورتر و فریاد خلق را رساتر کرد.

این سخن آتشین شعوربخش شورآفرین، که روزی تنها در حوزهٔ درس و بحث به گوش مستمعان می‌رسید و روح تشنهٔ شاگردان متعهّد را سیراب می‌کرد، پس از اندک‌زمانی، عامل تهییج همهٔ ملّت شد و اکنون در اقصیٰ نقاط گیتی، زبان آرزوها و

آمال میلیونها مسلمان انقلابی جهان است.

اکنون این کلام که در کشورهای تحت سلطه به محرومان و ستمدیدگان امید می‌بخشد، افقی روشن در برابر دیدگان منتظرشان گشوده و خواب از چشم سلطه‌جویان ربوده است.

ابرقدرتها، این بتهای جدید جهانی، امروز از نهیب این مرد لرزیده‌اند. زودا که به طنین فریاد پیروان او در سراسر جهان به خاک فرو غلتند. و چنین است که او را «امید مستضعفان جهان» و «ابراهیم زمان» دانسته‌اند.

۲. هدایت و ترسیم خطّ انقلاب

خصوصیّت دوم پیامهای امام، هدایت امّت و ترسیم خطّ حرکت انقلابی است.

سخن گیرا و روحبخش امام، پیوسته در لحظات تصمیمهای سرنوشت‌ساز، تردید و ابهام را در دلها شکسته و راه روشن را ارائه کرده است.

در یک حرکت انقلابی، لحظاتی و مقاطعی پیش می‌آید که راه بر انقلابیّون بسته شود و هنگامی که این حرکت از یک جمع کوچک و مخصوص، به سطح وسیع ملّت منتقل گردد، چنین مواردی بیشتر می‌شود، و نهضت خونبار ما، چه لحظات دشواری از این قبیل را گذرانیده و دلهای مخلص و عاشق مبارزه، چها از دست کسانی که تخم تردید و ابهام می‌افشاندند، کشیده است.

در نخستین طلیعه‌های نهضت در سال ۴۱، در بروز اوّلین برخوردهای خشن و جدّی، در هنگام رفراندوم فرمایشی محمّدرضا، در حوادث پیاپی و بی‌سابقهٔ سال ۴۲ و گذرگاههای خطرناکی که روحانیّت و طیف پیرامون آن و نیز همهٔ مردم که در جریان آن قرار می‌گرفتند، هرگز پیش‌بینی آن را نکرده و نظیرش را از گذشته بیاد نداشتند، در حادثهٔ استثنائی عاشورای آن سال که به قیام ۱۵ خرداد منتهی شد و در حوادث تلخ و خونین بعد از آن و آنگاه در همهٔ مقاطع مهمّ سالهای بعد تا هنگامهٔ شکوفایی نهضت، موارد بیشماری را می‌توان یافت که در آن، کاروان پرتلاش و پرانگیزهٔ یاران انقلاب، به دو راهیهای صعب و پرحیرتی رسیده و راه را ندانسته است.

معمولاً در چنین مقاطعی، سرنوشت نهضتْ بسیار اضطراب‌انگیز و نگران‌کننده می‌شود. گمانِ کشانده‌شدن به انحراف و سازش یا به کاری نسنجیده و زیانبار یا به

اختلاف و دوگانگی در عناصر اصلی مبارزه و آنگاه در همهٔ مردم، در این موارد و در همهٔ نهضتها بسیار است و امیدِ به سلامت جستنِ نهضت، بدون داشتن راهنما و معلّمی حکیم، بسیار کم.

در این لحظات حسّاس، در این هنگامه‌های ابهام و اشتباه و اَحیاناً یأسی که از ندانستن و راه نبردن برمی‌آید، رهبری امام خمینی همواره مشکل را گشوده و راه را نموده است. سخن امام، اطّلاعیّهٔ کوتاه یا بلند امام، نوار سخنرانی امام که چون پیام‌آور قاطعی همه‌جا می‌رفت و به آن سوی همهٔ درهای بسته می‌رسید، تردیدها را برطرف کرده و راه اختلاف را بسته است. همه فهمیده‌اند که چه باید کرد و چه باید گفت و چگونه... «اعلامیّه» یا «نطق» امام، دهان مخالفان را بسته و منطقشان را ضعیف کرده و ایمانی واضح و بی‌تردید در راهروان دمیده است.

بعد از پانزدهم خرداد ــ اوّلین حادثهٔ خونین و دسته‌جمعی که کشتگان آن را تا هزارها نفر شمردند ــ از سوی چپ‌ترین تا راست‌ترین عناصر و جناحها زمزمهٔ شکّ و تردید آغاز شد: چپها که به‌کمک پشتیبانان خارجی بزرگشان می‌توانستند صدای خود را در همه جا پراکنند، آن را «یک شورش کور» خواندند، کاری که از آن باید پشیمان بود و راه منتهی به آن را قطع کرد. بعضی از نام و نشان‌دارترین اسلامیها هم آن را ضایعه‌ای می‌دانستند که بهترین و متدیّن‌ترین جوانان ما را که باید مروّج اسلام باشند، به کام مرگ داد و ما را تنها گذاشت!

میان این دو قطب، کم نبودند عناصر دلبسته به سخن این و آن که نه فقط در آینده که حتّی در گذشته ــ گذشته‌ای که خود در آن سهم داشتند ــ نیز به چشم تردید و بدبینی می‌نگریستند.

این گفته‌ها، فضا را با شکّ و دودلی آلوده بود...

امام پس از آزادی از زندان و حصر ــ که در شب پانزدهم خرداد شروع شده و چند ماه بطول انجامیده بود ــ در اوّلین سخنرانی خود که پس از عطش چندین ماههٔ مردم، ذرّه ذرّهٔ جان آنان را سیراب می‌کرد، همهٔ تردیدها را برطرف کرد و با ستایش از حرکت مردمِ در پانزدهم خرداد و تجلیل از شهدای حادثه و بازماندگانشان، آن روز و آن قیام و آن شهیدان را سازندگان تاریخ انقلاب و راهگشای راههای بعد ساخت.

سال بعد از حادثهٔ خرداد، در ماجرای مصونیّت اتباع امریکایی که یادآور

کاپیتولاسیون ننگین بود، هیچ‌کس از مردم و مبارزان نمی‌دانستند چه باید کرد و راهْ کدام است. آن به اصطلاح مصلحان اجتماعی و ریش‌جنبانان فرنگ رفته و حقوق خوانده و ایران‌پرست که هیچ، مدّعیان انقلابیگری و مبارزه با امپریالیسم و استبداد و امثاله، نیز با آنهمه ادّعا و مدّعا، نفسی نکشیدند و اعتراضی نکردند و این خیانت تحقیرآمیز و حیثیّت‌بر باد ده را با سکوت و ترس و تردید گذرانیدند. ملّت از سوی هیچ‌یک از مدّعیانْ راهنمایی نشد. تنها فریاد امام خمینی و آن نطق افشاگر و روشنگر بود که با ذکر جزئیّات، همه چیز را برملا و مردم را به معنای واقعی رهبری کرد.

در طول تبعید، در سنگر تدریس فقه اسلام و در بالاترین و وزین‌ترین کرسی حوزه‌های علمیّه و از حنجرهٔ یک مرجع تقلید محبوب و مردمی و شجاع، در طول سالیان اختناق، همواره راه دراز و دشواری را که در مقابل مردم ایران بود، به آنان نمود و خطّ حرکت را ترسیم کرد. همیشه در دوراهیها راه درست را مشخّص ساخت. همیشه در گیرودار ترفندهایی که دشمن در داخل کشور می‌ساخت و شعارهایی که برای فراموش شدن شعارهای اصلی سر می‌داد، و مایه‌های اختلافی که میان مردم می‌آفرید و جناح‌بندیهایی که از عناصر مبارز پدید می‌آورد، و همچنین در هنگامهٔ شدّت عملهایی که نشان می‌داد و تهاجماتی که نسبت به قشرهای مؤثّر مانند روحانیّون و دانشجویان می‌کرد و فشارهای بیشتر از اندازه‌ای که اینجا و آنجا می‌آورد... سخن، پیام و نظر امام بود که عِلاج و داروی قطعی محسوب می‌گشت. در این موارد، همه به طور طبیعی منتظر بودند ببینند از نجف، از امام، چه می‌رسد و هنگامی که می‌رسید، همه آن را می‌نوشیدند و می‌نیوشیدند و دست به دست می‌گرداندند و آهنگ آن کلام، در زمانی کوتاه همه جا را و همهٔ دلها را می‌گرفت، در سطح کشورْ پراکنده می‌شد و هیچ‌کس و هیچ‌جا را بی‌نصیب نمی‌گذاشت.

در سالهای آخر اختناق، این راهنماییها، شتاب، قاطعیّت و صراحت پیامبرانه‌ای گرفته بود. بر همهٔ نظرات و سلیقه‌ها، بر همهٔ تردیدها و دودلیها، بر همهٔ ضعفها و سستیها فائق می‌آمد و در میان کوهی از مشکلات، ناباوریها و ناتوانیها، راهی به وسعت عبور یک ملّت می‌گشود.

آخرین فصل مبارزه بر ضدّ رژیم تحمیلی شاه، یعنی از اوایل سال ۵۶ تا ۲۲ بهمن سال ۵۷، سرشار از حوادثی است که در هر کدام، نقش رهبری امام که در پیامها،

گفتارها و اعلامیّه‌هایش متجلّی بود، برجسته‌تر و نمایانتر از گذشته است:

ـ کشانیدن مردم به مقاومت در برابر کشتارهای جمعی و ایجاد سلسلهٔ اربعینات.

ـ روشنگری در باب نقش رژیم در فاجعهٔ سینما رکس آبادان.

ـ وادار کردن مردم به مقاومت در برابر تهاجم مسلّحانه و خونین رژیم.

ـ آماده‌سازی مردم برای بهره‌برداری از محرّم سال ۵۷ و اعلام «پیروزی خون بر شمشیر».

ـ طرح شِعار «شاه باید برود» آن هم در هنگامی که هیچ‌کس در داخل و خارج کشور به فکر این نسخه برای دردهای ایران نبود و هرگز کسی جرأت طرح آن به صورت فرضیّه را هم نمی‌کرد.

ـ اعلام مواضع قاطع در برابر دولتهای ناپایدار ماههای اخیر و سلب هیبت و اُبهت حکومت نظامی و سپس دولت نظامی.

ـ افشای چهرهٔ سالوس دولت مدّعی ملّیگری و ایستادگی قاطع در برابر تقاضای ریاکارانهٔ رئیس آن دولت که می‌خواست در پاریس با امام ملاقات کند.

ـ پس از ورود به ایران، اعلام خلع دولت دست‌نشانده و تعیین دولت موقّت، و آنگاه موضعگیری در برابر حوادث لحظه به‌لحظهٔ انقلاب و خطّ دهی و راهنمایی مردم در عبور از مهمّترین گذرگاه تاریخ این کشور در طول چندین قرن.

در همهٔ این حوادث، سخن امام و پیام روشن و بی‌ابهام او، در میان اضطراب و تشویش گروهی و حیرت یا جهالت گروهی دیگر، همیشه حرف آخر را با قاطعیّت گفته و راهی را که مردم باید بپیمایند، به آنان نشان داده است. و البتّه بدون استثناء، مردم هم همان راه را برگزیده و پیموده‌اند.

پس از پیروزی انقلاب، در دهها واقعهٔ بزرگ و تعیین‌کننده، تنها کلام متین و سنجیدهٔ امام بود که خطّ انقلاب را از خطوط دیگر مشخّص ساخته و مردم را بدان سوق داده است. مردم از این دریچه، همواره ارادهٔ خدا را شناخته و رفع شبهه‌ها و پاسخ سؤالهای خود را یافته‌اند.

و به کجا می‌رفت کاروان انقلاب، اگر این رهبری الهی نمی‌بود و این ناطقهٔ الهی نمی‌گفت؟!

۳. ثبت دقیق تاریخ قیام و مبارزهٔ مردم

پیامهای امام، در عین حال زبان گزارشگر صادق و آیینهٔ تاریخ مکتب و ملّتی است که هر لحظهٔ آن با حوادث عظیم همراه و عجین بوده است.

و این، سومین ویژگی این پیامها و سخنهاست.

در این آیینه، راستیها و درستیهای انقلابی که ریشه در صدر اسلام دارد، منعکس است و این، فرصت مغتنمی است برای ملّت انقلابی ما که بتواند انقلاب اسلامی را از تحریف تاریخی که از آفات هر انقلاب است، مصون بدارد. و نیز برای بینندگان و تحلیلگران که درست‌ترین روایتهای تاریخی از این انقلاب بزرگ را در خلال این سندهای ارزشمند بجویند و از آن بهره‌ببرند.

در چهارده قرن گذشته، جویندگان حقّ و عدالت، صدها بار علیه ظلم و کفر و استکبار قیام کرده‌اند. امّا قسمت اعظم این قیامها یا به توسّط زورمندان و ستمگران سرکوب، یا به‌وسیلهٔ منافقان و معاندان، از مسیر خود منحرف و یا به توسّط تاریخ‌نگاران سرسپرده و مزدبگیرِ حکّام سلطه‌جو، تحریف شده است.

دشمنان انقلاب اسلامی ایران، از بدو شروع انقلاب تا امروز، این هر سه آفت را در مقابله با انقلاب، بارها آزموده‌اند و پس از این نیز خواهند آزمود.

ائمّهٔ کفر که در زمان ما به صورت دو اَبَرقدرت شرق و غرب و عوامل و اذناب آنان جلوه کرده‌اند، اگر نتوانند انقلابی را که به هیچ قدرت بیگانه متّکی نیست سرکوب و نابود کنند، از آن دو راه دیگر وارد خواهند شد.

نخست می‌کوشند تا انقلاب را از مسیر خویش منحرف کنند. و چنانکه می‌دانیم عمّال بیگانه، در به‌انحراف کشاندن این انقلاب، از هیچ سعی و تلاش فروگذار نکرده‌اند و از این پس نیز دست از توطئه برنخواهند داشت.

در مجموعهٔ پیامهای امام، موارد زیادی وجود دارد که نقشهٔ این عوامل، کشف و افشا و راه خنثی‌سازیِ آن نشان داده شده است. این خطّ باید برای آیندگان محفوظ و مضبوط بماند.

امّا اگر این رهنمودها با هوشیاری امّت درآمیزد و راه انحراف را به تمام و کمال سدّ کند، آنگاه دشمنان، راه تحریف تاریخ انقلاب اسلامی را درپیش‌خواهندگرفت.

آنها، تاریخ‌نگاران مزدور را مأمور خواهند کرد تا حقایق و واقعیّات تاریخی

انقلاب اسلامی را به‌گل‌ولای دروغ و تحریف بیالایند و با غبار جعل، سطح این آیینهٔ شفّاف را کَدِر کنند. این کار را غرب‌زدگان و شرق‌زدگان در همین قرن با نهضت مشروطهٔ مشروعه کرده و مردم را از دستیابی به سرچشمهٔ واقعیّات تاریخی این قیامِ صددرصد اسلامی که از همان آغاز به انحراف کشیده شد، محروم ساخته‌اند.

قیامهای علویان، قیام سربداران، قیام سیّد جمال‌الدّین، قیام تنباکو، قیام جنگل و حتّی نهضت ملّی و بسیاری از قیامها و جنبشهای اسلامی و ایرانیِ دیگر، از سرکوب، انحراف و تحریف به توسّط دشمنان، مصون نمانده است.

صحیفهٔ انقلاب

مجموعهٔ پیامهای امام، صحیفهٔ انقلاب ماست. این مجموعه، خطّ سیر انقلابی مردم مسلمان ایران را از آغاز تا پیروزی و از پیروزی تا امروز، ترسیم می‌کند. این مجموعه، جهت حرکت آیندهٔ ملّت ما را نشان می‌دهد و محتوای آن، تکلیف و وظیفهٔ ما را در فاصلهٔ دو قیام بزرگ ـ قیام سیّدالشّهدا علیه‌السّلام و قیام مهدی موعود ارواحُنا لَهُ الفِدا ـ یادآور می‌شود.



اینک مجموعهٔ پیامهای امام، در برابر تاریخْ گشوده است. هر جملهٔ این کتاب عظیم، عصارهٔ رنج محرومان است. اکنون شما مورّخان، شاعران، نویسندگان، نقّاشان و هنرمندان متعهّد و مسؤول، قادرید رنجنامهٔ ملّتتان را با استفاده از آن، برای آیندگان بنگارید. شما اکنون بخشی از اصیل‌ترین و صریح‌ترین منبع یکْ حماسهٔ عظیم دوران را در اختیار دارید. این، فرصت مغتنمی است که نباید آسان از دستش داد.

و اکنون شما ای ملّت بزرگ! و شما ای خدمتگزاران اسلام و مسلمین! آیینهٔ تمام نمای آرمانها، هدفها، آرزوها و خواستهای خود را در برابر دارید. نگاه مستمرّ بر این آیینهٔ پاک را فریضه و رهنمودهای درسِ فراموش‌نشدنیِ انقلاب خود بدانید.

ملّت ایران باید ناظرِ همیشه بیدارِ تک‌تک جملات هستی ساز این پیامها باشد و انحراف از آن را بر کسی مجاز نشمرد، چرا که استقلال را، آزادی را و جمهوری اسلامی را از این پیامها دارد.



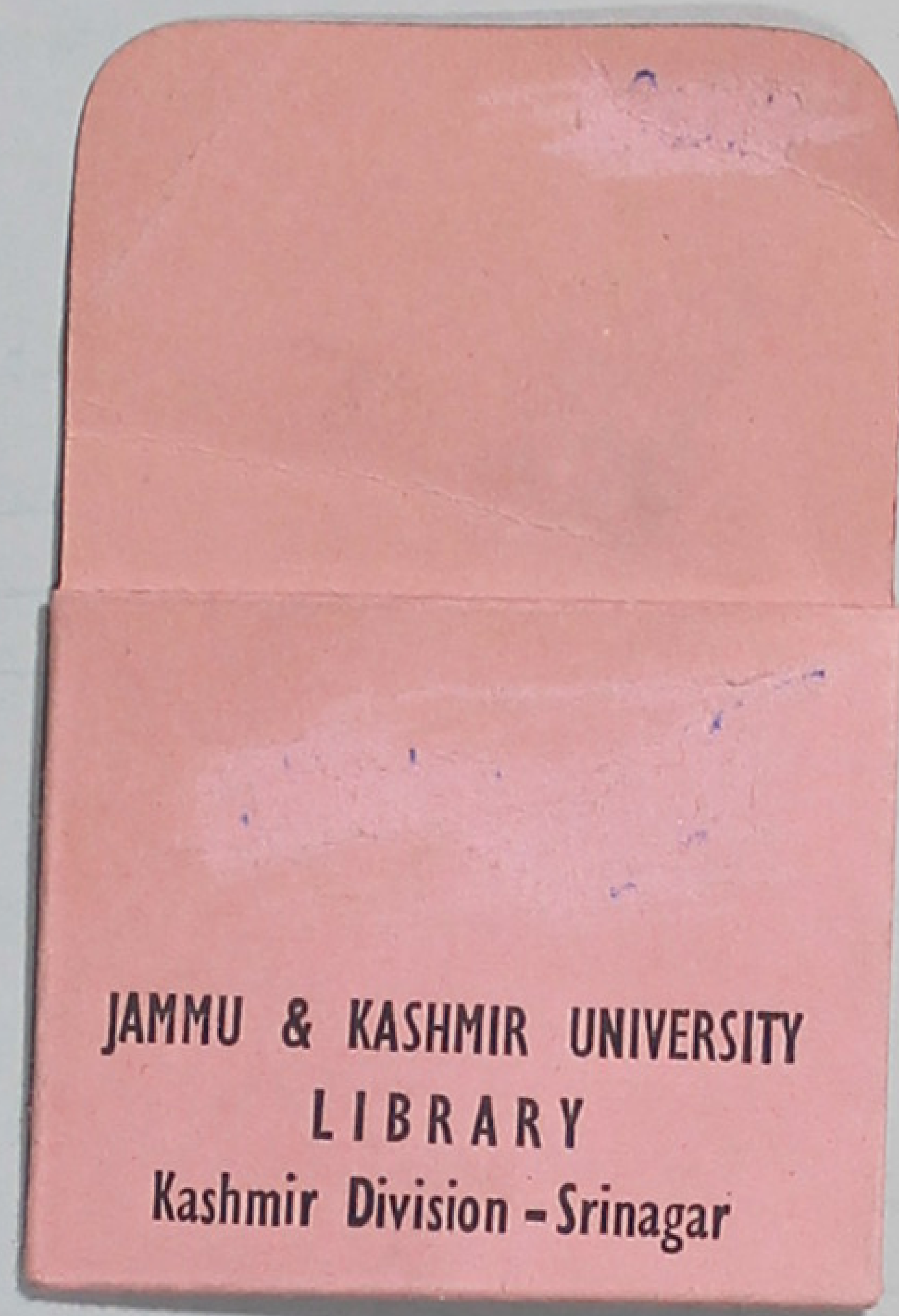
با اینهمه، این مجموعه. تاریخ کامل انقلاب اسلامی نیست. برای تدوین تاریخ کامل انقلاب اسلامی ایران، باید وصیّتنامهٔ شهیدان، تصویر جانبازان، آثار شکنجهٔ طاغوت بر پیکر مبارزان و لحظه لحظهٔ خاطرات دوران اختناق و نیز تداوم همان مبارزات با سرکردگان استکبار جهانی پس از پیروزی و ایثار بیدریغ همهٔ مردم مسلمان و انقلابی ایران، به این مجموعهٔ عظیم اسلامی و انسانی افزوده شود. این، کاری است که انجام آن از همّت مورّخان، شاعران، نویسندگان، گویندگان، نقّاشان و همهٔ هنرمندان متعهّد و مسؤول، انتظار می‌رود.

والسّلام علیکم و رحمةالله وبرکاتهُ
سیّد علی خامنه‌ای
رئیس جمهوری اسلامی ایران

توضیحات

اَذْنَابْ : دُمیں جمع ذَنَبْ ۔
اَرْوَاحُنالَہُ الْفِدَا : ہماری جانیں اس پر فدا ہوں۔
اِسْتِضْعَاف : کمزوری، اور ناتوانی کیطرف کھینچنا۔
اِسْتِکْبَار : تکبّر، سرکشی کرنا، غرور کرنا۔
اُسْوَہ : پیشوا، قائد، رہنما، نمونہ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ.... : تعریف اس خدا کی جس نے ہمیں اس توفیق کی جانب ہدایت کی، اگر خدا ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔
اعلیٰ ترین درود وسلام محمدؐ (ص) پر جنھوں نے خدا کی رحمت کا پیغام دیا اور اس کے غضب سے ڈرایا۔
اِنْفِکَاکْ : جُدائی، الگ ہو جانا، علیحدگی۔
بی بدل : بی مانند، جس کا کوئی بدل نہ ہو۔
تحریف : لغت میں اس کے معنیٰ ہیں ایک لفظ کو کسی دوسرے لفظ سے بدل دینا۔ اصطلاحی معنی الفاظ، اصطلاحات اور عبارات کے مفہوم کو بدل کر غیر حقیقی رنگ میں پیش کرنا ہے۔
ترفند : حیلہ، بہانہ، نیرنگ۔
توطۂ : سازش، کسی کے خلاف کوئی چال چلنا۔

جائر : ستمگر، ظالم، اسم فاعل از جور۔
جناح : لغت میں اس کے اصل معنیٰ بازو کے ہیں لیکن اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد دستہ، گروہ، جماعت اور طرفداری جاتی ہے۔ جیسے جناح راست، چپ، معتدل تندور
سلسلۂ اربعینات : شہدائے کربلا کی یاد میں چہلم کی مجالس منعقد کرنا۔ گذشتہ عہدِ حکومت میں جو مختلف قصبات اور چھوٹے شہروں میں چہلم کی مجالس منعقد کی جاتی تھیں ان کی طرف اشارہ ہے۔
مشرق زدگان : ایسے لوگ جن کے افکار پر مشرقی تمدّن کے خیالات کا غلبہ ہو۔
طیف : کسی چیز کے گرد جمع ہونا، مجازی معنیٰ ہیں کہ متعدد اجزاء اور آحاد کا کسی مرکزی ذرّے (ایٹم) کے گرد جمع ہونا۔
عجین : آمیختہ، معجون کی طرح گُندھا ہوا۔
غرب زدگان : ایسے لوگ جن کے افکار و خیالات پر مغربی تہذیب و تمدّن مسلّط ہو۔


JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
Kashmir Division - Srinagar

امام خمینی کے خطبات دراصل اس امین رہبر کے قاصد ہیں جو عوام کی طرف روانہ کئے جاتے ہیں۔ یہ قاصد اسلامی تحریک کے آغاز سے اب تک مختلف موقعوں پر عوام کے درمیان پہنچے ہیں انھوں نے اس رمز یہ انداز میں جس کو تمام دوست جانتے ہیں مگر دشمن بالکل نہیں سمجھتے، عوام کے دلوں کے دروازوں پر جاکر دستک دی ہے اور ان کے گھروں کے نہاں خانوں میں داخل ہوئے ہیں، انھوں نے محرومین کے کانوں میں پیغام الٰہی پہنچایا ہے۔ ان پیغامات میں آگ کی طرح شعلہ ور ہونے کی تاثیر تھی۔ جن کو پاکر ایمان کی محافظ سپاہ دشمن کے خلاف جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوگئی۔ جن میں سے ہر سپاہی نے اپنے نئے جوش و ولولے سے انقلاب میں حرکت پیدا کی۔

امام خمینی کی طولانی و پُر برکت عمر دینی درسگاہوں میں تحقیقی کام انجام دینے اور عربی زبان کے قدیم مُتون کی تدریس میں گذری ہے۔ یہ پیغامات اسی شخص کے قلم کی تراوش کا نتیجہ ہیں، اور ایسی سادہ زبان میں لکھے گئے ہیں کہ ہر فارسی داں کے لئے قابلِ فہم ہیں۔ ادبی نقطۂ نظر سے ان پیغامات میں یہ ہنر پنہاں ہے کہ سادگی کے باوجود بہت ہی عمیق ہیں۔ ان سے ہر شخص اپنی فہم کے مطابق بہرہ مند ہوتا ہے۔ عوام اس سے درس حاصل کرتے ہیں۔ خواص ان سے باریک نکتے اخذ کرتے ہیں۔

امام خمینی کی فارسی تحریر نوجوانوں کو یہ درس دیتی ہے کہ بغیر اس کے کہ بال برابر بھی مطالب کے عمق، ان کی باریکی اور صحت الفاظ میں فرق آئے، کس طرح فارسی رواں، پُرجوش اور حرکت آفرین لکھی جاتی ہے۔

پیام امام خمینی، بمناسبت روز زن

به زنان پرافتخار ایران مُباهات میکنم

بسم‌الله الرَّحمٰنِ الرَّحیم

روز ولادتِ سرتاسر سعادت صدّیقهٔ طاهره را که والاترین روز برای انتخاب روز زن است، به ملّت شریف ایران خصوصاً زنان محترم تبریک و تهنیت عرض می‌کنم. این ولادت باسعادت، در زمان و محیطی واقع شد که زن به‌عنوان یک انسان مطرح نبود و

وجود او موجب سرافکندگی خاندانش در نزد اقوام مختلف جاهلیّت بشمار می‌رفت. در چنین محیط فاسد و وحشتزای، پیغمبر بزرگ اسلام دست زن را گرفت و از منجلاب عادات جاهلیّت نجات بخشید و تاریخ اسلام، گواه احترامات بیحدّ رسول خدا (ص) به این مولود شریف است، تا نشان دهد که زن، بزرگی ویژه‌ای در جامعه دارد که اگر برتر از مرد نباشد، کمتر نیست. پس این روز، روز حیات زن و روز پایه‌گذاری افتخار و نقش بزرگ او در جامعه است. اینجانب به زنان پرافتخار ایران مباهات می‌کنم که تحوّلی آنچنان در آنان پیدا شد که نقش شیطانیِ بیش از پنجاه سال کوششِ نقّاشان خارجی و وابستگان بی‌شرافت آنان، از شعرای هرزه گرفته تا نویسندگان و دستگاههای تبلیغاتی مزدور، را نقش بر آب نمودند، و اثبات کردند که زنان ارزشمند مسلمان، دچار گمراهی نشده و با این توطئه‌های شوم غرب و غربزدگان آسیب نخواهند پذیرفت. هر چند در طول سلطنت غاصبانهٔ پهلوی با آن بوق و کرناهای تبلیغاتی، بجز مشتی زنان مرفّه طاغوتی و وابستگان ساواکی و سرسپردگان آنان، دیگر قشرهای میلیونی زنان متعهّد که اساس ملّت مسلمانند، در دام فریب دلباختگان به غرب نیفتاده و با عمل خود در طول پنجاه سال سیاه، با روی سفید نزد خدا و خلق، شجاعانه مقاومت نموده‌اند، لکن در این تحوّل الهی اخیر، امید کوردلانی را که قبله‌گاه خود را غرب می‌دانستند و اکنون هم می‌دانند، به طور قاطع و برای همیشه قطع نموده‌اند.

پیروز و سرافراز باد نهضت اسلامی زنان معظّم ایران. افتخار بر این قشر عظیمی که با حضور ارزشمند و شجاعانهٔ خود در صحنهٔ دفاع از میهن اسلامی و قرآن کریم، انقلاب را به پیروزی رسانده و اکنون هم در جبهه و پشت جبهه در حال فعّالیّت و آمادهٔ فداکاری هستند. رحمت خداوند بر مادرانی که جوانان نیرومند خود را به میدان دفاع از حقّ فرستاده و به شهادت ارجمند آنان افتخار می‌کنند. نفرت بر آن عروسکهایی که در کاخهای ننگین داخل و خارج، به زندگانی حیوانی پست دل‌بسته و جز به فکر فسادانگیزی نیستند. بریده باد زبانها و دستهای جنایتکاری که با گفتار و قلمفرسایی خود کوشش دارند جمهوری اسلامی را بشکنند و کشور عزیز را به دامن چپ یا راست بکشانند. درود بی‌پایان بر زنان متعهّدی که اکنون در سراسر کشور به تربیت نوباوگان و تعلیم بیسوادان و تدریس علوم انسانی و آموزش فرهنگ غنیّ قرآنی اشتغال دارند و درود خدا بر زنانی که در این انقلاب و در دفاع از میهن، بەدرجهٔ والای شهادت نائل

شده‌اند، و بر آنانی که در بیمارستانها و درمانگاهها در خدمت معلولان و بیماران می‌باشند، و درود بر مادرانی که جوانان خود را با افتخار از دست داده‌اند. مبارک باد روز زن بر زنان متعهّد کشورهای اسلامی، و امید آن است که جامعهٔ زنان از غفلت و خواب مصنوعی که از جانب چپاولگران بر آنان تحمیل شده است، برخیزند و همگان دوش‌بدوش هم به‌داد بازی‌خوردگان برسند و زن را به مقام والای خود هدایت کنند، و امید است که زنان سایر کشورهای اسلامی، از تحوّل معجزه‌آسایی که برای زنان ایران در اثر انقلاب اسلامی حاصل شده، عبرت گرفته و بکوشند تا جامعهٔ خود را اصلاح نمایند و کشورهای خود را به آزادی و استقلال برسانند. رحمت و برکت حقّ تعالی نثار زنان باشخصیّت اسلام و ایران عزیز.

والسَّلامُ عَلیٰ عِبادِاللهِ الصّالِحینَ مِنَ المؤمِنینَ وَالمُؤمِنات
چهارم اردیبهشت ۱۳۶۰ ــ ۱۹ جُمادی‌الثّانی ۱۴۰۱
روح‌الله الموسویّ الخمینی

حج عالم اسلام کی وہ باشکوہ اور پُرخروش پن چکّی ہے جو امّتِ مسلمہ کے وسیع دریا کے شیرین پانی کی قوت سے کعبے کے محور کے گرد گھومتی رہتی ہے۔ آج اس چکّی کے پاٹوں کے بیچ کون سی چیز پس کر باریک ہورہی ہے، کون سی ایسی سختی ہے جس کو پیس کر یہ چکّی نرم بنارہی ہے؟ بہت عرصے سے حج کی اس چکّی کی حرکت مسلمانوں کی نجات کے حق میں نہیں ہورہی ہے۔ اس عظیم خدائی طاقت سے جس میں اجتماعی حرکت پنہاں ہے عامۂ مسلمین کی مصیبتوں کو دور کرنے کے لئے کوئی کام نہیں لیا جارہا ہے۔

امام خمینی ہمیشہ اپنے متین وسنجیدہ کلام اور صدق دل وخلوص نیت سے اسلامی حقائق کی اس پگھلا دینے والی آگ پر سے تحریف وتخریب کی خاکستر کو ہٹاتے رہتے ہیں۔ انھوں نے تمام دُنیا کے مسلمانوں کے نام پیغام بھیجا ہے، یہ پیغام گویا ایک آئینہ ہے جس میں انھوں نے حج کی صُورت کو نمایاں کیا ہے۔ تاکہ دُنیا کے تمام مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور اس خدائی فریضے کی عظمت کو پہچانیں۔ دوسرے تمام پیغامات کی طرح اس پیغام کی فارسی نثر بھی خالص فارسی ادب کا ایک ممتاز نمونہ ہے، جس نے اسلامی فرہنگ وتمدن سے مایہ وتوشہ حاصل کیا ہے۔

پیام امام خمینی

به زائران بیت‌الله‌الحرام و مسلمانان سراسر جهان

بسم الله الرّحمن الرّحیم

فرا رسیدن عید بزرگ اسلامی قربان را به همهٔ مسلمین تبریک عرض می کنم، عیدی که انسانهای آگاه را به یاد قربانگاه ابراهیمی می‌اندازد، قربانگاهی که درس فداکاری و جهاد در راه خدای بزرگ را به فرزندان آدم و اصفیاء و اولیای خدا می‌دهد. عمق جنبه‌های توحیدی و سیاسی این عمل را جز انبیاءِ عظام و اولیاءِ کرام علیهم الصّلوة والسّلام وخاصّه عبادالله کس دیگری نمی‌تواند ادراک کند. این پدر توحید

و بت‌شکن جهان به ما و همهٔ انسانها آموخت که قربانی در راه خدا پیش از آن که جنبهٔ توحیدی و عبادی داشته باشد، جنبه‌های سیاسی و ارزشهای اجتماعی دارد.

به ما و همه آموخت که عزیزترین ثمرهٔ حیات خود را در راه خدا بدهید و عید بگیرید، خود و عزیزان خود را فدا کنید و دین خدا و عدل الهی را برپا نمایید. به همه ما، ذرّیهٔ آدم، فهماند که مکّه و مِنیٰ قربانگاه عاشقان است و اینجا محلّ نشر توحید و نفی شرک که دلبستگی به جان و عزیزان نیز شرک است. به فرزندان آدم درس آموزنده جهاد در راه حقّ را داد که از این مکان عظیم نیز فداکاری و از خودگذشتگی را به جهانیان ابلاغ کنید.

به جهانیان بگویید در راه حقّ و اقامهٔ عدل الهی و کوتاه کردن دست مشرکانِ زمان باید سر از پا نشناخت و از هر چیز حتّی مثل اسمعیل ذبیح‌الله گذشت که حقّ جاودانه شود. این بت‌شکن و فرزند عزیزش بت‌شکن دیگر سیّد انبیاء محمّد مصطفی صلّی الله علیه وآله وسلّم بِهِ بشریّت آموختند که بتها هر چه هست باید شکسته شود و کعبه که امّ القری است و آنچه از آن بسط پیدا کرده تا آخرین نقطهٔ زمین تا آخرین روز جهان باید از لوث بتها تطهیر شود، بت هر چه باشد چه هیاکل و چه خورشید و ماه و چه حیوان و انسان. و چه بتی بدتر وخطرناکتر از طاغوتهای در طول تاریخ از زمان آدم صفی الله تا ابراهیم خلیل الله تا محمّد حبیب الله صلّی الله علیهم وآلهم اجمعین تا آخر الزّمان که بت‌شکن آخر از کعبه ندای توحید سر دهد. مگر ابرقدرتهای زمان ما بتهای بزرگی نیستند که جهانیان را به اطاعت و کرنش و پرستش خود می‌خوانند و با زور و زر و تزویر خود را به آنان تحمیل می‌نمایند؟ کعبهٔ معظّمه یکتا مرکز شکستن این بتهاست. ابراهیم خلیل در اوّل زمان و حبیب خدا و فرزند عزیزش مهدی موعود روحی فداه در آخر زمان از کعبه ندای توحید سر دادند و می‌دهند. خداوند تعالی به ابراهیم فرمود:

«واَذِّنْ فِی النّاسِ بالحجّ یَأتوکَ رجالاً وَعَلیٰ کُلِ ضامر یَأتینَ مِن کُلِّ فجٍّ عَمیق»

و فرمود:

«وطَهِّر بَیتیَ لِلطّائفینَ والقائمینَ والرُّکَّع السُّجُود» و این تطهیر از همهٔ ارجاس است که بالاترین آنها شرک است که در صدر آیهٔ کریمه است و در سورهٔ توبه می‌خوانیم:

«و اَذانٌ مِن الله ورسولُه اِلَی النّاسِ یَوم الحجّ الاکبر اَنّ الله بریءٌ مِن المشرکینَ و

رَسُولُه» و مهدی منتظر در لسان ادیان و به اتّفاق مسلمین از کعبه ندا سر می‌دهد و بشریّت رابه توحید می‌خواند، همه فریادها را از کعبه و مکّه سر می‌دهند و ما باید از آنها تبعیّت کنیم و ندای توحید کلمه و کلمهٔ توحید را از آن مکان مقدّس سردهیم و با فریادها و دعوتها و تظلّمها و افشاگریها و اجتماعات زنده و کوبنده در مجمع مسلمین در مکّهٔ مکرّمه بتها را بشکنیم و شیاطین را که در رأس آنها شیطان بزرگ است در عقبات رمی کنیم و طرد نماییم تا حجّ خلیل الله و حبیب الله و ولیّ الله مهدی عزیز را بجا آورده باشیم والاّ در حقِ ما گفته می‌شود «ما اکثَر الضَّجیجَ و اقلّ الحجیجَ» امید است حجّاج محترم بیت‌الله الحرام از هر فرقه هستند و اهل هر مذهب می‌باشند در مواقف و مشاعر محترمه دسته جمعی برای پیروزی اسلام بر کفر جهانی دعا کنند و برای بیداری مسلمانان و حکومتهای آنان فریاد کنند و دعای بلیغ نمایند شاید به برکت دعا در محیط وحی و محلّ کسرِ اصنام جاهلیّت خداوند تبارک وتعالی بر مسلمین تفضّل کند و مجد و عظمت صدر اسلام را به آنان برگرداند و دست اجانب و جهانخواران را از بلاد آنان کوتاه فرماید و ابر رحمت و غفران خود را بر سر عموم مسلمین بباراند اِنَّهُ عَفُوٌّ غفور. اینک تذکّر بعضی مطالب برای زائران بیت الله الحرام و عموم مسلمین لازم است،گرچه کراراً عرض شده است.

لزوم توجّه به مناسک حجّ

۱. از امور مهمّه‌ای که لازم است حجّاج محترم و علمای کاروانها وقت شریفشان را صرف آن کنند یاد دادن ویاد گرفتن مسائل حجّ است که کوتاهی از آن ممکن است موجب زحمتهای فراوان شود از قبیل بطلان حجّ یا باقی ماندن به اِحرام.

علمای اعلام کاروانها از زُوّار کاروان خویش دعوت نمایند و برای آنان مجلس درس مناسک قرار دهند و حجّاج واجب است برای یاد گرفتن، لحظه‌ای را کوتاهی نکنند و با تمام توان مسایل را یاد بگیرند و با علم به مسایل، مناسک را عمل کنند.

دین از سیاست جدا نیست

۲. همه می‌دانیم و باید بدانیم که آنچه از قرنها پیش تاکنون به سر مسلمین آمده خصوصاً در یکی دو قرن اخیر که دست دولتهای اجنبی به کشورهای اسلامی باز شده و

سایهٔ شوم آنان، بلاد مسلمین را به تاریکی و ظلمات کشانده است و ذخایر خداداد آنان را به‌باد فنا داده و به‌طور مداوم می‌دهد، غفلت مسلمانان از مسایل سیاسی و اجتماعی اسلام است که به دست استعمارگران و استثمارچیان و عمّال غرب زده و شرق‌زدهٔ آنان به توده‌های مسلمانان محروم تحمیل شده است که حتّی غالب علمای اسلام گمان می‌کردند و می‌کنند که اسلام از سیاست منزّه است و یک شخص مسلمان نباید در سیاست دخالت کند. چپاولگران حیله‌گر کوشش کردند به‌دست عمّال به اصطلاح روشنفکر خود اسلام را همچون مسیحیّتِ منحرف به انزوا کشانند و علما را در چارچوب مسایل عبادی محبوس کنند و اَئمّهٔ جماعات را در مساجد و محافل عقد و ازدواج منزوی و مقدّسین از توده را سرگرم ذکر و دعا و جوانان عزیز را سرگرم عیش و نوش، از صحنهٔ امور سیاسی و اجتماعی و اهتمام به امور مسلمین و گرفتاری بلاد اسلامی خارج نمایند و در این امر توفیق بسزایی پیدا کردند و از این جهالت و غفلتها سوءاستفاده نمودند و بلاد مسلمین را یا مستعمرهٔ خویش نمودند یا به استثمار کشیدند و بسیاری از سلاطین و حکّامِ مسلمین را استخدام نموده و با دست آنان ملّتها را به استضعاف و استثمار کشاندند و وابستگی و فقر و فاقه و پیامدهای آنها گریبانگیر توده‌های دربند گردید و اکنون نیز مسلمین به غفلت خود و عمّال استعمار به تبلیغات خود و ابرقدرتها به سلطه و چپاول خود ادامه می‌دهند و آخوندهای مزدور و درباری به عقب نگهداشتن مسلمانان و جهالت و غفلت آنان دامن می‌زنند و اِنا لِلّهِ و اِنّا اِلَیه راجِعوُن.

خودباختگی، سدّ راه نجات مسلمین

۳. از جمله مسائلی که به مسلمانان و مستضعفان جهان اجازهٔ هیچ‌گونه فعّالیّت برای خروج از قید وبند استثمارگران نمی‌دهد و آنان را به حال رکود و عقب افتادگی نگاه می‌دارد تبلیغات همه جانبه‌ای‌است‌که غرب‌زدگان و شرق‌زدگان یا به امر ابرقدرتها یا با کوتاه نظری خود در سراسر کشورهای اسلامی و استضعافی به راه انداخته و می‌اندازند، آن است که علم و تمدّن و پیشرفت، مختص به دو جناح امپریالیسم و کمونیسم است و آنان خصوصاً غربیها و اخیراً امریکاییها نژاد برتر هستند و دیگران نژاد پست و ناقص هستند و ترقّی آنان در اثر والانژادی آنان است و عقب افتادگی اینان در اثر نقص نژادی است و به تبیین دیگر، آنان انسانهای تکامل یافته هستند و اینان در

حال تکامل، که پس از میلیونها سال به تکامل نسبی می‌رسند پس کوشش برای پیشرفت بی فایده است و آزادگان یا باید وابسته به سرمایه‌داری غرب باشند یا کمونیسم شرق و به‌بیان دیگر ما از خود هیچ نداریم و باید همه چیز را از ابرقدرت غرب یا شرق بگیریم علم را، تمدّن را، قانون را، و پیشرفت را و شما امروز سیاه را می‌بینید که در اثر این تفکّر که بر ما تحمیل کرده‌اند،هر چیز اگر چه ممتاز باشد و از خودی باشد،به‌همین جرم مشتری‌اش کم است و همین را اگر اسم غربی به آن بگذارند مشتری زیاد پیدا می‌کند. پارچهٔ ایران حتماً باید در حاشیه‌اش حروف خارجی و لاتین داشته باشد تا مشتری پیدا کند و مرضهایی که در خود کشور به نحو شایسته معالجه می‌شودبایدبه خارج سفر کرد تا معالجه شود و این باور در حالی است که بعضی دانشمندان و نویسندگان غیر مسلمان با شواهد زنده ثابت نموده‌اند که تمدّن و علم از اسلام به اروپا رفته و **مسلمانان** در این امور پیشقدم بوده‌اند. باید گفت که دانشگاههای ما یا به دست یک مشت غرب‌زدهٔ‌خودباخته یا مزدور اداره می‌شد و دانشمندان متعهّد در اقلّیت بودند و قدرت را از آنان سلب کرده بودند و آن‌دستهٔ اکثریّتِ غرب‌زده جوانان راعاشق‌غرب می‌کردند و فوج‌فوج به خارج می‌فرستادند و.در خارج دست استعمار کار خود را می‌کرد و جوانان را در حدّی که مطلوب استعمارگران بود نگه می‌داشتند و با افکار غربی و غیر اسلامی و غیر ملّی به کشور باز می‌گرداندند و این فاجعهٔ قرن اخیر برای ممالک اسلامی و اشباه آنها بود و حدیث مفصّل را از این مجمل باید خواند.

۴. و از جمله چیزهایی که مانع دفاع مسلمین از کشورهایشان است تبلیغات دامنه‌دار برای هر چه بزرگتر جلوه دادن قدرتهای خارجی است. در سابق از انگلیس به همّت به اصطلاح روشنفکران و تحصیلکردگان غرب‌زده یک غول ساخته شده بود و به دولتهای بی‌اطّلاع و ملّتهای در بند تحمیل کرده بودند که اگر به یک فرّاش سفارتخانهٔ انگلیس یک حرف درشت زده شود ایران به باد فنا می‌رود و پرچم سفارت بر سر خانهٔ هر مجرمی که افراشته می‌شد از مجازات مصون می‌گشت و اشارهٔ سفیر انگلیس به دولت یا صدراعظم کافی بود برای اجرای اوامر و اطاعت بی‌چون و چرای او، و امروز از این دو قدرت خصوصاً امریکا در بلاد مسلمین همان غول را بسیار بزرگتر و شاخدارتر ساخته‌اند و گمان می‌کنند اگر به یکی از این دو قطب گفته شود بالای چشمت ابروست کشور از بین می‌رود و با خیالهای خام و مقایسهٔ عصر حاضر با عصرهای

گذشته و دامن زدن وابستگان غرب‌زده به‌این نحو شایعه‌ها مسلمین را از دفاع به حقّ خود مأیوس نمودند و جرم این خودباختگان ملّی‌نما کمتر از مجرم اصلی نیست.

چاره چیست؟

۵. امروز چاره چیست و برای شکستن این بتها چه تکلیفی متوجّه مسلمانان جهان و مستضعفان می‌باشد؟

یک چاره که اساس چاره‌هاست و ریشه این گرفتاریها را قطع می‌کند و فساد را از بن می‌سوزاند وحدت مسلمانان بلکه تمام مستضعفان و دربندکشیدگان جهان است و این وحدت که اسلام شریف و قرآن کریم بر آن پافشاری کرده‌اند با دعوت و تبلیغ دامنه‌دار باید بوجود آید. مرکز این دعوت و تبلیغ، مکّهٔ معظّمه در زمان اجتماع مسلمین برای فریضهٔ حجّ است که ابراهیم خلیل‌الله و محمّد حبیب‌الله شروع و در آخرالزّمان حضرت بقیّةالله ارواحنا لِمَقدمه الفِدا تعقیب می‌کند. به ابراهیم خلیل‌الله خطاب می‌شود که مردم را به حجّ بخوان تا برای شهود منافع خود از همهٔ اقطار بیایند. این منافع، منافع جامعه است؛ منافع سیاسی، اجتماعی، اقتصادی، فرهنگی؛ بیایند و ببینند تو که بر آنان پیغمبری، عزیزترین ثمرهٔ حیات خود را در راه خدا تقدیم کردی و همه ذرّیّهٔ آدم باید به تو تأسّی کنند، ببینند که بتها را شکستی و آنچه جز خداوند بود بدور افکندی، شمس باشد یا قمر، هیاکل، حیوانات یا انسانها، و گفتی و از روی حقیقت گفتی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلّذی فَطَرَ السَّمواتِ والارض حنیفاً مسلماً و ما اَنا مِنَ المُشرِکین و همه باید به پدر توحید و پدر پیمبران عظیم‌الشّأن تأسّی کنند و در سورهٔ توبه که امر شد در مجمع عمومی در مکّه خوانده شود، می‌خوانیم: واَذِنٌ مِنَ‌اللهِ و رَسولِهِ اِلیَ النّاسِ یَومَ الحجّ الاکْبَر اَنّ الله بَریءٌ مِنَ المُشرکینَ و رَسُولُهُ، فریاد برائت از مشرکان در مراسم حجّ و این یک فریاد سیاسی ـ عبادی است که رسول الله صلّی‌الله علیه وآله وسلّم به آن امر فرمودند. حال باید بر آن آخوند مزدور که فریاد مرگ بر امریکا و اسرائیل و شوروی را خلاف اسلام می‌داند گفت تأسّی به رسول خدا و متابعت از امر خداوند تعالی خلاف مراسم حجّ است؟ آیا تو و امثال تو آخوند امریکایی،فعل رسول الله «ص» و امر خداوند را تخطئه می‌کنید و تأسّی به آن بزرگوار و اطاعت فرمان حقّ تعالی را برخلاف می‌دانید؟

مراسم حجّ را از برائت از کفّار تنزیه می‌کنید و اوامر خدا و رسول را برای منافع

دنیای خود به طاق نسیان می‌سپارید و برائت و نفرین را نسبت به دشمنان اسلام و محاربان با مسلمانان و ستمگران بر مسلمین کفر می‌دانید. ما امیدواریم دولت سعودی به وسوسهٔ این آخوندهای از خدا بیخبر گوش فرا ندهد و مسلمین را همان‌طور که وعده نموده است در مراسم حجّ و برائت از کفّار و مشرکان آزاد گذارد و در این عمل الهی با آنان خصوصاً زائران ایرانی و فلسطینی و لبنانی و افغانی که مورد تجاوز کفّار قرار گرفته‌اند هماهنگ شود تا دشمن مشترک همهٔ مظلومان را با ندای واحد به عالمیان معرّفی کنند. و من مؤکّداً از زوّار ایرانی و دیگر زائرین بیت‌الله‌الحرام می‌خواهم که نظم و آرامش را مراعات کنند و به دستورات نمایندهٔ این جانب جناب حجّت‌الاسلام آقای خوئینیها عمل کنند و همهٔ مسلمانان را برادر خود بدانند و با آنان به طوری که شایستهٔ یک مسلمان متعهّد است عمل نمایند. امید است دولت سعودی نیز با حُجّاج ایرانی که از ستمکاران غدّار که به کشورهای اسلامی تجاوز و دخالتهای بیجامی کنند، تظلّم می نمایند به نحوی شایسته هماهنگی نموده و با همکاری و وحدت کلمه، کفّار متجاوز به حریم اسلامی را محکوم کنند تا حجّ امسال اِن‌شاءالله به‌طوری که مرضیّ خداوندو رسول‌الله صلّی‌الله‌ـ علیه وآله و سلّم است انجام گردد.

بوقهای تبلیغاتی استعمار

۶. از جمله چیزهایی که برای قیام مسلمانان و مستضعفان جهان علیه چپاولگران جهانی و مستکبران جهانخوار لازم به تذکّر است آن است که نوعاً قدرتهای ستمگر از راه ارعاب و تهدید یا به وسیلهٔ بوقهای تبلیغاتی خودشان و یا به وسیلهٔ عمّال مزدور بومی خائنشان مقاصد شوم‌خود را اجراء می‌کنند در صورتی که اگر ملّتها با هشیاری و وحدت در مقابلشان بایستند موفّق به اجرای آن نخواهند شد. شواهد بر این مدّعا زیاد است و زنده‌ترین شاهد در کشورهای منطقه ایران و افغانستان است. ایران چنانچه می‌دانیم و می‌دانید دست‌بسته تسلیم آمریکا بود و شاه مخلوع خائن، این کشور را در تمام ابعاد وابسته به آمریکا کرده بود و ایران یکی از پایگاههای نظامی امریکا بود. ارتش در دست مستشاران آن و فرهنگ در دست جیره‌خواران و شاه و دولت و مجلس از نوکران و سرسپردگان بودند. اقتصاد در وابستگی از آنها بدتر و شاه مخلوع در منطقه نیرومندترین ژاندارم بود و پشتیبان او امریکا و دیگر کشورهای وابسته به آن

بودند و از حیث تجهیزات نظامی بسیار غنیّ بود؛با این همه، ملّت معظّم ایران که فاقد قدرت نظامی و تجهیزات رزمیِ حربی بود،با دست خالی و ایمانی قویِّ فرا گرفته از اسلام و عزمی راسخ و اتّکای به خدایْ تعالی و اعتماد به نفس در مدّتی کوتاه به طور معجزه‌آسا بتهای تخیّلی ساخته و پرداخته غرب‌زدگان را فرو ریخت و طومار ستمگریهای دوهزار و پانصدساله را درهم پیچید و بر اسطوره‌های تاریخ‌سازان و بت‌تراشان خطّ ابطال کشید. و ملّت افغانستان هجوم ناجوانمردانهٔ شوروی ــ آن قدرت اسطوره‌ای و ارتش قدرتمند حکومت غاصب، و حزب خائن ــ را با قدرت ایمان و اتّکال به خدای بزرگ‌واعتماد به خویش درهم کوبید. به‌طوری که باید گفت شوروی با پریشانی و پشیمانی از هجوم ظالمانهٔ خود بسر می‌برد و در حیرت است که چگونه از افغانستان بدون آبروریزی جا خالی کند. و همچنین ملّت قدرتمند و علمای متعهّد بودند که فرانسه و انگلستان غاصب را از الجزایر وعراق بیرون کردند.اینها و امثال اینها برای فروریختن رعبهای ساختگی به دستِ استعمار و استثمارگران کافی است که مسلمانان و دولت کشورهای اسلامی را از خواب گران بیدار کنند و این طلسمهای ساختگی را و سِحْرهای شیطانی را ابطال نمایند و مسلمانان و دولتهای آنان را با داشتن یک میلیارد جمعیّت و در دست داشتن شریان حیات غرب و شرق و دارا بودن کشورهای وسیع و غنیّ از سِحْر و وحشتزدگی خارج کند و از ایران که با جمعیّت ناچیز سی و چند میلیونی دست همهٔ قدرتها را از کشور خود قطع و تمام قیدوبندهای استعماری را گسیخت و مستشاران و مفتخواران را از میهن عزیز راند، عبرت بگیرند و به بوقهای استعماری که یکصدا از اوّل پیروزی انقلاب تاکنون با شایعه‌پردازیها و نشر اکاذیب، ایران را یک کشور در حال سقوط و ورشکسته معرّفی کرده و می‌کنند گوش فرا ندهند و از قدرت اسلامی که هدفش سرفرازی مسلمین و کوتاه کردن دست ستمگران از ذخائر خدادادآنان است و پیوسته می‌خواهد بین برادران اسلامی صلح و صفا و اخوّت ایمانی برقرار باشد قدردانی کنند و بدانند که کشورهای قدرتمند فرصت‌طلب که غایت آمالشان دست‌یافتن به کشورهای اسلامی و مستضعف است، آنان را در مواقع گرفتاری تنها می‌گذارند و کلمهٔ وفا در قاموس آنان راهی ندارد.

ارتش مشترک ملل اسلامی یا بزرگترین قدرت جهان

۷. اگر إن‌شاءالله آن وحدت بین مسلمین و دولتهای کشورهای اسلامی که خداوند تعالی و رسول عظیم‌الشّأنش خواسته‌اند و امر به آن و اهتمام در آن فرمودند حاصل شود دولتهای کشورهای اسلامی با پشتیبانی ملّتها می‌توانند یک ارتش مشترک دفاعی بیش از صدمیلیون تعلیم دیده ذخیره و یک ارتش دهها میلیونی زیرپرچم داشته باشند که بزرگترین قدرت را در جهان بدست آورند و اکنون که این حاصل نیست دولتهای اسلامی منطقه و جهانی آن می‌توانند یک ارتش ذخیرهٔ دهها میلیونی و یک ارتش بیش از ده میلیونی تحت‌پرچم برای دفاع از کشورهای اسلامی داشته باشند که این نیز فوق قدرتهاست و امید است دولتهای منطقه با قطع نظر از زبان و نژاد و مذهب فقط تحت پرچم اسلام در این امر فکر کنند و طرح آن را بریزند و از ننگ خضوع در برابر قدرتها نجات یابند و شیرینی استقلال و آزادی را بچشند و برای بدست آوردن چنین قدرتی لازم است هر یک از دولتها با تفاهم با ملّت خود برای دفاع از کشورشان یک چنین طرح حیاتبخشی را در دست مطالعه قرار دهند و از کشور اسلامی ایران، در این امر که مدافع کشورهای خود و برادران اسلامی خویش است الهام بگیرند.

امروز ایران با همهٔ گرفتاریها و کارشکنیها و حصر و سدّها در صدد است تمام جوانان خود را تعلیم نظامی دهد و تاکنون به‌طوری که گزارش می‌دهند قریب یک میلیون ذخیره تعلیم دیده دارد که به محض آن که لازم شود با یک هشدار برای دفاع از میهن اسلامی خود مجهّز و مسلّح می‌شوند. دولتهای اسلامی و منطقه نیز اگر مثل دولت ایران با ملّت رفتار کنند و خود در کنار ملّت باشند و مردم احساس خدمتگزاری آنان را نمایند این امر در کشورهای آنان نیز حاصل می‌شود و مقدّمه است برای آنچه اسلام بزرگ به آن امر کرده و طرح داده است. و باید متأسّف بود که اسلام در همهٔ ابعادش ناشناخته است و زیر پرده‌های استعماری در طول تاریخ می‌باشد. از خدای بزرگ می‌خواهیم که این پرده‌های سیاه را برچیند و چشم مسلمانان را به جمال جمیل اسلام روشن فرماید تا دنیا بداند اسلام برای جهان چه آورده است؟ و آنچه غایت تعلیمات اسلامی است همزیستی مسالمت‌آمیز در سطح جهان است که امید است با تعجیل در ظهور مهدی آخرالزّمان ارواحنا فداه حاصل شود و رسیدن انسانها به کمال و سعادت اخروی است که خداوند نصیب همگان فرماید.

جرثومه‌های فساد

۸. مسلمانان و خصوصاً مظلومان منطقه بدانند که اسرائیل با تغییر و تبدیل مهره‌ها که شاید برای اغفال رزمندگان فلسطینی و لبنانی باشد هیچگاه از مقصد شوم خود که حکومت بر کشورهای مسلمین از نیل تا فرات است منصرف نخواهد شد و امریکا که چنگ و دندان در منطقه نشان می‌دهد از مهره‌ای چون اسرائیل که مجری جنایتهای آن در منطقه است به‌طور کامل پشتیبانی می‌کند و بازیهای سیاسی اینان را نباید از نظر دور داشت و کسانی که‌از اسرائیل حمایت می‌کنند باید بدانند که افعی گزنده را در حمایت خود قویّ می‌کنند که در صورت فرصت خدای نخواسته حرث و نسل منطقه را بهلاکت می‌کشاند و باید به این افعی خزنده خطرناک مهلت ندهند، چنانچه صدّام جنایتکار اگر فرصت پیدا کند خطرش برای منطقه از اسرائیل کمتر نیست و لازم است برای آرامش منطقه، اکنون که به‌یاری خداوند متعال قوای مسلّح ایران اَیَّدَهُمُ‌اللهُ تعالیٰ این جرثومهٔ فساد را تا لبهٔ پرتگاه هلاکت رسانده‌اند و از سردار قادسیّه یک موجود مفلوک ساخته‌اند، دولتهای منطقه از کمک به او دست بردارند که صلاح دین و دنیای آنان است و در صورتی که‌مهلت پیدا کند بر هیچ‌یک‌از دولتهای خلیج‌فارس و دیگران رحم نخواهد کرد. شما دیدید اکنون که با شکست مفتضحانه روبرواست در یک سخنرانی گفت: اعراب باید رهبری عراق را بپذیرند و شکّ نکنید که اگر قدرت پیدا کند به مسألهٔ رهبری اکتفا نخواهد کرد و بوقهای تبلیغاتی دولتهایی که از ایران سیلی خورده‌اند برای مصالح خودشان و دربندکشیدن هرچه بیشتر ملّتها شماها را از ایران می‌ترسانند ولی دولتها بدانند که ایران به پیروی از تعالیم اسلامی با تمام آنها در صورتی که به موازین اسلامی گردن نهند با برادری و برابری رفتار می‌نماید ولی هرگز به خود اجازه نمی‌دهد با کسی که نسبت به‌ما آنهمه خسارات و جنایات وارد کرده است مسالمت کند و ملّت عزیز عراق در انتظار پیروزی ایران است تا از نیشهای این عقرب جرّاره نجات پیدا کند و امید است که با یاری خداوند این انتظار بطول نینجامد اَلَیسَ‌الصُّبحُ بِقَریبٍ.

مکّه: کانون فریاد علیه ستمگران

۹. حجّاج محترم ایرانی و زائران حرمَین شریفَین بدانند که آنها از کشوری که

برای اهداف اسلامی و بیرون راندن ستمگران از کشور عزیز خویش به سوی خانهٔ خدا و حرم شریف رسول‌الله «ص» و قبور معظّم فرزندان پیامبر علیهم صلوات‌الله می‌روند تحت مراقبت برادران اسلامی سراسر جهان هستند و خبرگزاریها و دروغپردازان بوقهای تبلیغاتی و دشمنان اسلام در کمین نشسته و مراقب اعمال و اقوال آنان هستند و درصددند که از کاهی کوهی بسازند و سرتاسر جهان را از شایعه‌های خود پر نمایند. در این صورت جزئی انحراف و خطا و لغزش آنان علاوه بر آنکه در پیشگاه خداوند بزرگ و رسول عظیم‌الشّأنش می‌باشد در حضور سایر زائران حرمَین شریفَین است که به واسطهٔ پیامد آن گناهی بزرگ و خطایی عظیم است زیرا علاوه بر آنکه بعض اعمال و گفتار خلاف حرمت حرمَین شریفَین است موجب وَهن جمهوری اسلامی است که خدای نخواسته این جمهوری اسلامی که برای حکومت الله و برقراری احکام مقدّس آسمانی قرآن و سنّت تشکیل شده به واسطهٔ بعض اعمال و رفتار آنان به‌گونه‌ای دیگر معرّفی شود و عیبجویانی که مراقب خرده‌گیری و بهانه هستند برضدّ اسلام و جمهوری اسلامی به شایعه‌پراکنی و مُشوَّه نمودن چهرهٔ نورانی اسلام و جمهوری اسلامی بپردازند و گناه آن در نامه اعمال آنان که برای عبادت و فریضهٔ حجّ رفته‌اند نوشته شود، لازم است مراقب باشند که اعمال بی‌رویّه و گفتار باطل تحقّق پیدا نکند و هرکس مراقب دوستان و نزدیکان خود باشد و در برنامه‌های انسانی اسلامی صحیح که از طرف نمایندهٔ این جانب جناب حجّت‌الاسلام آقای خوئینیها ترتیب داده می‌شود تبعیّت کنند و از آن تخطّی نکنند که موجب هرج و مرج و ناراحتی زائرین فراهم شود و پلیس کشور سعودی و متصدّیان امور حجّ و زیارت و دولت سعودی باید توجّه کنند که زائران ایرانی که از یک کشور انقلابی تحت ستم غرب و شرق و غارت‌زده ـ که با تأیید خداوند متعال و قیام و نهضت همگانی خود را از چنگال ابرقدرتها نجات داد و با همّت والای مرد و زن و کوچک و بزرگ استقلال و آزادی را بدست آورد و رژیم ستمشاهی آمریکایی را به رژیم اسلامی مردمی تبدیل کرد و مستشاران و جاسوسان آمریکایی و شوروی را یا از کشور راند و یا به بند کشید ـ به زیارت بیت‌الله الحرام و مرقد مطهّر رسول خدا صلّی‌الله علیه وآله وسلّم و ائمّهٔ مسلمین علیهم السّلام مشرّف می‌شوند، میهمانان خدا و رسولند و اهانت و جسارت به آنان اهانت و جسارت به میزبانان بزرگ آنان است خصوصاً که این میهمانان آمده‌اند تا همراه با مناسک حجّ به ندای ابراهیم خلیل‌الله و محمّد رسول‌الله

صلّی‌الله علیه وآله وسلّم لبّیک گویند که لبّیک به آنان نیز لبّیک به خدای تعالی است. با اینانی که از «کُلّ فجّ عَمیق» هجرت به سوی خدا و رسول بزرگ او کرده‌اند با مهر و صفا و محبّت و وفا و اخوّت اسلامی رفتار کنید و میهمانان خدا و رسول را آزار ندهید. اینان برای مناسک حجّ و برائت از مشرکان و کافران که خدا و رسول او از آنان برائت جسته است آمده‌اند، این میهمانان متعهّد را گرامی دارید و از قدرت یک رژیم مقتدر اسلامی برای سرکوب دشمن اسلام و مسلمین اسرائیل غاصب و قطع ید ارباب او آمریکا رأس دشمنان اسلام و کشورهای اسلامی بهره‌برداری کنید و مکّهٔ مکرّمه را با هماهنگی زائران سراسر جهان به کانون فریاد علیه ستمگران تبدیل کنید که این یکی از اسرار حجّ است و خداوند، غنیّ از لبّیکها و عبادات بشر است.

بارالهٰا ما را از پیروی شیطان و نفس امّاره حفظ فرما؛ ما را از حبّ جاه و مقام و دنیا و نفس خویش بازدار؛ دولتهای کشورهای اسلامی را از وحشتزدگی در مقابل دو قدرت چپ و راست نجات مرحمت فرما، و آنان را به وظایف اسلامی ـ انسانی آشنا نما، و ملّتها و دولتهای کشورهای اسلامی را برای حصول وحدت و اخوّت راهنمایی فرما و حُجّاج ایرانی را که در راه هدف بزرگ تو تحمّل رنج و زحمت و اهانت و حبس و زجر می‌نمایند از رحمت و جلوه خاصّ خود بهره‌مند فرما،و دست قدرتهای چپاولگر را از بلاد مسلمین کوتاه فرما، و ما را به آنچه رضای تو است هدایت نما، و لشکریان اسلام را در دفاع از سرزمین خود و مظلومان منطقه نصرت عنایت فرما، و اسرائیل غاصب متجاوز و آمریکا و شوروی ستمگر را مخذول فرما؛ اسلام و مسلمین را تقویت فرما، و از شرّ اجانب حفظ کن اِنّک وَلیُّ النّصر وَ اَلنّعمَة وَالسّلامُ عِلیٰ رَسول اِلله صلّی‌الله عَلیِه وآله و عَلیٰ اَولیاءالمعصومین سِیّما بقیّةِالله فِی الاَرَضین ارواحُنا فِداه.

روح‌الله الموسوی الخمینی.

دوازدهم شهریور ماه ۱۳۶۲ مطابق با ۲۵ ذیقعدة الحرام ۱۴۰۳

اِتِّکَالْ : توکل کرنا، خدا پر بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا۔

احرام : مقررہ مقامات سے بعض حلال اور مباح چیزوں کا خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کے وقت خود پر حرام کرلینا۔

ارجاس : گندگیاں، کثافتیں، گناہ۔ جمع رِجْس۔

اسطورہ : افسانہ، دیومالائی کہانیاں۔

اَشْبَاہ : مثل و مانند، ہمشکل، جمع شبہ۔

اَصْفِیَاء : برگزیدہ اور پاک لوگ، جمع صفی۔

اَصْنَام : بُت، مورتیاں، جمع صنم۔

اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْب : کیا صبح نزدیک نہیں؟ سورۂ مبارکہ ہود کی آیت ۸۱ کا آخری حصّہ۔

اُمُّ الْقُرٰی : قریوں کی مان، شہروں کی ماں، شہر مکہ کی صفت کیوں کہ دوسرے شہروں کے مقابلے میں اس شہر کی شان و شوکت زیادہ ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کیطرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔ سورۂ مبارکہ بقرہ کی آیت ۱۵۶ کا آخری حصّہ اس عبارت کو کلمۂ استرجاع کہتے ہیں، اور خدا سے پناہ مانگنے کیلئے زبان پرلاتے ہیں۔

اِنَّکَ وَلِیُّ النَّصْرِ وَالنِّعْمَۃِ : بیشک خدا تو ہی ہے جو ہماری مدد کرتا ہے۔ اور تو ہی صاحب نعمت ہے۔

اِنَّہٗ عَفُوٌّ غَفُوْرٌ : بیشک خدا ہی بخشنے والا اور معاف کرنیوالا ہے۔

بَقِیَّۃُ اللّٰہِ : جس کو خُدا باقی رکھے۔ بارہویں امام حضرت امام مہدی (عج) کا لقب کیوں کہ اولیاء اللہ کے پاک سلسلے کے وہ آخری امام ہیں۔ جو زندہ و سلامت ہیں۔

تأسّی : کسی کو اپنا رہبر قرار دینا۔ کسی کی پیروی کرنا۔

تخطئہ کردن : کسی کو غلط سمجھنا، خطا وار جاننا۔

تنزیہ کردن : پاک و صاف کرنا۔

جرثومہ : بیج۔ ایسا باریک کیڑا جو صرف خوردبین سے دکھا جاسکتا ہے۔ یہ لفظ ناپسندیدگی ظاہر کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ "جرثومۂ فساد" یعنی فساد کے جراثیم۔

حرث و نسل : کھیتی کیاری، اور انسانی نسل۔ سورۂ بقرہ کی آیہ مبارکہ ۲۰۵ کیطرف اشارہ ہے۔ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ کہ جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے، اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ اللہ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

حرمین شریفین : مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ۔

حصر : گھیرے میں لے لینا۔ محاصرہ کرنا۔ یہاں مُراد اقتصادی محاصرہ ہے۔

ذبیح اللہ : اللہ کی خاطر جو اپنی گردن کٹوالے حضرت اسمٰعیلؑ کا لقب۔

ذُرِّیَّتُہٗ : نسل آدم۔ انسانی اولاد۔

رَمْیٌ : پھینکنا، اچھالنا، کنکریاں مارنا، ارکانِ حج کا ایک عمل جس میں تین ستونوں پر جو شیطان کی نشانیاں ہیں کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

صفوت اللہ (= صفوۃ اللہ) خدا کا برگزیدہ بندہ، حضرت آدمؑ لقب۔

عقبات : تنگ اور دشوار گذار راستے، سخت و عظیم مراحل کی طرف کنایہ ہے، منیٰ اور مکّہ کے درمیان ایک مقام جہاں شیطان پر کنکریاں برسائی جاتی ہیں۔

عقرب جرّارہ : بچھّو کی بدترین قسم جو چلتے وقت زمین پر اپنی دُم کو گھسیٹتا ہے۔

قادسیہ : ایران کے مغرب میں ایک جگہ جہاں یزدگرد سوم اور مسلمانوں کے بیچ (چوتھی صدی ہجری) میں جنگ ہوئی تھی جس میں یزدگرد کی فوجوں کو شکست کھانی پڑی تھی۔ صدام حسین نے ایران پر مسلّط کردہ عراقی جنگ کی ابتدا ۱۳۵۹ھ میں اپنے آپ کو قادسیہ کا سردار کہا تھا۔

قاموس : اس لفظ کے اصل معنی سمندر ہیں۔ اس کے معنی لغت کی کتاب سے لئے جاتے ہیں کیونکہ سب سے پہلی مرتبہ آٹھویں صدی ہجری میں فیروز آبادی نے اپنی کتاب لغات کا نام "قاموس المحیط"، رکھا تھا۔

کرام : بزرگ اشخاص، بلند ہمّت لوگ، جمع کریم۔

لوث : آلودگی، کثافت، گندگی، پلیدگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول جس وقت آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے، تو دیکھا کہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد حج کرنے کے لئے آئی ہے، جن میں سے اکثر ایسے تھے جو حج کے پورے آداب وارکان سے بھی واقف نہ تھے۔

مخذول: خوار، پست، زبوں۔

مرضیؔ: پسندیدہ۔

مستشار: وہ شخص جس سے مشورہ کیا جائے۔ مشیر۔

مستشار خارجی: وہ شخص جس کو مشورے کے لئے کسی باہر کے ملک سے بلاکر ملازم رکھا جائے۔

مشاعر: حاجیوں کی عبادت کی جگہ، قربانی کرنے کی جگہیں۔ جمع مَشعر

مُشوّہ: زشت، بدنما۔

مفلوک: بدبخت، بےچارہ۔

مواقف: کھڑے ہونے کی جگہ۔ یہاں مشاعر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

مناسک: اعمالِ حج۔ جمع منسک۔

مِنیٰ: مکہ کے مشرقی پہاڑی سلسلے میں عرفات کے راستے پر ایک مقام جہاں دہم ذی الحجہ کو حاجی کسی حلال جانور کی قربانی کرتے ہیں۔

وَاَذانٌ مِّنَ اللہ: اطلاع عام ہے، اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کیلئے، اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسولؐ بھی سورۂ مبارکہ آیۂ شریفہ ۳ کا کچھ حصہ۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ: اور لوگوں کو حج کے لئے اذن عام دیدو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں۔ سورۂ مبارکہ حج کی آیۂ شریفہ ۲۷۔

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ: میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رُخ اُس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔ اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں سورہ مبارک انعام کی آیۂ شریفہ ۷۹ کی جانب اشارہ ہے

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ: اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک رکھو سورہ مبارک حج کی آیۂ شریف ۲۶ کا کچھ حصہ

وھن: سستی، کمزوری، ضعف۔

ہیاکل: صورتیں، مورتیاں، جمع ہیکل۔ یہ لفظ بتوں کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے۔ یہاں مراد بتوں سے ہی ہے۔

۳- انقلاب

ریشه‌ها و اندیشه‌ها





انسان در قرآن
علوم اسلامی

اب ہم "این فصل را با من بخوان"، کے تحت عنوان ایک نظم پڑھیں گے ۔ یہ اشعار اسلامی انقلاب کی تاریخ کی صحیح و فصیح طولانی و روایتی نظم کا ایک حصّہ ہیں ۔ اس نظم میں شاعر نے اپنے ذوق اور اعلیٰ شاعرانہ فہم و فراست سے سرشار ہو کر انقلاب کی تاریخ کو ہنرمندانہ طریقے سے شعر کے پیرائے میں بیان کیا ہے اور اپنے کلام کی عظمت، لطافت اور شجاعانہ احساس کی مدد سے ہمارے پرشکوہ انقلاب کی تصویر کشی ہے ۔

جو اشعار ہم یہاں پڑھیں گے ان میں قافیے کی طرز نہایت ہی جدید و بدیع ہے ۔ ان میں ندرت اس اعتبار سے ہے کہ بحر کے طویل الوزن ہونے کے باوجود قوافی مثنوی کی مانند ہیں ۔ اور ہر بیت میں خاص قافیے کا التزام کیا گیا ہے ۔

این فصل را با من بخوان!

هنگامهٔ میعاد خونینی دوباره است
باور کن، اینک رجعت سرخ ستاره است
بوم سیاه شب‌سرا را پر بریدند
شب را به تیغ فجر خونین، سر بریدند
در جان عالم، جوشش خون حسینی است
اینک قیام قائم مهدی، خمینی است

***

شبگیر غم بود و شبیخون بلا بود
هر روز، عاشورا و هرجا، کربلا بود
جان از سکوت سرد شب، دلگیر می‌شد
دل در رکاب آرزوها پیر می‌شد
امّیدها در دام حرمان، درد می‌شد
بازار گرم عاشقیها سرد می‌شد

دیگر شده عشق از نزاری در هوسها
خو کرده مرغان صحاری با قفسها



مردی صفای صحبت آیینه دیده
از روزن شب، شوکت دیرینه دیده
مردی حوادث پایمال همّت او
عالم ثناگوی جلال همّت او
مردی به مردی دیو را در بند کرده
با سرخوشان آسمان پیوند کرده
مردی نهان با روحْ همپیمان نشسته
مردی به رنگ نوحْ در طوفان نشسته
مردی شکوه شوکت عیسی شنیده
موسی صفت، بر سینهٔ سینا تنیده
مردی تذرو کشته را پرواز داده
اسلام را در خامشی آواز داده



از فتنه‌هاشان پارسی‌گو رو سیَه شد
ماهیّت اسلام و ایرانی تبه شد
معیار ما شد در جهان ویران پرستی
ایزدپرستیهای ما ایران پرستی
از کوروش و دارای مسکین باج بردند
محنت به ما ماندند و تخت وتاج بردند
ما را به جام بیخودی مدهوش کردند
بر سفرهٔ ما خون ما را نوش کردند
از نام عالمگیر ایران ننگ ماندند
از ما به عالم سایه‌ای بیرنگ ماندند

خاموش شد عرفان و نورانیّت ما
فرموش شد ایمان و روحانیّت ما
جز سایه‌ای زان ملّت دانا نبودیم
بودیم ما درخانه، امّا ما نبودیم



این فصل را با من بخوان! باقی فسانه است
این فصل را بسیار خواندم، عاشقانه است
باز آن قیامتْ قامتِ بنشسته، برخاست
پشت و پناه امّتِ بشکسته، برخاست
بر کفر ایران، نوبتی دیگر خروشید
اسلامِ سیلی خورده، بر کافِر خروشید
در دل، نه بیمش دیگر از گرمی، نه سردی
طاغوت را آواره کرد از پایمردی
یاد شهیدانی که در بَدر آرمیدند
نامردم آزردند و مردی آفریدند
یاد عزیزانی که بر خندق گذشتند
سنگین بساط ناروایی در نَبَشتند
یاد اُحُد، یاد بزرگیها که کردیم
آن پهلوانیها، سترگیها که کردیم
شبگیرِ ما در روز خیبر، یاد بادا
قهر خدا در خشم حیدر، یاد بادا
کو آن اباذرهای آشوبی، خدایی؟
پیغمبران زهد و آزادی، رهایی؟
عمّارها کو؟ زیدها، مقدادها کو؟
آن دادگرها در شب بیدادها کو؟
کو میثم، آن خرمافروش نخل طَه؟
کو اَشتر، آن دستِ علی در روز هیجا؟

اینک که آیا ضامن این دِین و دَین است؟
آیا کدامین دست نُصرت با حسَین است؟
ای حزب روحانیّت! ای حزب خدایی!
تا کی خموشی، مردگی، محنت فزایی؟
مردم به کام دشمن خونریز، ماندند
در اضطراب شام محنت خیز، ماندند
از بی کسی آزادگان را مهتری نه
زنجیرها سنگین شد و زورآوری نه
وقت است اگر همّت بسوزد میغها را
عریان کند در دست مردان تیغها را
وقت است اگر بر مادیانها زین ببندیم
از سرخی خون بر زمین آذین ببندیم
شورید از این هنگامه گیتی بار دیگر
ای شور عاشورای ما! تکرار دیگر

علی معلّم

توضیحات

(اباذر، ابوذر، ابی ذر) جُندب جُناده۔ پیغمبر اکرمؐ کے بزرگ صحابہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ یہ پانچویں شخص تھے جو اسلام پر ایمان لائے۔

احد: صدر اسلام کے غزوات میں سے ایک غزوے کا نام یہ غزوہ کوہِ احد کے دامن میں واقع ہوا تھا۔

اشتر: مالک اشتر، حضرت علیؑ کے مخلص دوستوں میں سے تھے۔ جن کو مصر کے راستے میں زہر دیا گیا تھا۔ حضرت علیؑ نے جو فرمانِ اشتر کے نام سے جاری کیا تھا وہ "عہد نامے" کے نام سے مشہور ہے۔

بدر: پیغمبر اکرمؐ کے غزوات میں سب سے پہلا غزوہ ہے یہ اس جگہ واقع ہوا تھا جہاں بدر نامی کنویں ہیں۔

یوم سیاہ شب سرا: وہ سیاہ اُلوجو رات کی تاریکی اور سیاہی میں چیختا ہے۔ وہ صرف ناامیدی مایوسی اور تیرگی کی بات کرتا ہے۔

حرمان: حسرت، رنج و درد، محرومیت، تکلیف۔

حیدر: اس لفظ کے لغوی معنیٰ شیر ہیں۔ حضرت علیؑ کا ایک لقب ہے۔

خندق: پیغمبر اکرمؐ کی جنگوں میں سے ایک جنگ کا نام یہ لفظ فارسی لفظ "کَندَہ" کا معرب ہے۔

خیبر: پیغمبر اکرمؐ کی جنگوں میں سے ایک کا نام۔

دیگر شد: دگرگوں ہوگیا۔

رِجعَت: بازگشت، واپسی۔

زید : زید بن حارثہ، جو جنگِ موتہ میں اسلام کا پرچم اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ اور آٹھویں سالِ ہجرت (قمری) میں اسی جنگ میں شہید ہوئے۔
سرخوشان آسمان : یہاں فرشتوں اور ملائکہ سے کنایہ ہے۔
شبگیر : رات کو روکنے والا بمعنیٰ سحر است۔ یہاں شبگیر سے مُراد رات کے ہنگامے سے ہے۔
شبیخون : رات کے وقت ناگہانی حملہ۔ شبخون دراصل خونِ شب کی مقلوبی شکل ہے۔
صَحَارِیٰ : صحرائیں، دشت و میدان، جمع صحرا۔
طاغوت : سرکش، بت، جابر۔
عبوس : ترشرو، چڑ چڑا، بدمزاج
قیامت قامت : ایسے قد و قامت کی شخصیت جو شورِ محشر بپا کرے۔ قواعد زبان کی رو سے یہ صفتِ مرکّب مقلوب ہے دراصل قیامت انگیز قامت تھا۔ صنائع بدائع کی نظر سے ان دونوں لفظوں میں تجنیس اشتقاق ہے یعنی بظاہر متفاوت ہیں لیکن واحد مادہ سے مشتق ہیں۔
مقداد : پیغمبر اکرمؐ کے ایک صحابی کا نام۔
میثم : میثم تمار حضرت علیؑ کے خاص الخاص دوست وصحابی ہیں۔
میغ : ابر۔ بادل
نزاری : لاغری، سُستی۔
ہنگامہ : غوغا، بمعنیٰ زمان و وقت (ہنگام) اس شعر میں ہر دو معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔
ھیجا : جنگ، رزم۔

دو ہزار پانچسو سال کی طویل، ہولناک اور کرب آلود رات کے بعد صبح کی سفیدی نمودار ہوگئی ہے اور وقت صحر آپہنچا ہے، آفتاب فیروزی و کامرانی آزادی کی فصل بہار میں اس افق سے طلوع ہو چکا ہے جو خون شہداء سے سُرخ فام ہے۔ زمین پر بسنے والے مستضعفین سے جو خدا نے وعدہ کیا تھا وہ پُورا ہو چُکا ہے اور کرۂ خاک کے ایک حصّہ کو بندگانِ خُدا میں سے ایک صالح بندے کے ہاتھوں نجات مل گئی ہے۔

اس فرخندہ صبح سے اس مبارک دن کا آغاز ہوتا ہے جو یومُ اللہ میں سے ایک ہے۔ اور اس باسعادت صبح کے ظہور سے ہی ہماری قوم فتح و فیروزی کے ترانے گاتی ہے۔ اور شکر گذاری کے نغمے اس کی زبان پر رہتے ہیں۔ "بہ سوی روشنیہا" ان ہی نغمات اور ترانوں میں سے ایک ہے:۔

به سوی روشنیها

اینک که در پگاه روشن زندگی دوبارهٔ ملّت رزمندهٔ ایران و در طلیعهٔ بهار آزادیمان، شاهد بالندگی آرمانهای بلند و پاک آزادگان خویشیم که سرود پویایی و جهشها را به نام لاله‌های سرخ شهادت و در رواق سکوت شب سیه‌زاد استبداد، به امید طلوع صبح رهایی، و بیداری و باروری باغهای پیروزی مستضعفان کفرستیز جهان، این گونه در گوش جانمان زمزمه می‌کردند و با آهنگهای درد آشنای خود بر توان پایداری و رفتنمان می‌افزودند که:

ز کوره‌راه زمان، گامهای بی تشویش — روانه کن به سوی دشت بیکرانهٔ صبح
ز دخمه‌های تجاهل، گریخت باورِ خلق — دمید لالهٔ تکبیر در زبانهٔ صبح
بشارتی بده اکنون به شاهد و به شهید — تو ای طلوع دل انگیز صادقانهٔ صبح
ز عطر عاطفه لبریز کن سراسر شهر — به گوش لاله بخوان راز عارفانهٔ صبح

و اینک که صبح پیروزی از افق سرخفام انقلاب شکوهمند اسلامیمان دمیده است و از خونِ هزاران شهید، باغها و لاله‌زاران وطن، بیدار و شکوفان شده و مرغان سپید آزادی به آشیانه‌های گلرنگ خود بازگشته‌اند، و موج و اوج طنین غرورآفرین فریاد

دادخواهانهٔ حماسه‌سازانمان از مرزها گذشته و آفاق را درنوردیده است و طلایه‌های انقلابْ صادر شده و در رهایی ملّتهای ستمزده و دربند جهان مؤثّر افتاده است،

و اینک که روح خدا در وجود ابرمردی از تبار ابراهیم تجسّم یافته و بزرگ فرزندی از سُلالهٔ پاک آخرین فرستادهٔ او امیرمؤمنان گشته و اسلام را تولّدی دیگر پیش آمده است،

واینک که مستضعفان جهان، وارث زمین خداوند شده و ارادهٔ آفریدگار و مصداق این آیهٔ کریمه از کتاب او، تحقّق یافته است که: وَنُرِیدُ اَنْ نَمُنَّ علی الّذِینَ اَستُضعِفوا فی‌الارضِ ونَجْعَلُهم اَئِمَّةً و نَجْعَلُهُم الوارِثین،

و اینک که با فرارسیدن بهاران آزادی، نخوت باد دی و شوکت خار خودکامگان و «ناز و تنعّم خزانِ» استبداد بپایان آمده و آن «محنتهای بی حدّ و شمار» شب دیجور حکومت ستمشاهی به آخر رسیده است،

و اینک که جهان به کام و ره هموار و حقّ پیروز و شیطان بزرگ رسوا و طاغوت سرنگون شده است، باید به سوی روشنیها گام برداشت و با زاد راهی از پاکی و صفا و کوله‌باری از ایمان و آگاهی و وفا، به سر منزل مقصود شتافت.

باید در سایهٔ برابری و برادری اسلامی و مهر و داد الهی و در پرتو مشعل فروزان و آسمانی قرآن به بهشت گمشدهٔ انسانیّت دست یافت و در مدینهٔ فاضلهٔ توحید رحل اقامت افکند و از این رهگذر، قلّه‌های پرشکوه فضیلت و کرامت انسانی را تسخیر کرد.

هان! این راه است و این ایّام الله... و زمان، زمان حرکت و پویندگی و سازندگی است و گاهِ درنگ نیست.



ایران، این سرزمین قهرمانان ایثار و شهادت، که چشم تاریخ، حشمت خورشید و لطافت مهتابها و زُلال سُکرآور سپیده دمانش را در پرتو آثار تابناک اندیشه‌ها و از چشم‌انداز آثار دانشمندان راستین و روحانیّت مبارز و متعهّدش نظاره‌گر بوده و کویر تشنهٔ نگاه ژرفدلان عالَم، قُلّه‌های ایمان و فرزانگی او را بر پهندشت فرهنگ بالنده‌اش مشاهده کرده است،

این مرز و بوم حماسه‌ها و مردی و مردانگیها که آزادگان سربداری چونان شهدای فضیلت یا آنان را که مرکّب قلمشان از خون گلویشان برتر و والاتر است، در

دامن پرورده و دانش مردان سترگی را در قلمرو عرفان و ادب و شعر وهنر، ببار آورده که جز بر آستان رفیع حقیقت بوسه نزده و جز در برابر خدا سر فرود نیاورده‌اند و هرگز جان به نان نفروخته و قیمتی الفاظ دُرّ دری را به پای خوکان پست زورمند و زردار تاریخ نثار نکرده‌اند و مآلاً به جُرم دوستیِ شرف و بزرگی و حکایت مهر نبیّ و وصیّ او، دربدری و فقر و رنج را به جان خریده‌اند و «با لشکر زمانه و تیغ تیز دهر»، به مدد دین و خرد، دست و پنجه نرم کرده‌اند.

و این خاک مردخیز شهیدپرور که مرزبانان پرتوان خطّهٔ شرف و آزادگیش، چونان تُندرهای سهمناک در طوفان انقلاب اسلامی ایران، خروشیده‌اند و به گونهٔ آذرخشی علیه سیاهی و تیرگی برآشفته و آتش در خرمن نامردمی و بیداد زده‌اند ونقاب زرّین از چهرهٔ کریه ستمگران شرق و غرب برداشته وهویّت پلید استمارگران جهانخوار را به محرومان عالم نموده‌اند.

اینک: این سرزمین قهرمانان ایثار و شهادت
این کانون حماسه‌ها و آزادگیها
این خاک مردخیز شهیدپرور

که به برکت تعالیم حیاتبخش اسلام و به فرخندگی انقلاب اسلامی خود:

هر جا که بنگرد به جهان، امروز — شوق شکفتن است و گل‌افشانی

باید، در پناه *قرآن* و به رهبری امام ــ این قلب تپندهٔ محرومان ــ با توشه‌ای از کوشش و شکیبایی و سرمایه‌ای از ایمان و فرزانگی، همراه و همگام با همهٔ مستضعفان از بندرستهٔ جهان، به سوی فرداهایی طلایی و امیدبخش، گام بردارد و به سوی نور پر کشد، تا ترنّمِ بودن و شکوه سرودن و لذّت زنده بودن را بشنود و احساس کنَد.

هان! این، راه است و این، ایّام الله... و زمان، زمان حرکت و پویایی و سازندگی است و گاهِ درنگ نیست...

پس برای گرمپویی در این راه و دستیابی سریع به آینده‌ای باچنان جلال وجاه، باید این سرودهٔ شاعر را زمزمه کرد و با او همنوا شد که:

سمند صاعقه زین کن، سواره باید رفت — به عرش شعله، سحر با ستاره باید رفت
گذشته کشتی خورشید، از جزیرهٔ موج — به غرقه‌گاه خطر، زین کناره باید رفت
بپوش جوشن آتش به تن، سوارِ فلق! — که‌درمصاف‌خسان‌چون‌شراره‌بایدرفت

شکفته در افق خاک، آفتاب یقین
امیر قافلهٔ نور می‌دهد فرمان
رسیده لحظه موعود و نیست گاه درنگ

به بامِ دیده برای نظاره باید رفت
به رزمگاه شهادت هماره باید رفت
به قاف واقعه بی استخاره باید رفت

حسین رزمجو

توضیحات

آذرخش: کڑکنے اور زمین پر گرنے والی بجلی۔
آنان کہ مرکب قلمشان از خون...... اس حدیث کی طرف اشارہ ہے: مِدَادُ الْعُلَمَاءِ اَفْضَلُ مِنْ دِمَاءِ الشُّهَدَاءِ (دانشمندوں کا قلم شہدا کے خون سے برتر ہے۔

بالشکر زمانہ و تیغ تیز دہر: حکیم ناصر خسرو قبادیانی کے مندرذیل شعر سے ماخوذ۔

با لشکر زمانہ و با تیغ تیز دہر
دین و خرد بس است سپاہ و سپر مرا

بالیدگی: نمو کرنا، بڑھنا، نشوونما پانا۔
بی استخارہ: یہاں معنی بے درنگ و بے خوف و خطر کے ہیں۔ کیونکہ شہادت کارِ خیر ہے۔ بہ قول حافظ "در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست" لفظ استخارہ کے اصل معنی "خیر طلب کرنا" ہیں۔ اصطلاحی معنی ہیں "مدد چاہنا" ایسے کاموں میں قرآن سے فال نکالنا جن کے انجام دینے میں تردد ہو۔
تندر: بجلی کی کڑک، بادلوں کی گرج، رعد۔
خطہ: ناحیہ، منطقہ، علاقہ، ملک، زمین کا کچھ حصہ جمع: خطط
رحل اقامت افکندن: کسی جگہ مقیم ہونا، پڑاؤ ڈالنا کسی جگہ رہنے لگنا۔ رحل: سامانِ سفر۔
زکورہ راہ زمان...... : ماخوذ از جلد دوئم مجموعہ اشعار "سورہ" از دیوان سیمیندخت وحیدی۔
سترگ: عظیم، بزرگ، تنومند۔
سربدار (در آزادگان سربداری چونان......) جان

برکف: وہ شخص جو جان دینے کے لئے نکلا ہوا ور دار کی طرف جا رہا ہو۔ "سربداران" سبزوار میں مجاہدین کی جماعت تھی انھوں نے آٹھویں صدی ہجری قمری میں اسی نام سے خراسان میں حکومت کی بنیاد رکھی تھی ان کی وجہ تسمیہ یہی تھی جو یہاں بتائی گئی ہے۔
سلالہ: نسل، برگزیدہ، ہر چیز کا خلاصہ۔
سمند: زرد مائل گھوڑا، سمند صاعقہ۔ اضافہ تشبیہی ہے آذرش (بجلی) کو سرعت کی باعث وسب تیز رفتار سے تشبیہہ دی گئی ہے۔
سمند صاعقہ زین کن...... : یہ اشعار نصراللہ مردانی (متخلص بہ ناصر) کے ہیں۔
عطر عاطفہ: عاطفہ ہمبوی عطر، اضافہ تشبیہی ہے۔ انسانی عاطفہ (شفقت، مہربانی) کو عطر کی خوشبو سے تشبیہہ دی گئی ہے۔
قاف واقعہ: اضافہ تشبیہی ہے۔ کوہ قاف ایک پہاڑ کا نام ہے جس کی حیثیت افسانوی بھی ہے۔ اس کی چوٹی دوری اور بلندی کا مظہر ہے۔ بہ قاف واقعہ رفتن مجموعی طور پر کنایہ اور مراد اس دنیا سے ہے جو ہماری دسترس سے دور ہے شہادت۔
قیمتی الفاظ دردری...... : حکیم ناصر خسرو قبادیانی کے اس شعر سے ماخوذ۔

من آنم کہ در پای خوکان نریزم
مر این قیمتی درِّ لفظ دری را

قالاً: صرف قید بہ معنی سرانجام واپس جانا، لفظ قال یعنی لوٹنا، واپس جانا، عربی زبان کے قاعدے کی رو سے مصدر میمی ہے۔ اوّل اس کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں واپس جانا۔

(تنوین نصب، جوصرف قید کو متعین کرتی ہے)

مالا بہ جرم دوستی شرف و۔۔۔۔ فردوسی کے ان اشعار کی طرف اشارہ ہے جو اس نے پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علیؑ کی تعریف میں کہے تھے۔

منم بندۂ اہل بیت نبی۔ ستایندہ خاک پاک وصی

گراز مہر شان من حکایت کنم۔ چو محمود را صد حمایت کنم

مدینۂ فاضلہ: شہر اتھوپیا یا اتھوپیا، تمناؤں کا شہر، شہر آرزو، متمدن افراد کی ہمیشہ یہ آرزو رہی ہے کہ وہ اپنی آرزوؤں کے مطابق ایسا معاشرہ بنا سکیں جس کا نظم و نسق اہل علم و دانش، صاحب فضل و حکمت اور فرزانہ لوگوں کے ہاتھوں میں رہے، اس کے برعکس "مدینہ جاہلہ" ہے جہاں جہل و نادانی اور سرکشی کا دور دورہ ہو، اسی بنیاد پر عہد قدیم سے عصر حاضر تک بہت سی کتابیں تالیف کی گئی ہیں جس میں مدینۂ فاضلہ کی تشریح اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور و معروف کتاب، افلاطون کی کتاب "جمہوریت" ہے۔

آرا را اہل مدینۃ الفاضلہ عالم اسلام کے بزرگ فلسفی ابونصر فارابی کی تالیف ہے۔

نخوت باد دی و شوکت خار خود کامگان "ناز و تنعم خزان"، حافظ کے مندرجہ ذیل اشعار سے ماخوذ:

آنہمہ ناز و تنعم کہ خزاں می فرمود

عاقبت در قدم باد بہار آخر شد

شکر ایزد کہ بہ اقبال کلہ گوشۂ گل

نخوت باد دی و شوکت خار آخر شد

واقعہ: کنایہ از مرگ۔ بہ قول حافظ:

بہ روز واقعہ، تابوت ما ز سرو کنید

کہ مردہ ایم بہ داغ بلند بالائی

وَنُرِیْدُ اَنْ نَمُنَّ۔۔۔۔ اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں ان لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور انھیں پیشوا بنا دیں اور ان ہی کو وارث بنائیں (سورۂ مبارکہ القصص آیہ شریفہ ۵)

ہویت: وہ چیز جو کسی شخص کو پہچاننے کا موجب ہو۔

پاسدار، شجرِ انقلاب کے پھول ہیں، پھول بھی ایسے کہ جب خاک میں مل جاتے ہیں تو بیج، بن جاتے ہیں، اُن بیجوں سے پودے اُگتے ہیں، جن میں پھر پھول کھلتے ہیں۔ پاسدار انقلاب کے بے نام ونشان جانباز بہادر ہیں۔ یہ دُنیا کے سر پر پیر رکھ کر راست قامت ہوگئے ہیں تاکہ اپنے سر کو کفِ پائے یار سے مس کرسکیں:

پای بر فرق جهان، سر به کف پای حبیب
تانگویند که این طایفه بی پا و سرند

رمزِ حروفِ واژۂ پاسدار، (لفظ پاسدار کے حروف کا رمز) ایک مضمون کا عنوان ہے۔ جس میں صاحبِ مضمون نے خود کو پاسدار (رضا کار محافظ) کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اس کے نام کا ہر حرف اس کے ایمان و اعتقاد، اس کی نظر اور سرشت کے رمز کو پکار پکار کر بیان کر رہا ہے۔ اس نے ہر حرف سے دو سو نکتے کی باتیں پیدا کی ہیں تاکہ وہ یہ بتلا سکے کہ "میں کون ہوں"، مگر اس کے باوجود اس کی داستان ہنوز باقی ہے:

رمزِ حروفِ واژۂ «پاسدار»

«پ»

پاسدار پاکیهایم و پیکارگر با پلیدیها و پستیها و پلشتیها.
پنجۀ پولادین در پنجۀ پیدا و پنهان پلیدان می‌افکنم.
پشت به پوکی و پوچی و پوسیدگی کرده‌ام.
پشتیبان و پشتوانۀ انقلابم، پیروِ پیر پارسای جمارانم.
پیمانم با پیامبر است و پیوندم با پیام.
از پروردگارم پروا دارم و از پرستش‌پسندها پرهیز.
پرچم پایداری بر دوشم و پندار پارسایی در سرم.
پل پریشانی در پس و پنجرۀ پیروزی در پیش است.
پویا و پرتوان، پیک پروازم و از پرتو پایندۀ حق پاس می‌دارم.

«ا»

الگوی ایمان و اعتقادم امامت امّت است و اسوهٔ استقامت، و ایثارم امّت امام.
امدادگر انسانهای افتاده، انتقام گیرندهٔ اسیران و اِحیاگر ایّام‌الله هستم.
افشاگر افسون و افسانهٔ اجانب، استاده در برابر استبداد و استعمار، استخوان در گلوی استعمارم.
امین انقلاب اسلامی ایرانم.
انگیزه‌ام اسلام، اندیشه‌ام استقلال، امیدم اجر اخروی.
افتخارم اعتقاد به انبیاء و امامان واطاعت از اولوالامر است. و انتظارم انتصار آیین الهی است.
از اوّل، الهام از الله گرفته‌ام و اخگر ایزدی را در احساس و ایمانم افراخته‌ام.
اختر انجمنم اخلاص و ادب است و اصل و اساس اعمالم ارشاد است و ایثار.

«س»

سالک سبیل الله و سربلند، سایه بانم سنّت رسول الله (ص) است و از این رو سرافرازم.
سفینه‌ام سوره‌های *قرآن* است؛ نه سودای سودجویی در سر دارم و نه سجدهٔ سالوس در سیما.
بر سجّادهٔ سَحَر، سجدهٔ سرخ می‌کنم و بر سپیده و ستاره سلام می‌دهم.
با سکوت و سردی و سیاهی و ستم می‌ستیزم و با سایه پروردگان سفله، سر سازش نخواهم داشت.
سرباز سلحشور و سربدار آن سرور و سالارم که همچون سلیمان سلطهٔ خدایی دارد و در سبیل سلمان، ساحرشکن است و سخنش سِحرآسا.

«د»

دل در گرو دولت دلدار دارم و دست در دست دوست، و دیده در دنبال دشمن.
نه در دام دانه می‌افتم و نه در دامان دیو و دد.
دانش و دین را با هم دارم و درمان دردم را در دین می‌جویم و دنیا را هم برای دین می‌طلبم.

درفش درخشان دریادلی بر دوشم؛ سوختهٔ دردم و دلباختهٔ داد.
دیده به درگاه دوست می‌دوزم؛ دهان از دروغ می‌بندم؛ دست به دعا برمی‌دارم.
دفتر و دستورم از دیانت است؛ نه در پی درهم و دینارم، نه دلبستهٔ دار و ندار.
داغ داستان درد در دل و دیده دارم و دیده‌بان دیار دل‌آگاهیم.

«ا»

الفبای اخلاقم اخلاص و ایمان و ایثار است.
در اقلیم ادریس‌ها واویس‌ها ارزش آموخته‌ام.
الهام گرفته از استقامت ایّوبم، ادب آموخته از اسلام اسماعیلم، اسرار ایمان از ابراهیم گرفته‌ام.
امواج اتّحاد و اخوّت را از ایوان امانت تا اوج اندیشه و عمل رسانده‌ام.
و در مصاف ابلیس اسلحه‌ام «الله اکبر» است.

«ر»

رایت رستگاری را به دوش می‌کشم.
رمز و راز رادمردی را رهیار رفتن خود به راه رهایی می‌سازم تا رزم رهایی‌بخش، روزنه‌ای به روی روشنایی بگشایم. در رکاب رسول الله (ص) راضی و راسخ، رهسپار روزگارانم. رهبری روح الله را و راهنمایی روحانیّت راستین را در رفتار روزانهٔ خود در پیش رو دارم.
ره‌توشه‌ای از رنج برای راحت روان خویش برمی‌دارم تا به رضایت ربّ برسم.
رگ رنگارنگیها را می‌زنم تا راهي راه و روش راست قامتان راه رشد گردم، و با زدودن رذائل از رخ روان خود، رنگ رسالت گیرم و رازدار ره‌آوردهای رزق الله شوم.

جواد محدّثی

توضیحات

اخروی: آخرت کا، دوسری دنیا کا، اس جہاں کا۔

ادریس ہا: حضرت ادریس جیسے افراد۔ ادریس ایک پیغمبر کا نام ہے۔ آپ کا ذکر قرآن شریف میں دو جگہ آیا ہے (سورۂ مبارکۂ مریم آیۂ شریفہ ۵۷) اور سورۂ مبارکۂ انبیاء آیۂ شریفہ ۸۵) کہا جاتا ہے کہ آپ نے بھی حضرت خضر اور حضرت الیاس کی طرح جاودانہ حیات پائی۔

توضیح: اگر فارسی زبان کے قواعد کی رو سے اسم خاص کی جمع نہیں بنائی جاتی مگر یہاں اسم خاص کی جمع بنانے سے مُراد یہ ہے کہ اس نام کے نظیر و مانند اشخاص۔

اسلام اسمٰعیل: تسلیم ہو جانا، گردن جُھکا دینا۔ حضرت اسمٰعیل کا خدا کے فرمان کو تسلیم کرنا۔

اویس ہا: حضرت اویس قرنی جیسے افراد۔ ان بزرگ کا شمار ان چند متقی اور پارسا لوگوں میں ہوتا ہے جو جنگ صفّین میں حضرت ؑ کے ساتھ تھے۔ اکثر لوگ اس امر پر متفق ہیں کہ آپ اس جنگ کے دوران ۳۷ ھ ق میں شہید ہوئے۔

اولوالامر: یہ اولو (بمعنی صاحبان) اور امر (بمعنی فرمان) مرکب ہے اولوالامر۔ اصحابِ فرمان و صاحبان۔ امر و حکم کو کہتے ہیں یہاں سورۂ مبارکۂ نساء کی آیۂ شریفہ ۵۸ کے کچھ حصّے کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

ایّوب: ایک پیغمبر کا نام۔ آپ سخت مصائب اور شدید تکالیف کی حالت میں صبر و استقامت کے لیے مشہور ہیں۔

پلشتیہا: آلودگیاں، کثافتیں، گندی چیزیں۔

سالوس: چرب زبان، خوشامدی۔

سالک: راستہ چلنے والا، سفر کرنے والا۔

سفینہ: کشتی، بیاض، کتابچہ، یہاں یہ لفظ دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ایران کا اسلامی انقلاب اس اصل تمدّن و فرہنگ کے باعث ظہور پذیر ہوا ہے جو عرصۂ دراز سے مثل خزانے کے کسی ویرانے میں پنہاں تھا۔ اب اس خزانے پر مُرغِ منحوس کے سائے کا وجود نہیں اور اسی وجہ سے یہ پوشیدہ مخزن اب آشکار ہو چُکا ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم اسی اصلی فرہنگ و تمدّن کی قدر و قیمت پہچانیں اور دوسروں کو اس کی خوبیاں بتائیں کیوں کہ انقلاب سے قبل فساد پیشہ کچھ غیر ملکیوں کے اشارے پر اسی اصلی فرہنگ و تمدّن کو نظر انداز کیا جا رہا تھا۔ ہماری اجتماعی فطرتوں کی بیخ و بن، اسلامی تہذیب و تمدّن کی خاک پاک میں ہیں، ہمیں چاہیئے کہ ان کو پہچانیں۔ اب جب کہ ہم نے آزادی و استقلال کے معنی و مفہوم کو جان لیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم مستقل و آزاد جامعہ شناسی کے مالک بھی ہوں، روحانی کیست، و روحانیت چیست،، کے تحت عنوان یہاں ایک مضمون درج کیا جا رہا ہے۔ جس میں مختصر طور پر اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ ان اجتماعی فطرتوں کو پہچانیں جو اسلامی فرہنگ و تمدّن سے اُبھر کر سامنے آئی ہیں۔

روحانی کیست و روحانیّت چیست؟

از نظر تاریخی، سابقهٔ روحانیّت اسلامی به اندازهٔ عمر خود اسلام است. اگر از روزگار معاصر تا زمان بعثت پیامبر گرامی اسلام به عقب بازگردیم، روحانیّت را در جامعه همواره حاضر و همراه می بینیم. از همان روزی که رسول خدا، که سرسلسله روحانیّون اسلام است، فریاد «قُولُوا لااِلٰهَ الاّ اللهُ تُفلِحُوا» سر داد و رسالت خود را اعلام کرد، در میان همهٔ مردمی که ندای او را شنیدند، کسانی بودند که از جان و دل دعوت او را پذیرفتند و همهٔ توش و توان خود را بر سر ایمان خود نهادند و به تعلیم و تبلیغ پیام آسمانی او پرداختند. اینان اسلام آوردند و ایمان پیدا کردند و برای حفظ ایمان خویش و گسترش آن، از شهر و دیار خویش هجرت کردند و در دفاع از آیین خود به جهاد پرداختند. آن مردان و زنان مؤمنی که در صدر اسلام و در آن روزگار غربت و تنهایی، اسلام را شناختند و باور کردند و براه افتادند و کوشش و مجاهدت کردند، نخستین روحانیّون تاریخ اسلامند. یاران باوفایی چون علی علیه‌السّلام و حمزه و عمّار و بلال و

ابوذر و مقداد و سلمان و جعفر که در مسجد پیامبر و در مکتب او، اسلام را می‌آموختند و چونان خود پیامبر در همهٔ صحنه‌های جامعه به تبلیغ و اجرای آن می‌پرداختند و به شهرهای دور و نزدیک سفر می‌کردند و پرچم توحید را بدست می‌گرفتند و بر دوش می‌بردند، قافله‌سالار روحانیّون تاریخ اسلامند. این رودخانهٔ جاری خروشان از آن قلّه‌های بلند سرچشمه گرفته است.

وقتی زمان گذشت و پیامبر درگذشت، نسلهایی دیگر از راه رسیدند که به پیامبر دسترسی نداشتند، در آن حال لازم بود که اسلام و *قرآن* به دقّت مشخّص و مدوّن شود تا مکتب از دستبرد فراموشی و تحریف مصون بماند. همچنین، لازم بود راه صحیح تفسیر *قرآن* و سخن پیامبر شناخته و آموخته گردد تا در مسائل تازه‌ای که برای مسلمانان پیش می‌آمد، دین‌سازان، اسلام را به رأی خود تفسیر نکنند. چنین بود که در گذار زمان مجموعه‌ای علمی و فرهنگی به نام «علوم و معارف اسلامی» پدید آمد تا نسلهای دور از پیامبر هم بتوانند با همهٔ ابعاد مکتب خویش آشنایی داشته باشند و چنین بود که یکی از وظایف مهمّ مؤمنان و دین‌باوران راستین، آموختن معارف اسلامی برای حفظ و تداوم مکتب و دفاع از حقایق و ارزشهای آن شد و عمّارها و بوذرهای قرنهای اوّل و دوم و سوم هجری، وظیفهٔ خود دانستند تا در مکتب امامان معصوم و اصحاب بزرگ پیامبر و عالمان و دانشمندان زمانهٔ خود بنشینند و *قرآن* و تفسیر و حدیث و فقه و کلام بیاموزند و زبان و قلم خود را برای تبلیغ دین بکار گیرند و با سلاح و سپر علم و منطق، با اندیشه‌های رنگارنگ و مکتبهای گونه‌گونی که از هر سو وارد جامعهٔ پهناور اسلامی می‌شد، به نبرد برخیزند و اندیشه‌های ناسازگار با اسلام را از افکار منطبق با مبانی آن تمیز دهند. بدین‌ترتیب بود که یکی از وظایف مهمّ معتقدان و مدافعان اسلام، علم به اسلام و شناخت حقایق مکتب شد و لازم آمد تا کسانی در جامعه باشند که ایمان عمیق خود را با علم به معارف اسلامی توأم سازند و به عنوان «عالمان دین» چراغ روشن مکتب بدست گیرند و پیشاپیش جماعات مردم براه افتند و با تاریکیهای جهل و بدعت و تحریف و ظلم بجنگند و آن چراغ روشن را به‌دست آیندگان پس از خود بسپارند. این‌گونه بود که سلسله‌ای از عالمان بوجود آمد که در همهٔ عمر همّ و غمّ خود را صرف شناخت و شناساندن دین می‌کردند و می‌کوشیدند تا خود بدانچه می‌دانند عمل کنند و پاسدار سنّتها و ارزشهای الهی باشند. اینان روحانیّون بودند که در بحث و درس،

عالمانی دقیق‌النّظر و در میدان عمل، مردانی صالح و باتقوی و در مساجد و منابر مبلّغانی آتشین سخن و در مقابل حکّام ظالم، غالباً مبارزانی تسلیم‌ناپذیر بودند. اینهمه گنبدهای ساده و زیبا که بر فراز مزار مشایخ و امامزاده‌های پرشمار و پراکنده در همه جای عالم اسلام و مخصوصاً در ایران بچشم می‌خورد، نشانه‌های اسلام و ایمان و هجرت و جهاد همان روحانیّونی است که آتش ایمان در دل و گنجینهٔ علم دین در سینه داشته‌اند و رایت مبارزه با ظالمان زمانهٔ خویش برمی‌افراشته‌اند و به قصد تبلیغ از خانه و کاشانه سفر می‌کرده‌اند و سرانجام یا در تنهایی غربت و یا در میدان نبرد با سپاه حکّام جور، جان می‌باخته‌اند. اینان نمونه‌های کامل روحانیّون اسلامی هستند و چنین بوده است که روحانیّت به عنوان قشری از اقشار مردم در جامعهٔ اسلامی، در طول تاریخ شکل یافته و نسلی پس از نسلی و عصری پس از عصری انتقال و دوام داشته است.

روحانی کیست؟ ــ در پاسخ این سؤال که «روحانی کیست؟» باید گفت: «روحانی، فرد مسلمانی است که به حکم ایمان خویش، زندگانی خود را صرف آموختن حقایق دین و معارف اسلامی می‌کند و برای هدایت و آگاهی مردم و آشنایی آنان با احکام و دستورات مذهبی به تبلیغ می‌پردازد و می‌کوشد تا همچون پیامبر، در همهٔ مسائل سیاسی و اجتماعی و اقتصادی جامعه، ارزشهای اسلامی را حاکم سازد و در همهٔ این احوال مراقب است تا خود بدانچه می‌داند و دیگران را بدان دعوت می‌کند، عمل کند و با تهذیب اخلاق خویش، خود را از قدرت‌طلبی و هوی‌پرستی دور سازد». توجّه به این نکته لازم است که روحانی کسی نیست که تنها عالم به علوم دینی و آشنا به اصطلاحات معارف اسلامی باشد. بسیاری از مستشرقان و اسلام‌شناسان خارجی و داخلی، سراسر عمر خود را صرف تحقیق و تعلیم علوم اسلامی می‌کنند، امّا روحانی نیستند، زیرا به آنچه می‌خوانند و می‌دانند، ایمان ندارند و به آن عمل نمی‌کنند. روحانی کسی است که نه تنها اسلام را «می‌شناسد» بلکه با آن و برای آن زندگی می‌کند و عمل به اسلام را قبل از دیگران بر خود واجب می‌داند.

روحانیّت چیست؟ ــ در پاسخ به این سؤال که «روحانیّت چیست؟» باید گفت در جامعهٔ اسلامی، روحانیّت یک نهاد اجتماعی است که براساس نقشی که روحانیّون در جامعه ایفا می‌کنند، بوجود آمده است. این نهاد عبارت از مجموعهٔ نظامها و روابط و ضوابط اجتماعی خاصّی است که روحانیّون را در هر عصری پرورش می‌دهد و میان

آنان و مردم، پیوند و ارتباط برقرار می کند و آنان را به انجام مسؤولیّتی که بر عهده دارند، توانا می‌سازد. به موجب نظام و ضوابط خاصّ این نهاد، روحانیّون هر یک، به تناسب جایگاهی که در این نهاد اجتماعی دارند، عنوانی مخصوص و وظیفه‌ای مشخّص دارند. «طلبه»، روحانی جوانی است که برای تحصیل علم دین و تهذیب نفس، قدم در حوزه‌های علمیّه نهاده، و وظیفهٔ اصلیش فراگیری علوم و معارف اسلامی است. «خطیب و واعظ» مردم را از طریق وعظ و خطابه با احکام دینی و مسائل اجتماعی و مناقب و مصائب بزرگان دین آشنا می‌سازد. «امام جماعت»، نماز جماعت را در مساجد برپا می‌دارد و مرجع رفع مشکلات دینی و حلّ و فصل پاره‌ای از مسائل اجتماعی ساکنان یک محلّه بشمار می‌رود. «مدرّس» علوم دینی در حوزه‌های علمیّه، سمت استادی طلاّب را در رشته‌های مختلف زبان عربی و منطق و فلسفه و فقه و اصول و تفسیر و... بر عهده دارد. «فقیه و مجتهد»، کسی است که پس از سالها تحصیل علم و بحث و فحص در مسائل دینی، به مرحلهٔ اجتهاد رسیده و خود می تواند بر پایهٔ اصول اسلامی، نظر اسلام را دربارهٔ مسائل تازه استنباط کند و «مرجع تقلید»، فقیهی است که با برتری در علم و عدالت، به درجه‌ای می‌رسد که فتویٰ صادر می کند و مردم از او تبعیّت و تقلید می کنند و سرانجام رهبری جامعه در حکومت اسلامی، از میان مراجع تقلید معیّن می‌شود.

غلامعلی حدّاد عادل

توضیحات

بدعت :- احکامِ دین کے خلاف کوئی نیا عقیدہ۔

تجانس :- ہم جنس ہونا، ایک ہی جنس کا ہونا ہم آہنگی۔

تہذیب :- پاکیزہ کرنا، آراستہ کرنا، اصلاح کرنا۔

جعفر :- جعفر بن ابی طالب، آپ کا لقب ذُوالجَنَاحَین تھا۔ اور جعفر طیّار کے نام سے مشہور تھے (سال شہادت ۸ھ ق آپ حضرت علیؑ کے بڑے بھائی تھے۔ غزوہ موتہ میں سپاہِ اسلام کا پرچم آپ کے ہاتھ میں تھا۔ مشرکین سے جنگ کے دوران آپ کے دونوں ہاتھ قلم ہوگئے۔ آپ کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ خدا نے ان دو ہاتھوں کے بدلے دو پر عطا فرمائے ہیں تاکہ ان کی مدد سے جنّت میں پرواز کرسکیں، اس وجہ سے جعفر طیّار کا لقب پایا۔ آپ کی قبر موتہ نامی مقام پر ہے۔

حکام :- حاکم کی جمع، فرمان دینے والے، حکمران لوگ

حمزہ :- سیّدالشہدا، رسول خدا حضرت محمدؐ کے چچا۔ آپ کا شمار اسلام کے بڑے جلیل القدر سرداروں میں ہوتا ہے۔ ۳ھ میں۔ آپ غزوہ اُحُد میں شہادت کے مرتبہ عالی سے سُرخرو ہوئے۔

سلمان :- سلمان فارسی، رسول اکرمؐ کے بزرگ صحابہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا تھا "سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلُ الْبَيْتِ" یعنی سلمان ہمارے خاندان کے افراد ہیں۔

آپ نے ۳۶ھ ق میں بمقام مدائن وفات پائی، آپکا مدفن بھی اسی جگہ ہے۔

عمّار:- (عمّار یاسر) آپ رسول اکرمؐ کے بزرگ صحابہ اور حضرت علیؑ کے برگزیدہ دوستوں میں شامل کیے جاتے ہیں۔ وہ بذاتِ خود، ان کے والد حضرت یاسر، والدہ سُمَیَّہ اور بھائی عبداللہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جو دینِ اسلام پر بہت ہی شروع میں ایمان لے آئے تھے۔ کفّارِ قریش نے حضرت یاسر اور حضرت سمیہؓ کو اس قدر ایذاء پہنچائی کہ آپ مکّہ ہی میں شہید ہوگئے۔

حضرت عمّار نوّے سال کی عمر میں جنگِ صفّین میں حضرت علیؑ کے ہمرکاب تھے۔ اسی جنگ میں آپ شہید ہوئے۔

قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا:- کہو کہ نہیں ہے کوئی معبود جز خدائے واحد کے، تاکہ تم رستگار ہو جاؤ۔

مُدَوَّن:- لکھا ہوا۔ تدوین کیا ہوا۔ جمع کیا ہوا، مرتّب۔

حصون:- محفوظ، حفاظت کیا ہوا نگہبانی کیا گیا۔

انقلاب کی کامیابی میں ابھی ایک سال باقی ہے۔ غنچوں کی پنکھڑیاں بکھر رہی ہیں، صدائے بُلبُل کہیں بھی سُنائی نہیں دے رہی، مرغِ شب کی بانگ بھی بلند نہیں، ساحل خاموش ہے۔ لیکن تبریز کے عوام کی بیداری کے باعث جو بادِ نسیم، شہرِ قم کی جانب چلی تو شاعر نے اس میں عاشورا کی خوشبو کو پالیا۔ اور آنے والے طوفان کی پیشین گوئی کردی، اس کے سینے کے سمندر سے جو امواج کا پُرجوش طوفان اٹھا، اس کو شعر کی صُورت میں لب دوسروں کے کانوں تک پہنچادیا۔

ساحل خاموش

غمم چون زخمه بر دل می‌زند، آوای من بشنو
زچنگ سینه‌ام فریاد جانفرسای من بشنو
حدیث آرزومندی که در دفتر نمی‌گنجد
گرت بگشوده باشد گوش دل، از نای من بشنو
چو از بیم قفس، لب بسته دارد از سخن، بلبل
سرود آشنایی از لب گویای من بشنو
سراپا شوق، چون پروانه شو تا شمع جان بینی
اگر جان وقف جانان کرده‌ای، سودای من بشنو
در این گلشن که از جور خزان بس غنچه پرپر شد
نوای عندلیبی برنخیزد، وای من بشنو
اگر مرغ شب، آهنگ سحرگاهان نمی‌سازد
نوید صبح را از چشم شب‌پیمای من بشنو
نسیم روضهٔ «تبریز» رویی سوی «قم» دارد
به دیگر اربعینی عِطر عاشورای من بشنو
حمیدا! ساحل خاموش، طوفان زیر سر دارد
خروش موج را از سینهٔ دریای من بشنو

حمید سبزواری

توضیحات

اربعین :۔ چہلم، یہاں اربعین سے مُرادان شہداء کا چہلم ہے جنھوں نے ۹ رجنوری ۱۹۷۸ء کو شہرقم میں خونی انقلاب بپا کیا تھا۔

حدیث :۔ خبر

زخمہ :۔ مضراب، ستار بجانے کا خلقہ۔

سودا :۔ دراصل انسانی بدن چار خلط مزاج پر مشتمل ہے۔ جن کے نام ہیں: صفرا، بلغم، خون اور دم۔ قدیم طب کے مطابق اگر ان چاروں میں سے کسی ایک کا غلبہ جسم پر ہو جائے تو جو مرض پیدا ہوگا۔ اس کو بھی اسی نام سے پکارا جائے گا۔ اصطلاحی معنوں میں ایسا شخص جس کی طبیعت میں تندی اور جوش ہو اسی لئے یہاں سودا سے مراد غلبۂ شور و شوق اور جوشِ عشق ہے۔

مرغِ شب :۔ مرغِ حق۔ ایک پرندہ جو رات کو الٹا لٹک حق حق کی طرح آواز نکالتا ہے

سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں سال سے ہماری قوم کی تقدیر نخوت پسند و متکبر بادشاہوں کے دست اختیار میں تھی۔ ہزاروں سال گذرنے کے بعد ہمارے عوام میں سے ایک مرد اُبھر کر سامنے آیا جس نے خدا کی ذات پر پُورے ایمان و یقین سے بھروسہ کر کے اُن ستمگر بادشاہوں کے تخت و تاج کو تہ وبالا کر ڈالا، اور متکبروں کے ظالم ہاتھوں کو مستضعفین کے جان و مال کی طرف دراز ہونے سے روک دیا۔
اب تک تمام شاعر "قیمتی دُرِّ لفظ دری"، کو ان بادشاہوں کے قدموں پر نثار کرتے رہے ہیں تاکہ:
"آلات سفرہ از زر لبسازند و دیگران از نقرہ"
لیکن ان تمام شعراء کے برعکس ہمارے شاعر نے اپنے اشعار میں امام خمینی کی ستایش کی ہے۔ امام خمینی قوم کے وہ محبوب رہنما ہیں جو محض اس لئے ملک میں انقلاب لائے کہ ان فاقہ کش انسانوں کی محنت کی کمائی سے جن کے دل رنج والم سے پُرخون ہیں۔ جابر و ستمگر اپنے دسترخوان کے ظروف سونے اور دیگیں چاندی کی نہ بنا سکیں۔
اگر اب کسی شخص کی مدح و تعریف کی جا سکتی ہے تو اس کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جیسے امام خمینی ہیں۔ کیوں کہ جب شاعر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعریف و تمجید کی تو "صلہ" دینے کی بجائے اس سے یہ "گلہ" کیا گیا کہ تو نے میرے وصف میں کیوں اس قسم کے الفاظ استعمال کیے، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں اُن پر یقین نہ کر لوں ــ ۔

خورشید تابان جهاد اسلامی

فری ای جهان زیر شهپر گرفته
همایِ ز گردون فراتر گرفته
زدامان آخر زمان بردمیده
جهان را چو خورشید انور گرفته
بتان را سریر خدایی ز سر بر
به منشور «الله اکبر» گرفته
خمینی! امام! ای که داد ولایت
به توفیق دادار داور گرفته
لوای وِلایت، به توقیع حیدر
به فرّ وِلایِ پیمبر گرفته

بـه دریـای خـون، بـادبانها گشوده
بـه طـوفان درون، هر دو لنگر گـرفته
زتـوحید، رایـت بـه گـردون کشیده
زسر، شرک را تـاج و افسر گـرفته
بـه حکمت، خـدایی، بـه‌گـوهر، الهـی
درفش رسالت بـه سر بـرگرفته

***

زهی رَقِّ مَـنشورِ نَصْرٌ مِـن الله
بـر ایـوان نُـه تـوی اخضر گـرفته
تـو خـون شهیدی، تـو اشک یـتیمی
تـو خشم خـدایی، شرر درگـرفته
تـو فـریاد انصاف صد قـرنْ رنـجی
بـه داد دل خلق، منبر گـرفته
ابـر قـدرتان جهـان را سراسر
زسنگر گـذشته، بـه سنگر گـرفته

***

ز «شعـب ابـیطالب» و «دیـر یـاسین»
ز «فـیضیّه» تـا «تـلّ زعتر» گـرفته
زخـون شهیدان، چـو دامـان گـردون
سراپـای گـیتی بـه گـوهر گـرفته
همه فـرّ الهـی، همه رهْ خـدایی
جهـان را و، از کـفر کـیفر گـرفته

***

تـو اشک فـقیری، تـو آه اسیری
بـه دامـان آخـر زمـان در گـرفته
همه داد مستضعفـان زمـانه
زعفـریت زور و بـت زر گـرفته

هم انصاف آوارگان فلسطین
از این شوم بیدادگستر گرفته
ز فقه و زحکمت، ز اشراق و عرفان
فراتر پریده، فراتر گرفته
ز بس آسمانی، ز بس کبریائی
به پاکی روان مصوّر گرفته
به فرّ نگین رسالت، جهان را
درفشان لوای پیمبر گرفته

***

شب مردمی را تو شبگیر عدلی
به ایمان و آن ایزدی فر گرفته
به خلق خدایی، چه کافر، چه مؤمن
برابر نهاده، برادر گرفته
به یک جلوه طومار شوم «سیا» را
همه در نَوَشته همه در گرفته
روان را به ایمان، جهان را به بینش
سراپا بریده، سراسر گرفته
ز طوفان بر افراشته بادبانها
بدین ورطه، سکّان و محور گرفته
ز بالا، بتان را سپه در شکسته
ز سر بر، شهان را کُله برگرفته
ز فرّ تو، خورشیدها بردمیده
به ظلمات «عدل مظفّر» گرفته

***

همه پیروانت، به دین و مروّت
ره و رسم سلمان و بوذر گرفته

***

مدیح تو، مدح شرف بود و تقوی
که از تو هنر شوکت و فر گرفته

مهرداد اَوِستا

توضیحات

الآت سفره از زر بساز ند و دیگدان: خاقانی شروانی (چھٹی صدی ہجری کا عظیم شاعر) کی اس بیت کی طرف اشارہ ہے جس میں اس نے عنصری (پانچویں صدی ہجری کا مدح گو شاعر) کا ذکر کیا ہے

شنیدم کہ از نقرہ زد دیگدان
ز زر ساخت آلات خوان عنصری

اشراق: خدا کی جستجو کرنے والے عارفوں کے دل پر نور حق کا درخشاں ہونا، عارف کے دل پر تجلی اسرارِ الٰہی، شعر میں اسلامی فکر کی اس مخصوص روش کی جانب اشارہ ہے جو حکمتِ اشراق کے نام سے موسوم ہے

ایوان نہ توی اخضر: آسمان سبز گوں کی جانب کنایہ ہے کیونکہ وہ نہ فلک پر مشتمل ہے۔ اَخضر: سبز (عربی زبان میں لفظ افعل وصفی ہے جو خضر سے مشتق ہے بمعنی سبز رنگ

تل زعتر: لبنان میں فلسطین کے بے خانماں مہاجرین کی ایک خیمہ گاہ۔ یہاں فالانژیست کے زرخرید بلوائیوں اور غنڈوں نے اسرائیل کی صہیونستی حکومت کی مدد سے فلسطینیوں کا وحشیانہ طور پر قتل عام کیا تھا۔

توقیع: نشانی لگانا، خط کے آخر میں دستخط، حکمت، فلسفہ علوم الٰہی، دانش، گیان درشن۔

دادار: (داد آر) داور خداوند دادگر و عادل۔

دریاسین: مقبوضہ فلسطین میں ایک جگہ کا نام۔ یہاں بے یار و مددگار مسلم فلسطینیوں کا ارگن نامی دہشت پسند طبقے نے بڑی بے دردی سے قتل عام کیا تھا۔ (جو موجودہ وزیر اعظم مناحم بیگن کی راہنمائی میں وقوع پذیر ہوا)

رایت: پرچم، جھنڈا، درفش، بیرق۔

رق منشور: قرآن مجید آیۂ شریفہ والطور کی جانب اشارہ ہے اور کتاب مسطور فی رق منشور، قسم ہے طور سینا کی، قسم ہے کتاب مسطور قرآن کی۔

ملاحظہ ہو صحیفہ گشودہ قرآن (آیۂ شریفہ ۱ سے ۳ تک سورۂ مبارکہ طور)

روان مصور: ایسی روح جس نے ہیأت و قالب کی شکل اختیار کرلی ہو شعر میں "روان مصور" سے مراد یہ ہے کہ چونکہ امام خمینی کا نام "روح اللہ" ہے اس لئے ان کا وجود اسقدر پاک و صاف اور ملکوتی ہے کہ گویا ایک روح ہے جو صورت کی ہیأت میں مجسم ہوگئی ہے۔

زہی: (زہ) آفرین، شاباش، کلمۂ تحسین و ستایش ہے۔

سریر: تخت، سلطنت، سنگھاسن، تخت شاہی۔

سیا: (C.I.A) یہ امریکہ کی سراغ رسانی، جاسوسی اور مخبری کی تنظیم ہے۔ اس نے دنیا کے مختلف مقامات پر بہت سی حکومتوں کے تختے پلٹ کر اور بہت سے برسر اقتدار حکمرانوں کو تاراج کر کے نہایت ہی مجرمانہ حرکات کی مرتکب ہوئی ہے۔ اس نے جگہ جگہ بغاوتیں کرائی ہیں جن کا مقصد دنیا پر امریکہ کے تسلط کو برقرار رکھنا ہے دنیا کو نگل جانے والی اس بڑی طاقت کے جو سرمایہ دارانہ مقاصد ہیں ان کا اجرا اسی تنظیم کے ذریعے ہوتا ہے۔

شرک: خدائے واحد کے ساتھ کسی دوسری طاقت کو شریک جاننا۔ ایک سے زیادہ خدا ماننا۔ یہ توحید کی ضد ہے۔

شعب ابی طالب: مکہ کے باہر دو پہاڑوں کے درمیان ایک درّے کا نام۔ اس جگہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے صحابہ کے ساتھ پناہ لی تھی

عدل مظفر: جس سال ناصرالدین شاہ قاجار نے ایران میں آئینی حکومت قائم کرنے کا فرمان جاری کیا تھا اسکی تاریخ حروف ابجد کے حساب سے اس سے نکلتی تھی (۱۳۲۴ھ ق) یہ عبارت سابق مجلس شورائے ملی کے صدر دروازے کے بالائی حصے میں ایک لوح پر نصب تھی۔

عفریت: بھوت، پریت، دیو۔

فر: شکوہ، جلال، عظمت، شان، شوکت۔

فری: آفرین، شاباش، کلمۂ تحسین۔

قیمتی در لفظ دری : ناصر خسرو قبادیانی کے اس شعر سے ماخوذ ہے۔

من آنم کہ در پائے خوکان نریزم
مر این قیمتی درّ لفظ دری را

"خوکان" استعارہ ہے جو ان حکمرانوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے جن میں خنزیر کی صفات پائی جاتی ہیں اور جن کی عادات حیوانوں جیسی ہیں۔

"دری" ان علاقوں کی رائج زبان جہاں فارسی بولی جاتی ہے۔ اس کا رواج اسلام کے بعد ہوا اور اب تک اس کا رواج اور چلن ہے۔

لِوا : (لِواء) عَلَم، رایت، درفش، جھنڈا۔

مَدیح : تعریف، ستایش۔

منشور : فرمان

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ : اس آیۃ شریفہ کی طرف اشارہ ہے وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اور وہ دوسری چیز جو تم چاہتے ہو۔ اور وہ بھی تمہیں دے گا۔ اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی حاصل ہو جانے والی فتح (اے نبی) اہل ایمان کو اس کی بشارت دے دو (آیۃ شریفہ ۱۳، سورۂ مبارکہ الصّف)

نگین رسالت : پیغمبر اسلام ص کی انگشتری کی جانب اشارہ ہے۔ یہ انگوٹھی آپ کی مہر بھی تھی۔

وَرَطہ : پست زمین، بھنور، کنواں۔ یہاں اس لفظ سے مراد سمندر ہے۔

وِلا : دوستی، دوستی کرنا۔ یہ باب مفاعلہ کا دوسرا مصدر (موالات) ہے۔

ہمای : ایک پرندے کا نام۔ پرانے زمانے کے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جس کسی کے سر پر اس کے پروں کا سایہ پڑ جاتا ہے اس کو عزت، جاہ اور سعادت حاصل ہوتی ہے۔ حافظ شیرازی کا شعر ملاحظہ ہو۔

ہمای گو مفگن سایۂ شرف ہرگز
بر آن دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

زَغَن : گدھ۔

استاد شہید، مرتضیٰ مطہری اسلامی انقلاب کی زبان گویا اور قلم شیوا تھے۔ مکتبِ انقلاب کے تجزیہ و تحلیل اور اسلامی افکار کی توضیح و تشریح میں آپ نے سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔
۱۹۷۸ء کے موسم خزاں میں جس وقت انقلاب کی پُرخروش موجیں مسلسل آگے بڑھ رہی تھیں اور کامیابی و کامرانی کا سپیدۂ سحری وجد و جہد آزادی کی افق پر نمودار ہو رہا تھا، اس وقت ایک طرف وہ نوجوان نسل جو آزادی کی خاطر انقلاب کے منظرگاہ پر قدم رکھ چکی تھی، اسلامی انقلاب کے متعلق مزید بصیرت و آگاہی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ تو دوسری طرف ایسے مفاد پرست گروہ بھی اُبھر کر سامنے آگئے تھے جو انقلاب کے نتائج سے اپنے ذاتی فائدے حاصل کرنا چاہتے تھے۔
اس صورتِ حال نے نوجوانوں میں تشنگی کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ چنانچہ مغربی اور مشرقی نقطۂ نظر سے جو تجزیات کئے جا رہے تھے، نوجوان ان میں ہی اپنے جواب تلاش کرتے تھے۔
ان حالات کے پیشِ نظر جناب مطہری نے اس کے باوجود کہ ان کے کندھوں پر انقلابی تنظیم کی بہت سنگین عملی ذمہ داریاں تھیں۔ ضروری سمجھا کہ اپنے محدود و قیمتی وقت میں ایک مختصر سی کتاب تالیف کریں تاکہ اس کے ذریعے انقلاب کی ماہیت کے ساتھ ساتھ جوان نسل کو ان کے سوالات کا جواب بھی دیا جا سکے، اور وہ شبہات بھی دُور ہو جائیں جن کے باعث عوام انقلابی تحریک سے برگشتہ ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس کتاب کا عنوان ہے "نہضتہای اسلامی در صد سالۂ اخیر"
(گذشتہ سو سال میں اسلامی تحریکیں) مندرجہ ذیل مضمون نہضت اسلامی ایران (ایران کی اسلامی تحریک) اسی کتاب سے منتخب کر کے یہاں پیش کیا گیا ہے۔ دوسری کتابوں کی مانند اس کتاب میں بھی استاد مطہری کی نثر اس قدر سادہ و روشن ہے کہ ان کے عمیق و استوار افکار کو سمجھنے میں کوئی حجاب مانع نہیں ہوتا۔ شہید مطہری نے درجۂ شہادت پا کر اپنی تحریروں پر اپنے خون سے دستخط کئے ہیں، اور اپنی تصانیف کو حیاتِ جاوید بخشی ہے ــــ رحمت ایزدی ان کے شاملِ حال رہے۔

نهضت اسلامی ایران

به اعتراف دانشمندان و آگاهان تاریخ معاصر، در نیمهٔ دوم این قرن، در همه یا اکثر کشورهای اسلامی، به طور پنهان یا آشکار، نهضتهایی اسلامی در حال شکل گرفتن است و عملاً درگیریهایی میان گروههای اسلامی و قدرتهای استبدادی و استعماری سرمایه‌داری و یا مسلکهای مادّیِ وابسته به استعمارِ تازه‌پای دیگر، و غالباً با هردو، در

جریان است. کارشناسان اعتراف دارند که مسلمانـان، پس از یک دورهٔ فروریختگی و از هم‌پاشیدگی ذهنی، بار دیگر در جستجوی «هویّـت اسلامـی» خـود در بـرابر غرب سرمـایه‌داری و شرق کـمونیستی بـرآمده‌انـد. ولی مسلّماً در هیچ یک از کشورهای اسلامی، نهضتی به عمق و وسعت نـهضت اسلامـی ایـران کـه از سال ۱۳۴۲ آغاز شده است و روزافزون در حال گسترش است، وجود ندارد. لازم است به تحلیل این نـهضت با ارزش بپردازیم.

ماهیّت نهضت

وقایع و حوادث اجتماعی و تاریخی، همانند پدیده‌های طبیعی، اَحیاناً از نـظر مـاهیّت بـا یکدیگر اختلاف دارند. همهٔ نهضتهای تاریخی را نـمی‌تـوان از نـظر مـاهیّتْ یکسان دانست. هرگز ماهیّت انقلاب اسلامی صدر اسلام، با ماهیّت انـقلاب کـبیر فـرانسه و یـا انقلاب اکتبر روسیّه یکی نیست.

تشخیص ماهیّت یک نهضت، از راههای مختلف ممکن است صورت گیرد: از راه افراد و گروههایی که بار نهضت را بـدوش مـی‌کشند، از راه علل و ریشه‌هایـی کـه زمینهٔ نهضت را فراهم کرده است، از راه هدفهایی که آن نهضت تعقیب مـی‌کند، از راه شعارهایی که به آن نهضت، قدرت و حیات و حرکت می‌بخشند...

نهضت کنونی ایران، به صنف و طبقهٔ خاصّی از مردم ایران اختصاص ندارد. نـه کارگری است، نه کشاورزی، نه دانشجویی، نه فرهنگی، و نه بورژوایی. در این نـهضت، غنّی و فقیر، مرد و زن و شهری و روستایی، طلبه و دانشجو، پیله‌ور و صنعتگر، کـاسب و کشاورز، روحانی و آموزگار، باسواد و بیسواد، یکسان شرکت دارند. یک اعلامیّه کـه از طرف مراجع بزرگ عالیقدری که نهضت را رهبری می‌کـنند صادر مـی‌شود، در سراسر کشور و در میان عموم طبقات، طنین یکسان می‌افکند، طنینش در شهر همان‌قدر است که در روستا، در اقصا نقاط خراسان و آذربایجان همان آهنگ را دارد که در جوّ دانشجویان ایرانی دورترین شهرهای اروپا یا آمریکا. مظلوم و مـحروم را همان انـدازه بـه هیجـان می‌آورد که برکنار مانده را، استثمار نشده در همان حدّ احساس ضدّ استثمار پیدا می‌کند که استثمار شده.

این نهضت، نهضتی است از تیپ نهضت پیامبران، یعنی برخاسته از «خودآگاهی

الهی» یا «خدا آگاهی». این خود آگاهی، ریشه‌اش در اعماق فطرت بشر است، از ضمیر باطن سرچشمه می گیرد. هر گاه تذکّری پیامبرانه شعور فطری بشر را به خالق و آفریدگارش، به اصل و ریشه‌اش، به شهر و دیاری که از آنجا آمده و یک آشنایی مرموز نسبت به آنجا در خود احساس می کند، بیدار سازد، این بیداری خود بخود به دلبستگی به ذات جمیل علی‌الاطلاق منتهی می گردد. دلبستگی به کمال و زیبایی و عدل و برابری و گذشت و فداکاری و افاضه و خیررسانی در او بوجود می‌آورد.

آن احساسی که پیامبران در انسان بیدار می کنند، یعنی احساس خداجویی و خداپرستی که در فطرت هر فرد نهفته است و او را جویای تعالی و متنفّر از کاستی و پستی در هر شکل و هر مظهر می نماید، به انسان ایده می‌دهد، او را طرفدار حقّ و حقیقت ــ از آن جهت که حقّ و حقیقت است، نه به آن جهت که پیوندی با منافعش دارد ــ می‌نماید و دشمن باطل و پوچی می کند، از آن جهت که باطل باطل است و پوچی پوچی است، فارغ است از هر منفعت یا زیانی. عدالت و برابری و راستی و درستی، از آن جهت که ارزشهای خدایی هستند، خود به صورت «هدف» و «مطلوب» درمی‌آیند، نه صرفاً وسیله‌ای برای پیروزی در تنازع زندگی.

انسانی که بیداری خدایی پیدا می کند، و ارزشهای متعالی انسانی برایش به صورت «هدف» درمی‌آیند، از اینکه طرفدار یک فرد به عنوان یک فرد و یا دشمن یک شخص به عنوان یک شخص بشود، آزاد می‌شود. او دیگر طرفدار عدل است، نه عادل؛ دشمن ظلم است، نه ظالم؛ طرفداریش از عادل و دشمنیش با ظالم، از عقده‌های روانی و شخصی ناشی نمی‌شود؛ اصولی و مسلکی است.

وجدان اسلامی بیدار شدهٔ جامعهٔ ما، او را در جستجوی ارزشهای اسلامی برانگیخته است و این وجدان مشترک و روح جمعیِ جوشانِ جامعه است که طبقات مختلف و اَحیاناً متضادّ را در یک حرکت هماهنگْ براه انداخته است.

و امّا از نظر ریشه: ریشهٔ این نهضت را در جریانهای نیم قرن اخیر کشور از نظر تصادم آن جریانها با روح اسلامی این جامعه باید جستجو کرد.

در نیم قرن اخیر، جریانهایی رخ داده که برضدّ اهداف عالیهٔ اسلامی و در جهت مخالف آرمانهای مصلحان صد سالهٔ اخیر بوده و هست، و طبعاً نمی توانست برای همیشه از طرف جامعهٔ ما بدون عکس‌العمل بماند. آنچه در این نیم قرن، در جامعهٔ اسلامی ایران

رخ داده، عبارت است از:

ــ استبدادی خشن و وحشی و سلب هر نوع آزادی.

ــ نفوذ استعمار نو، یعنی شکل نامرئی و خطرناک استعمار، چه از جنبهٔ سیاسی و چه از جنبهٔ اقتصادی و چه از جنبهٔ فرهنگی.

ــ دور نگه‌داشتن دین از سیاست، بلکه بیرون کردن دین از میدان سیاست.

ــ کوشش برای باز گرداندن ایران به جاهلیّتِ قبل از اسلام و میراندن شعارهای اصیل اسلامی.

ــ قلب و تحریف در میراث گرانقدر فرهنگ اسلامی و صادر کردن شناسنامهٔ جعلی برای این فرهنگ، به نام فرهنگ موهوم ایرانی.

ــ تبلیغ و اشاعهٔ مارکسیسم دولتی، یعنی جنبه‌های الحادی مارکسیسم، منهای جنبه‌های سیاسی و اجتماعی آن. چنانکه می‌دانیم، عناصر خود فروختهٔ مارکسیست، به یک توافق با دستگاه حکومت نائل گردیدند و آن، تبلیغ جنبه‌های الحادی و ماتریالیستی و ضدّ مذهبی مارکسیسم و سکوت از جنبه‌های سیاسی و اجتماعی آن است. ما در دانشگاه از نزدیک شاهد این گونه فعّالیّتهای عناصر مارکسیست، که در زیر چتر حمایت بیدریغ دستگاه خوشبخت می‌زیستند، بودیم.

ــ کشتارهای بیرحمانه و ارزش قائل نشدن برای خون مسلمانان ایرانی و همچنین زندانها و شکنجه‌ها برای متّهمان سیاسی.

ــ تبعیض و ازدیاد روزافزون شکاف طبقاتی علی‌رغم اصلاحات ظاهری ادعایی.

ــ تسلّط عناصر غیر مسلمان بر مسلمانان در دولت و سایر دستگاهها.

ــ نقض آشکار قوانین و مقرّرات اسلامی، چه به صورت مستقیم و چه به صورت ترویج و اشاعهٔ فساد در همهٔ زمینه‌های فرهنگی و اجتماعی.

ــ مبارزه با ادبیّات فارسی اسلامی که حافظ و نگهبان روح اسلامی ایران است، به نام مبارزه با واژه‌های بیگانه.

ــ بریدن پیوند از کشورهای اسلامی و پیوند با کشورهای غیر اسلامی و احیاناً ضدّ اسلامی، که اسرائیل نمونهٔ آن است.

این امور و امثال اینها، در طول نیم قرن، وجدان مذهبی جامعهٔ ما را جریحه‌دار

ساخت و به صورت عقده‌های مستعدّ انفجار درآورد.

از طرف دیگر، جریانهایی در جهان رخ داد که چهرهٔ دروغین تبلیغات سیاسی لیبرال غربی و دنیای سوسیالیست شرقی را آشکار ساخت و امیدی که طبقات روشنفکر به این دو قطب بسته بودند، تبدیل به یأس شد.

و از جانب سوم، در طول سی و اندسال گذشته یعنی از شهریور ۲۰ تاکنون، محقّقین و گویندگان و نویسندگان اسلامی توفیق یافتند که تا حدودی چهرهٔ زیبا و جذّاب اسلام واقعی را به نسل معاصر بنمایانند.

روحانیّت آگاه و شجاع و مبارز ایران که از نابهنجاریهای گذشته رنج می‌برد و در پی فرصت مناسبی برای پیا خاستن بود، در این شرایط پیا خاست و نسل به ستوه آمده از ناهنجاریهای پنجاه ساله و سرخورده از غرب‌مآبی و شرق‌گرایی و آشنا به تعالیم نجاتبخش اسلام، به تمام وجود و هستی خود، ندای روحانیّت را لبّیک گفت و از چنین ریشه‌هایی بود که نهضت اسلامی ایران مایه گرفت.

شِعارهای اسلامی نهضت، سراسر کشور را، از مرکز تا دورترین دهات مرزی، گرفته است. کسی به این مردم دیکته نکرده و برایشان شعار انتخاب نکرده است. این شعارها را مردم از اعماق ضمیر اسلامی خود الهام می‌گیرند. آیا در همهٔ شعارهایی که این مردم از پیش خود ابتکار می‌کنند، شعاری غیر اسلامی دیده می‌شود؟

هدف نهضت

این نهضت، چه هدفی را تعقیب می‌کند و چه می‌خواهد؟ آیا دموکراسی می‌خواهد؟ آیا می‌خواهد دست استعمار را از این کشور کوتاه کند؟ آیا برای دفاع از آنچه امروز حقوق بشر نامیده می‌شود، پیا خاسته است؟ تبعیضها، نابرابریها را می‌خواهد معدوم کند؟ ریشهٔ ظلم را می‌خواهد بکند؟ ماتریالیسم را می‌خواهد نابود سازد؟ و آیا....

پاسخ این پرسشها را از آنچه دربارهٔ ماهیّت نهضت و ریشه‌های آن بیان کردیم و هم از بیانیّه‌ها و اعلامیّه‌های رهبران نهضت، می‌توان بدست آورد. آنچه اینجا به اجمال در پاسخ این پرسشها می‌توان گفت، این است که: آری و نه.

آری، یعنی همهٔ آن هدفها، جزءِ اهداف نهضت است؛ و نه، یعنی محدود به هیچ یک از آنها نیست. یک نهضت اسلامی نمی‌تواند از نظر هدفْ محدود باشد. زیرا اسلام

در ذات خود یک «کلّ تجزیه ناپذیر» است و با بدست آوردن هیچ یک از آن هدفها پایان نمی‌پذیرد.

البتّه این به معنی این نیست که نهضت از نظر تاکتیکْ برخی هدفها را بر برخی دیگر مقدّم نمی‌دارد و مراحل وصول به هدف را در نظر نمی‌گیرد. مگر خود اسلام از نظر تاکتیکْ تدریجاً پیاده نشد؟ امروز نهضت، مرحلهٔ نفی و انکار و درهم کوبیدن استبداد و استعمار را می‌پیماید. فردا که از این مرحله عبور کرد و به سازندگی و اثبات رسید، هدفهای دیگرش را دنبال خواهد کرد.

آنچه در *نهج‌البلاغه* از بیان مولای متّقیان دربارهٔ هدفهای اصلاحی آمده، و فرزند بزرگوارش حسین علیه‌السّلامْ عین آن را در بیان نهضتی که قصد آن را داشت، در عهد معاویه در جمع کبارِ صحابه و شخصیّتهای برجستهٔ اسلامی در موسم و موقف حجّ آورده است، به طور اجمال بیانگر اهداف کلّی همهٔ نهضتهای اسلامی است، و البتّه در هر دوره‌ای هر نهضتی یک سلسله هدفهای فرعی و جزئی خاصّ خود نیز دارد. هدفهای کلّی در چهار جمله بیان شده است.

«نَرُدُّ المَعالِمَ مِن دینِکَ»: نشانه‌های محو شدهٔ راه خدا را ــ که جز همان اصول واقعی اسلام نیست ــ باز گردانیم. یعنی بازگشت به اسلامِ نخستین و اسلامِ راستین، بدعتها را از میان بردن و سنّتهای اصیل را جایگزین کردن، یعنی اصلاحی در فکرها و اندیشه‌ها و تحوّلی در روحها و ضمیرها و قضاوتها در زمینهٔ خود اسلام.

«نُظْهِرُ الاِصلاحَ فی بِلادِکَ»: اصلاح اساسی و آشکار و چشمگیر که نظر هر بیننده را جلب نماید و علائم بهبودی وضع زندگی مردمْ کاملاً هویدا باشد، در شهرها و مجامع بعمل آوریم، یعنی تحوّلی بنیادین در اوضاع زندگی خلق خدا.

«یَأْمَنُ المَظلومونَ مِن عِبادِکَ»: بندگان مظلوم خدا، از شرّ ظالمانْ امان یابند و دست تطاول ستمکاران، از سر ستمدیدگانْ کوتاه شود، یعنی اصلاحی در روابط اجتماعی انسانها.

«تُقامُ المُعَطَّلَةُ مِنْ حُدودِکَ»: مقرّرات تعطیل شدهٔ خدا و قانونهای نقض شدهٔ اسلام، بار دیگر برپا داشته شود و حاکم بر زندگی اجتماعی مردم گردد، یعنی تحوّلی ثمربخش و اسلامی در نظام مدنی و اجتماعی جامعه.

هر مصلحی که موفق شود این چهار اصل را عملی سازد: افکار و اندیشه‌ها را

متوجّه اسلام راستین سازد و بدعتها و خرافه‌ها را از مغز بیرون براند، به زندگی عمومی از نظر تغذیه و مسکن و بهداشت و آموزش و پرورش سامان بخشد، روابط انسانی انسانها را براساس برابری و برادری و احساس اخوّت و همسانی برقرار سازد، ساخت جامعه را از نظر نظامات و مقرّرات حاکمْ طبق الگوی خدایی اسلامی قرار دهد، به حدّاکثر موفّقیّت نائل آمده است.

رهبری نهضت

هر نهضتی نیازمند به‌رهبر و رهبری است، در این جهت، جای سخن نیست. یک نهضت که ماهیّت اسلامی دارد و اهدافش همه اسلامی است، به وسیلهٔ چه کسانی و چه گروهی می‌تواند رهبری شود و باید رهبری شود؟

بدیهی است که به وسیلهٔ افرادی که علاوه بر شرایط عمومی رهبری، واقعاً اسلام‌شناس باشند و با اِهداف و فلسفهٔ اخلاقی و اجتماعی و سیاسی و معنوی اسلام کاملاً آشنا باشند؛ به جهان‌بینی اسلام، یعنی بینش و نوع دید اسلام دربارهٔ هستی و خلقت و مبدأ و خالق هستی و جهت و ضرورت هستی، و دید و بینش اسلام دربارهٔ انسان و جامعهٔ انسانی، کاملاً آگاه باشند؛ ایدئولوژی اسلام را، یعنی طرح اسلام را دربارهٔ اینکه انسان چگونه باید باشد و چگونه باید زیست نماید و چگونه باید خود را و جامعهٔ خود را بسازد و چگونه به حرکت خود ادامه دهد و باچه چیزها باید نبرد کند و بستیزد و خلاصه چه راهی را انتخاب کند و چگونه برود و چگونه بسازد و چگونه زیست نماید و ... درک نمایند.

بدیهی است افرادی می‌توانند عهده‌دار چنین رهبری بشوند که در متن فرهنگ اسلامی پرورش یافته باشند، و با قرآن و سنّت و فقه و معارف اسلامی، آشنایی کامل داشته باشند، و از این‌رو، تنها روحانیّت است که می‌تواند نهضت اسلامی را رهبری نماید.

استاد شهید، مرتضی مطهّری

توضیحات

افاضہ : فیض پہنچانا، فائدہ پہنچانا۔
اقصا : (اقصیٰ) دور تر مقام، دور ترین مقام
تصادم : ٹکرانا، صدمہ پہنچانا۔
تُقَامُ المُعَطَّلَۃُ مِنْ حُدُوْدِہٖ : اسلام کے معطل شدہ قوانین و ضوابط کو دوبارہ قائم کیا جائے
تنازع : آپس میں جھگڑا کرنا۔ دو آدمیوں کا جھگڑا۔
ذات جلیل : ذات با عظمت و شکوہ، بزرگ ہستی
علی الاطلاق : مجموعی طور پر۔

پندرہ خرداد (پانچ جون) ایک خدائی دن ہے۔ اس روز امتِ مسلمہ ایران کے تمام افراد ظالم و جابر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے، ان خدائی دنوں کو یاد رکھنا چاہئے اور دوسروں کو اس کی یاد دہانی کراتے رہنا چاہئے، کیوں کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے۔ وذکرھم بایام اللّٰہ .... اور قلم کو چاہیئے کہ غفلت و فراموشی کے پردے چاک کرنے کے لئے مثل شمشیر حرکت میں آئے اور خلق خدا نے ایمان و ایثار کے جو جلوے راہِ حق میں پیش کئے ہیں ان کو اپنی تحریر کی ہر ہر سطر میں اس طرح لکھے کہ ان کی تصویر اور تصور آنکھوں میں پھر جائیں تاکہ وہ قسم "والقلم وما یسطرون کی اہل اور شایستہ کہلائی جاسکے۔

من خردادم!

من «خردادم».

خون خورشید، جان روز... اوج عصیان.

من، خردادم... ماه خون و شهادت.

حجم وسیع فریاد خلق.

موج خروشان دریای خشم مردم.

ماه «سوخته» در هجران «خورشید» امام.

«پانزده خرداد» قلب من است. قلبی مشتعل و گداخته و خونین،

قلبی فشرده از درد سپیده‌دم دوازدهِ محرّم، آن لحظهٔ فراموش نشدنی و تاریخ‌ساز، که «امام» را از «امّت» ربودند و قم را بی‌امام گذاشتند.

هنوز، فریاد خشماگین و خروشِ گلوی بغض گرفتهٔ قمی‌ها در گوشم است که صبح این روز، وقتی دیدند که «جان» را از «تن» برده‌اند، همه جان شدند و در چلّهٔ روز نشستند و خیابانهای قم را به زیر این فریاد گرفتند که:

از جان خود گذشتیم،

با خون خود نوشتیم،

یا مرگ...

یا خمینی!

***

من «خردادم».

شاهد تجلّی اسلام بر پیشانی تاریخ مبارزات مردم.

و... «پانزده خرداد»، عصارهٔ سالها خشم خفته در گلو،

و فریاد شکسته در حلقوم است، گستاخیِ به بند کشیدهٔ ایّام است.

«پانزده خرداد» انفجار فجر «فلاح» است، در قلب «قرن قساوت».

نه شورش کور، بلکه تبلور ایمان،

نه حرکتی نافرجام، بلکه آغازی برای آغازها، و بذری برای حرکتها،

نه تلاش ارتجاع، بلکه نهضت مکتب، و قیامی رجعت‌شکن،

و بنیان‌سوز و بنیان‌ساز...

پانزده خرداد، دلشورهٔ قرنها اسارت آزاد، و آزادی اسیر است، لکّهٔ ننگ بر دامن رژیم جبّار طاغوت، و مدال شرافت، شرف‌خواهی و شهادت‌طلبی یک ملّت ستمدیده و سیلی‌خورده است،

سند سیادت این امّت است که مشت بر آهن می‌کوبیدند و سینه بر سرنیزه می‌سودند و پیش چشم دریده و مضطرب مزدوران شاه، فریاد می‌زدند:

خمینی... خمینی... خدا نگهدار تو

بمیرد... بمیرد... دشمن خونخوار تو

***

من «خردادم».

«نه» ی منفجر شده در امنیّت سیاه و ساکت

آذرخش آتش‌ریز، در آرامش سرخ سرنیزه

میلاد نوین امّتم

«ثار» ایثارگران عاشقم

شور سلحشورانم

شعر شعور مبارزانم

غزل خون شهیدانم

حماسهٔ بلند جهاد و شهادتم

قصیدهٔ زیبای روزگارانم

«نباءِ عظیم» ام... «واقعه» و «قارعه»ام

«بعثت» جانها و «نشور» ایمان، و «قیامت» قیامم.

«یوم اللّه» ام.

«یوم النّاس» ام.

روز خالق و خلقم. همان مردمی که «مرگشان» «حیات‌بخش» است و «یادشان»، «فریاد آفرین».

روزِ آن زندگان جاویدی که در قم، تهران، ورامین و شیراز، مغزهاشان با چکّش رژیم کوبیده و دست و پاهایشان با داس تیز شاهنشاهی درو شد. رفتند... تا بمانند. شهید شدند، تا بر زمان خود «شهادت» دهند.

***

من «خردادم».

نه من یک ماهم و نه نیمهٔ خرداد، یک روز...

خرداد، یک تاریخ است و نیمهٔ آن، اوج خورشیدِ یک روز بلند و گرم و جوشان.

من، سمبل مبارزهٔ داد، با بیدادم، همیشه... همه‌جا...

جلوهٔ مکتب در «قیام» ملّتم.

وامدار همیشه مدیون «امام خمینی» ام.

آن روح قدسی که «زمان عقیم» را به بار خشم نشاند و جام جانها را از شراب شور و شهادت پر کرد و امّت شوریده و شیدای این «عشق برتر» را برضدّ شبِ شوم شاه شوراند و لبهای بسته را به خشمواژهٔ تکبیر سرخرنگ گشود و گامهای خسته را از انجماد رهانید و مردم را از خرافه و خفتن، تا بام آگاهی و برج بیداری، فرا برد، و لحظه لحظهٔ تاریخ را «خرداد» نمود و جای‌جای وطن را «فیضیّه» ساخت و این‌گونه میان

«۱۵ خرداد» و «۱۲ محرّم» در سال ۴۲ پیوند زد و ایران را به دامان بیداری اسلام افکند، و ۱۵ خرداد، نخفت و نیاسود. و همه ساله جوشید و خروشید، تا در ۲۲ بهمن ۵۷، خون بر شمشیر پیروز شد و وعده‌های الهی تحقّق یافت و از لاله‌های پرپر شده در کربلای ایران، در این ۱۷ سال، ایرانْ گلستان شد و بهشت زهرا، لاله‌زار...

***

من «خردادم».

یادآور خروش «ابوذر»، قیام «حجر»، و پیکار «مسلم» و نهضت «توّابین» و خروج «ابومسلم» و جنبشهای «علویّون» و جانبازی «سربداران»، رواق باز تابندهٔ فریاد «سیّدجمال» و مظلومیّت «شیخ فضل‌الله»، آگاهی «خیابانی» و بیداری «مدرّس» و مقاومت «میرزا کوچک» و ایمان «اندرزگو».

سیادت «سعیدی» تسلیم ناپذیری «غفّاری» و طهارت «مطهّری» ام.

***

من «خردادم».

رسول زمان.

و دیدهٔ بیدار و خونبار تاریخ.

و پیام‌آور خونهای ریخته شده در «محرب کوفه»، «مرج‌العذرا»، «صحرای کربلا»، «زندانهای بغداد»، بازداشتگاههای حجّاج و هارون و متوکّل.

و شاهد مشهدهای «بدر» و «اُحُد» و «کربلا» و «طوس» و «سینا» و «جولان» و «بیت‌المقدّس» ام.

بیعت مجدّد و همه‌ساله با امام و اسلامم، با محرّم و عاشورایم.

راه سرخ شهادتم.

شطّ خونینِ روزگارانم.

***

آری...

من «خردادم».

و... ۱۵ خرداد، قلب پرتپش و خونفشان من، و نبض تاریخ معاصر و آغاز حرکتی مکتبی است که به پیروزی انقلاب اسلامی انجامید.

این، نه یک ادّعا، بلکه یک حقیقت است.
این، شهادت خونهای شهیدان است.
و... قطعات گوناگون و متعدّد «بهشت‌زهرا» گواه آن است.
و پیکر خونین جوانان مسلمان این آب و خاک، که بردوش مردم عاشق و شهادت خواه، همه روزه راه «شهادت» را تداوم می‌دهند، به «شهادت» ایستاده‌اند.
اگر در دیده‌ای بصیرت باشد...

جواد محدّثی

توضیحات

آذرخش :- بجلی، کڑک کر زمین پر گرنے والی بجلی۔
ابومسلم :- ایک بہادر ایرانی سردار کا نام جو خراسان کے علاقے کا رہنے والا تھا۔ اس نے اموی خاندان کا تختہ پلٹ کر عباسی خاندان کو مسند خلافت پر بٹھانے میں مدد کی تھی، لیکن خلیفہ دوم منصور دوانیقی کے ہاتھوں بڑی بے دردی سے قتل ہوا کیونکہ ابومسلم نے ایرانیوں میں کافی مقبولیت حاصل کر لی تھی اور خلیفہ کو خطرہ تھا کہ اس کے ساتھی اور ہوا خواہ اس کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کر دیں۔
انجماد :- جمنا، جم کر برف کی طرح سخت ہو جانا، افسردگی۔
ثار :- بدلہ لینا، انتقام لینا۔
خرافہ :- بے ہودہ باتیں، ایسے باطل خیالات جو کسی طرح بھی قابل اعتبار اور یقین نہیں۔
داعیہ :- سبب، مقصد، خواہش، مرضی، اجارہ۔
دلشورہ :- اضطراب، بے چینی، تشویش خاطر، پریشانی۔
رجعت :- بازگشت، واپسی، عود، پلٹ۔
اداق :- پیشخانہ، مکان کا اگلا حصہ، پیشگاہ خانہ، سایہ بان، دبرآمدہ۔
سربداران :- سبزوار کے علاقے کی ایک جماعت جنہوں نے ایلخانی مغلوں کے خلاف بغاوت کر کے خراسان میں حکومت قائم کر لی تھی (۷۳۷-۷۸۳ھ ق) اس خاندان کا خاتمہ امیر تیمور گورکانی کے ہاتھوں ہوا۔

سیادت :- سروری، سرداری، آقائی (سید اسی مادے سے صفت مشبہہ ہے۔)
سید جمال الدین (اسلام آبادی) :- آزادی پسند، عالم دین اور آزاد منش انسان تھے۔ ان کے افکار، عقائد، فلسفے، سیاست اور اجتماعی خیالات کا خلاصہ یہ تھا کہ اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آئے اور دنیا کی تمام اقوام کے درمیان باہمی ربط و اتحاد پیدا ہو۔ انھوں نے ایران، ترکی اور مصر کے سلاطین کے خلاف آواز بلند کی اور انگریزوں کی استعماری طاقت کے خلاف باقاعدہ جد و جہد کا آغاز کیا۔ انکی گرفتاری کے لئے ہمیشہ جال بچھے رہتے مگر وہ ہمیشہ بچ کر نکل جاتے۔ ساری زندگی جلاوطنی میں گذاری۔ اس پرجوش و خروش اور روشن فکر انسان کو ۱۳۱۴ھ ق میں ترکی کے سلطان عبدالحمید نے زہر دے کر شہید کرا دیا۔ روزنامہ اخبار "عروۃ الوثقیٰ" (مضبوط رسّی) اور ضیاء المنافقین (مغرب اور مشرق کی روشنی) کے نام سے شائع کرتے تھے۔
شیخ فضل اللہ نوری :- مجتہد، فقیہ اور شیعہ عالم تھے۔ علوم فقہ و اصول و احادیث و رجال پر تبحر تھا۔ میرزا محمد حسن شیرازی کے شاگرد تھے۔ شرعی مسائل میں اہالی تہران آپ سے ہی رجوع کرتے۔ آئینی حکومت کے طرفدار تھے اور چاہتے تھے کہ شرعی احکام کے مطابق قائم ہو۔ انکو اس الزام میں کہ آئینی حکومت کے مخالف ہیں مغربی افکار سے متاثر روشن فکر طبقے نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ۱۳۲۷ھ ق میں دار پر چڑھا دیا گیا۔ مدفن شہر قم میں حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے صحن مبارک میں ہے۔

علویان: ائمہ علوی، یا زیدی کے نام سے ایک گروہ نے تیسری صدی ہجری میں طبرستان کے علاقے میں سرکشی شروع کر دی۔ حسن بن زید جن کا لقب "داعی کبیر" تھا ۲۵۰ھ ق میں ظاہر ہوئے اور عوام میں شیعہ مذہب کی ترویج کے ساتھ خاندان علیؑ کی طرفداری کی دعوت دی۔ داعی کبیر کے بعد ان کے جانشین طبرستان میں حکومت کرتے رہے۔ بیشتر اوقات ان کی حکومت کا مرکز آمل رہا۔ اس خاندان کا خاتمہ سامانی خاندان کے بادشاہوں اور آل زیاد کے ہاتھوں ہوا۔

فجر: صبح کی سفیدی کا نمودار ہونا۔ سویرا۔

فلاح: رستگاری، نیکی، بھلائی، آسودگی۔

قساوت: بے رحمی، سنگدلی، ظلم۔

مدرس: (سید حسن)۔ سادات طباطبائی میں سے تھے آئینی حکومت کے دور میں آپ کا شمار علمائے دین اور سیاستدار لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ نے انگریزوں کی استعماری طاقت اور رضاخاں کے مظالم کے خلاف احتجاج کیا۔ چنانچہ ۲۶ رمضان ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۳۸ء کو شہر کاشمر میں جہاں انھیں نظر بند رکھا گیا تھا، رضاخاں نے زہر ملا کر بڑی بے دردی سے افسوسناک حالت میں شہید کرا دیا۔

مسلم بن عقیل: (ابن عقیل ابن ابی طالب) بہادر، دانش مند اور صاحب رائے انسان تھے۔ مکہ میں قیام تھا جس وقت امام حسین بن علی (علیہما السلام) کوفہ کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت مسلم نے آپ کی طرف سے اہل کوفہ سے بیعت لی۔ جب عبداللہ زیاد کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے آپ کو بلایا اور حضرت امام حسینؑ کی طرف سے بیعت لینے کو منع کیا اور جنھوں نے بیعت لے لی تھی انھیں اس نے منتشر کر دیا۔ ۶۰ھ ق میں آپ نے شہادت پائی۔

میرزا کوچک خاں جنگلی: گیلان میں آزادی کی تحریک اور زبردست انقلابی سرکشی کے بانی تھے۔ ان کی تحریک ۱۲۹۳ سے ۱۳۰۱ھ ق تک جاری رہی جس کا ان کی شہادت کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اس تحریک کا مقصد تھا کہ ایران کو غیروں کے تسلط سے نجات حاصل ہو اور ملک میں آزادی اور اجتماعی عدل و انصاف برقرار رہے۔

نبأ عظیم: بری خبر، عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاءِ الْعَظِیْمِ ۝ کی طرف اشارہ ہے (یہ لوگ کسی چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں، کیا اس بڑی خبر کے بارے میں جس کے متعلق یہ مختلف چہ میگوئیاں کرنے لگے ہیں) سورۂ مبارکہ نبا، آیہ شریفہ ۱و۲

نشور: مُردوں کا روزِ حشر زندہ ہونا۔

نٓ ۝ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ قسم ہے قلم کی اور جو لکھتے ہیں۔

(سورۂ مبارکہ القلم آیہ شریفہ ۱)

وَاقِعَة وقَارِعَة: قرآن مجید کی دو سورۂ کریمہ کے نام۔

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللهِ: ان کو یاد دلاؤ خدا کے دن (سورۂ مبارکہ ابراہیم کی آیہ شریفہ ۵ کا کچھ اقتباس)

ستم شاہی کے سیاہ دور میں ایک صبح یہ خبر سارے قید خانے میں پھیل گئی کہ چند مسلم مجاہدین کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس وقت ایک شاعر بھی زندان میں تھا چنانچہ اس نے اپنے شہید دوستوں کی یاد میں "گلہائے چیدہ" کے تحت عنوان ایک غزل کہی۔ اس غزل میں اس سکوت کی بجائے جس سے دلوں پر ناامیدی و مایوسی طاری ہوتی ہے اس نے اس طوفان کی خبر دی جو سکون سمندر میں پنہاں تھا۔ اور اس سپیدۂ سحر کا مژدہ سنایا جو رات کی ظلمتوں میں پوشیدہ تھا۔ یہ استادانہ غزل شاعر برگزیدہ میرزا صاحب تبریزی کے اس شعر لطیف کی تضمین ہے جس کا التزام شاعر نے آخری بیت میں کر کے اپنی غزل کو حسن ختام بخشا ہے۔

گلهای چیده

بوی گلهای چیده می‌آید
خونم از دل به دیده می‌آید
به تماشای غنچه‌های شهید
گل به رنگ پریده می‌آید
از غم داغ گلرخان، از خاک
لاله در خون تپیده می‌آید
ناله‌های شراره خیز، به گوش
ز آهوان رمیده می‌آید
موجهٔ این محیط، توفان زاست
گر به چشمْ آرمیده می‌آید
از پی هر شکست، پیروزیست
از دل شب، سپیده می‌آید
بیت نغزی به خاطرم «قدسی»
ز اوستادی گُزیده می‌آید:

«در عدم هم ز عشق، بـوی هست
گـل، گـریبان دریـده مـی‌آیـد»

غلامرضا قدسی

توضیحات

درعدم ہم زعشق، بوئی ہست —— : شاعر (صائب تبریزی) کا مقصد یہ ہے کہ نہ صرف عالم وجود میں بلکہ عالم نیستی میں بھی عشق (حقیقی) کی علامات پائی جاتی ہیں۔ کیوں کہ بقول شاعر جب گل دیا رِعدم سے عالم وجود میں آتا ہے اور خاک سے باہر اپنا سر نکالتا ہے تو شدّتِ عشق کے باعث اس کا گریبان چاک ہوتا ہے۔

شاعر نے پھول کی پتّیوں کے کھل جانے کو عاشق کا گریبان چاک ہونے سے تعبیر کیا ہے۔

گزیده : برگزیدہ، منتخب، ممتاز، مشخّص

محیط : سمندر۔

موجہ : ایک موج۔

امام خمینی کی رہبری اور لاکھوں کی تعداد میں مسلم عوام کی پیروی کے نتیجے میں جب اسلامی انقلاب کامیاب ہوا تو مغرب و مشرق کے کچھ زرخرید غلام اس کی جانب دوڑ پڑے تاکہ اس پُرجوش بہتے دریا کے دھارے کو اس طرح موڑیں کہ اس کے ذریعے غیروں کی پنچکیاں حرکت میں آجائیں۔ چنانچہ اس قوم پر جس نے حال ہی میں غلامی کی بندشوں سے نجات حاصل کی تھی۔ ایک دم ہر طرف سے یورش شروع ہوگئی، اس کے متعلق مختلف افواہیں گشت کرنے لگیں، اس کی ہر حق بات کو رجعت پسندی کہا جانے لگا، ہر دلیل و برہان کو تعصب (ڈوگمائیزم) کا نام دیا گیا، تفکر کو محض واہمہ وگمان تصور کیا گیا اور وہ جاودانہ حقائق جن کو خدا نے انسانی سرشت میں شامل کیا ہے کہنہ پرستی سے تعبیر کئے گئے۔

"ایڈیولوژی شیطانی در عمل" نامی مضمون ان لوگوں کے مکر و حیلے کا تجزیہ ہے جنھوں نے ہر اس بات کو جو ان کی رضا و رغبت کے خلاف تھی یہ کہکر ٹال دیا کہ اس کا تعلق ان طبقات کے تمدن و فرہنگ سے ہے جن کے نمایندے نے یہ بات کہی ہے، اور ہر دلیل کو اس پر غور و فکر کئے بغیر یہ کہکر رد کر دیا کہ یہ جانبدارانہ رویے" کا نتیجہ ہے اور فلاں طبقے کی اس سے نمایندگی ہوتی ہے۔

ایدئولوژی شیطانی در عمل

ایدئولوژی شیطانی، دست را می گشاید و مغز را می بندد. عقل را در زندان می نهد و عاطفه را میدان می‌دهد. منطق را بی‌ارج و بی‌هنر می‌سازد و سلیقه و ذوق را حاکمیّت و رواج می‌بخشد. تیغ برهان را کُند می‌کند و نوکِ پیکان را صیقل می‌زند، و چکاچاک خنجرها و غرّش گلوله‌ها را به جای تبادل آراء و جنگ عقیده‌ها می‌نشاند. و اینجاست که فاجعه آغاز می‌شود. حقّ و باطل، معنای دیگر می‌گیرند و راست و دروغ، جامهٔ دیگر می‌پوشند؛ ارتجاع و ترقّی، جای ناحقّ و حقّ را می‌گیرند و راست و چپ، به جای دروغ و راست می‌نشینند، و تاریخ، بر مسند الوهیّت تکیه می‌زند و خداوندوار، احکام محکومیّت مجرمان تاریخ‌ناپرست را صادر می‌کند و آنان که سدّ راه تکامل شده‌اند، تصفیهٔ بدنی می‌شوند (و مگر می‌توان سدّ را دید و از پیش پا برنداشت؟) و استالینیزم،

جواز و مقبولیّت می‌یابد و خشونت و سنگدلی و درنده‌خویی و عقدهٔ خونخواری، ارزش مطلق انقلابی می‌پذیرد، و نرم‌خویی و ملاطفت، عواطف سرد و نامیمون بورژوایی لقب می‌گیرد، و تضادّ، اساس رفتار عالم و آدم می‌شود، و جنگ، مبنای ساختمان وجود می‌گردد، و عشق و تعاون، و مروّت و وفا، چون سیمرغ و کیمیا، دو نام منسوخ و معدوم می‌شوند و نوبت درازدستی کوته‌آستینان فرا می‌رسد و لعل صفتان، از جولان خزفها و خرمهره‌ها، خون در جگرشان موج می‌زند، و چون خم می، مهر برلب زده جوش می‌خورند و خموش می‌نشینند. این اندیشه بوجود آمده است تا عقل را و منطق را بی‌حرمت و بی‌اعتبار کند. به سخن و برهان، ارج ننهد، و از آن در گذرد تا به آن شیطان غفلت‌آور مسخ‌آفرین و برهان‌تراش برسد.

اوّلین و گرانبهاترین چیزی که در مسلخ این اندیشه ذبح می‌شود، عقل است، و وقتی عقل رفت، همه چیز مجاز خواهد بود. تا منطق هست، نقد هست و تا نقد هست، سخن گزاف نمی‌توان گفت. امّا چه باید کرد با مکتبی که تولّد یافته است تا از تولّد انتقاد جلوگیری کند و اندیشه‌ای که ظهور یافته تا بر چهرهٔ اندیشه، نقاب احتجاب بیفکند؟

وقتی عقل قربانی شد، چه ابزاری جای آن را خواهد گرفت؟ عاطفه، سلیقه؛ و وقتی دست تعصّب از آستین عاطفه بدر آمد و سوار بر مرکب توحّش با شمشیر دگماتیزم در میدان بی‌منطقی مبارزطلبی کرد، کدام امید را به حکومت انسانیّت می‌توان داشت؟ اوّلین قربانی این خصومت کور، انسانیّت است.

از دو حربه تفنگ و منطق، وقتی یکی را سر بریدند، عرصه را بر دیگری فراخ کرده‌اند. و این همان منطق ایدئولوژی شیطانی است. وقتی سخن حریف را نشنیدی و نشنیده مطرود دانستی، وقتی با منطق به مقابلهٔ او نرفتی، ناگزیر دست به تیغ و تفنگ خواهی برد، و مقابلهٔ مغزها جای خود را به مقابلهٔ بدنها خواهد داد و تصفیهٔ فیزیکی جای تصحیح منطقی را خواهد گرفت. و اینجاست که «قدرت» و «بیرون راندن حریف از صحنه» ارزش مطلق خواهد گرفت و معادل «حقّانیّت» خواهد شد. قدرت‌طلبی و قدرت‌پرستی، فرزند مشروع دگماتیزم نقابدار است. و این شیطان است که آن شیطانکها را می‌زاید. وقتی پیروزی در منطق را به هیچ گرفتی، لاجرم به پیروزی در خارج روی خواهی آورد. وقتی به قدرت منطقی و برهانی ارج ننهادی، به قدرت اسلحه و نیروی بازو قدر خواهی داد. و وقتی منطق و برهان را از نشان دادن حقّانیّت عاجز شناختی،

لاجرم در جنگ و در خصومتْ «حقّانیّت» خود را ظاهر خواهی کرد. و اینجاست که پیروز شدن و قدرت را بدست گرفتن، معادل حقّانیّت و بلکه عین حقّانیّت خواهد گشت. و همین تفکّر است که اوّلاً در آستین خود، تضادّ را می‌پروراند، و به نزاع خوش آمد می‌گوید، و آن را بنای مکتب خود می‌کند؛ و ثانیاً پیروزی در نزاع را عین صلاحیّت و حقّانیّت می‌شمارد؛ و ثالثاً هر که را پیروز شود و قدرت یابد، پیروزی او را عین انتخاب تاریخی او می‌شمارد و به او نام مترقّی می‌دهد و هرکه را برافتدُ و قدرتش سلب شود، به‌نام احتضار تاریخی بر او لقب «مرتجع» را می‌چسباند. این است آن فاجعهٔ فاجعه‌ها. این است مضمون سخن مارکس که «پیروزی در نظر، کار فیلسوفان اسکولاستیک است. قدرت و حقّانیّت را در عمل می‌باید نشان داد.» این است ستون فقرات اندیشه‌ای که برای مردم، خواب جاودانهٔ جادوانه قائل است، و در نهایت، سر از استبدادی خونین و پرقساوت در می‌آورد که در برابر دشمن فکری خود، جز دست به سلاح بردن، راه دیگری نمی‌شناسد. و بدین لحاظ حقّ و باطل را تمسخر می‌کند تا مقتدر و محتضر و مرتجع و مترقّی را به جای آنها بنشاند.

اندیشهٔ هگل، که اینان میراث خوار آنند، جز این نبود. وی که دم از «قضاوت تاریخ» می‌زد، جز این قصدی نداشت. می‌گفت: تاریخ معلوم می‌کند که راست می‌گفته و که دروغ. و این نه به این معناست که آیندگان می‌نشینند و کار گذشتگان را داوری می‌کنند، بلکه خودِ چگونگی سیر حوادث، عین قضاوت تاریخ است. سرنوشت تاریخیِ هر نظام، همان قضاوت تاریخ دربارهٔ اوست. اگر به زمین خورد، تاریخ دربارهٔ او داوری کرده و آن را ناشایست (غیر متناسب با دورهٔ تاریخی، مرتجع و محتضر) تشخیص داده؛ و اگر به قدرت رسید، باز هم تاریخ آن را برکشیده و به رسمیّت و شایستگی شناخته است و حالا می‌توان تمام مکتب و تفکّر تاریخ‌پرستی نوین را به چشم سر مشاهده و نظاره کرد.

حالا می‌توانید به خوبی ببینید پیروان کدام مکتبها و ایدئولوژیها هستند که در جامعهٔ انقلاب دیدهٔ ما، بر سر قدرت محض، کشمکش می‌کنند. نزاع و جنجال و آشوب می‌آفرینند تا از آن تغذیه کنند. به تضادّها پروبال می‌دهند تا به محبوبِ مطلوب خود، که انتخاب تاریخی قدرتمندان است، برسند. هر وسیله‌ای را مباح می‌شمارند تا به آن هدف حقّ ــ که البتّه حقّانیّتش جز به معنای حاصل شدنش نیست ــ برسند. نمی‌گویند: چون

حقّ است باید به آن رسید؛ می‌گویند: وقتی به آن رسیدی، معلوم می‌شود که حقّ است. و این، عین گزینش تاریخ است. زبان حالشان این است که:

زلف آشفتهٔ او، موجب جمعیّت ماست — چون‌چنین‌است، پس آشفته‌ترش باید کرد

مناظره و مذاکره را همیشه از «موضع ضعف» حریف می‌دانند، و تا سلاح در کف دارند، نیازی به توانایی عقلی نمی‌بینند. «ذهنی گرایی» را مُحکوم می‌کنند و در پرده و پوشش این سخن، هر گونه کاوش عقلی را که عرصه را برآنان تنگ کند، تحقیر می‌کنند. پیشاپیش، منطق را تحت نام «ذهنی گرایی» تمسخر می‌کنند، مبادا کسی جرأت کند با آنان با حربهٔ منطق روبرو شود، چرا که آنگاه است که روزگارشان سیاه است.

ایدئولوژی شیطانی «آشوب‌خوار» است، یعنی از آشفتگی تغذیه می‌کند. نزاع براه می‌اندازد تا بهره ببرد. آب را گل‌آلود می‌کند تا ماهی بگیرد. چراغ را خاموش می‌کند تا در تاریکی مزوّرانه بدزدد. جنگ خرفروشانه می‌کند تا بهای گزاف معیّن کند. بانگ دروغین وحدت در می‌اندازد تا تفرقه بیافریند، و آنجا که منطق حاکم نیست، هر هذیانی و هر بهتانی و هر نامردمی و جنگ‌افروزی جایز است. آشوب‌خواران را شناسایی کنید که همان پیروان واقعی شیطان و پرستشگران حقیقی تاریخ، و مشرکان راستین دوران و نقابداران کوردل و تیغ در دست‌اند.

دیدیم که نتیجهٔ عملی دیگر این اندیشه، تحقیر انسانها و برقراری دیکتاتوری است. این، از آن قبلی رسواتر و حیوانی‌تر است. فلسفهٔ سیاسی هر مکتب، بر انسان‌شناسی آن مبتنی است. مکتبی که برای انسانها «خودآگاه» قائل است، به آنان اختیار می‌دهد و انتخاب حکومت و حقوق را به دست آنان می‌سپارد. * امّا تحقیر انسانها، و «هویّت» انسانی را «هویّت طبقاتی» تعریف کردن، جز این نتیجه‌ای ندارد که هر چه را «خود» انسانها بیندیشند و بپسندند، به آن ارجی و وقعی نهاده نشود، مگر اینکه با «هویّت طبقاتی» آنان (کهِ به زعم این مکتب، هویّت واقعی آنان را تشکیل می‌دهد) سازگار باشد. و اگر سازگار نبود، باید به جبر و زنجیر، علی‌رغم میل باطنی‌شان، به راهی کشانده شوند که خودِ واقعی‌شان، یعنی طبقه‌شان (یا نژاد، یا...) اقتضا می‌کند، و این خودِ واقعی و طبقه را نیز باید به کمک قانونمندیهای تاریخ، و از روی دورهٔ خاصّ

---

* انتخاب، فقط در مورد امور اعتباری صادق و معقول است. در امور غیر اعتباری، اساساً انتخاب دلخواه معنی ندارد.
←

تاریخی، تمیز داد و کشف نمود. و چنین است که استبدادی برقرار می‌گردد که عین دموکراسی است! مردم را به زنجیر می‌کشند تا زنجیرهایی که بر «منِ» واقعی آنها نهاده شده است، باز شود. بلی، آزادی، چیزی جز رهایی «خود» نیست. امّا همهٔ سخن برسر این است که این «خود» کیست؟ اگر گفتی «خود» واقعی، همان «خود» طبقاتی است، آنگاه است که خود مردم واقعی را به بند می‌کشی تا «خود» واقعی آنان را آزاد کنی، یعنی مردم را اسیر می‌کنی تا مردم را آزاد کنی. و اینجاست که به نام دموکراسی، استبداد می‌کنی و دموکراسی را هم به‌مسخره می‌گیری.

ماتریالیزم تاریخی، به دلیل همین استنباطی که از عشقها، آرزوها و خواستهای انسانها دارد، و همهٔ کوشش و رنج آدمیان را محصول تنازع تاریخی طبقات می‌داند و آنان را کاهی در مصاف تندباد حرکت تاریخ می‌شناسد، در تفسیر ارجمندترین و عمیق‌ترین جلوه‌های انسانیّت، در طول تاریخ، عجز عظیم و درمان‌ناپذیر خود را آشکار می‌کند. به سخن دیگر، شیوهٔ ماتریالیزم تاریخی در تحلیل تاریخ، شیوهٔ یک نظاره‌گر است، نه یک شرکت کنندهٔ مستقیم. شیوهٔ کسانی است که طبیعت بیجان را چون پیکر مرده‌ای «تشریح» می‌کنند و بیروح و بیعاطفه، بند از بند آن جدا می‌کنند تا به روابط اجزاء و سلّولهایش راه ببرند؛ شیوهٔ کسانی نیست که با کس دیگری «دوستی» و صمیمیّت می‌ورزند تا از عمق روح و شعورش آگاهی یابند و به تار و پود ضمیر او دست یابند. موضع ناظر دارند، نه عامل، و همین، مایهٔ آن شده است که تحلیلها و تفسیرهای تاریخی آنان از حوادث عظیم و پُردامنه‌ای در تاریخ، چون فداکاریهای مذهبی، عشقها و هنرمندیها، چنان بیخبرانه و ناآشنا و دور از حقیقت جلوه کند که مایهٔ شگفتی و حیرت آگاهان می‌گردد.

→

کسی مجاز نیست که انتخاب کند که ساختمان شیمیایی آب، از کربن و فسفر است. امّا مجاز است که میان دیکتاتوری و دموکراسی انتخاب کند، یعنی به خوبیِ یکی و بدیِ دیگری رأی دهد. در مکاتب الهی، حقّ و باطل، در امور غیر اعتباری تبیین شده، و انتخاب در آنجا راه ندارد. و در امور اعتباری هم همین که شخصْ یک مکتب الهی را برگزیند، خودبخود ارزشهای آن مکتب را هم برگزیده است. امّا در مکاتب شیطان‌پرست که انسانها را مسخّر دست شیطانی نهانی می‌دانند، همه چیز در جبر کامل و درخواب کامل صورت می‌گیرد.

مردم، نه مکتب را انتخاب می‌کنند و نه حقّ و باطل را می‌شناسند، یا پیشاپیش تن به جبر نظام معیشتی داده‌اند و یا اگر نداده‌اند شیطان‌شناسان بیرونی، یعنی ارباب قدرت، آنان را مجبور می‌کنند تا تن بدهند و نظم تاریخ و فرمان ایدئولوژی شیطان را گردن گذارند.

اینان، چون خودشان به خدا، به معنویّت، به مذهب، باور ندارند، گمان می‌کنند کسان دیگر هم واقعاً به اینها ایمان ندارند، و اگر سخن می‌گویند و دفاعی می‌کنند، در واقع یا خودشان نمی‌فهمند چه می‌گویند و یا اگر می‌فهمند، بنا به مصلحت و ضرورت از آن سخن می‌گویند. اینان کافروار، همه را به کیش خود می‌پندارند. و چون برای خودشان مذهب و معنویّت کشش و جاذبه‌ای ندارد، گمان می‌برند که اگر این‌گونه جاذبه‌ها در تاریخ مایهٔ ظهور حوادث مهمّ شده است، امری ظاهری بوده و در باطن، جاذبه‌ها و سائقه‌های دیگر در کار بوده است. از این روست که پطروشفسکی، تشیّع را مذهب روستاییان محروم می‌داند و انگلس می‌گوید که جنگهای علیه فئودالهای قرون وسطی، در پوشش مذهبی جریان می‌یافت. آنهمه عشقها که در تاریخ، نثار خدایان شده است، آنهمه هنرها که در پای معبودان معنوی ریخته شده است، آنهمه کشمکشها، دوستیها و دشمنیها، آنهمه ذوقها، پاکیها، اشراقها، عرفانها، جذبه‌ها، زیباییها و روشناییها... که به راستی روی تاریخ را سپید کرده است، و اگر اینها نبود، تاریخ جز مجموعه‌ای از نزاعهای حیوانی و نفع‌پرستانه چیز دیگری نبود، به گمان اینان تفسیری جز این ندارد که این ناآگاهان که در آن نورها و زیباییها غوطه می‌خوردند و به نام معنویّت و عرفان و مذهب، تلاش می‌کردند و مجادله و منازعه می‌کردند، همه بازیچهٔ بازیگرانی نهانی، و اسیر دست جبّار تاریخ بودند و خود نمی‌دانستند چرا و بر سر چه نزاع می‌کنند!

کسی که خود غوری و سیری در آن معنویّتها کرده و دل به مذهبی بسته، و از امری معنوی دفاع کرده، وقتی به چنین تفسیرها برمی‌خورد، به راستی صدای کوبندهٔ ضربانهای قلب خود را آشکارا خواهد شنود و در بحری از شگفتی و شرمندگی غوطه خواهد خورد: شگفتی از اینهمه تحریف، و شرمندگی در برابر آن انسانهای ارجمند و شریف، که می‌بینند فداکاریهاشان اینک چگونه آلوده و بی‌ارج می‌گردد. خودمحوری و قیاس با نفس، تا کجا؟ اگر کسی در خودْ جاذبه‌ای و عشقی به سویی نداشت، آیا می‌باید بخیلانه دیگران را هم از آن محروم دارد؟ اگر کسی فقط به انگیزهٔ نفع و تضادّ حرکت می‌کند، باید از این نمد کلاهی برای همه بدوزد، و هرقیامی و نهضتی و تلاشی را محصول همین انگیزه بداند؟ چرا باید طوطی‌وار، از دریچهٔ تنگِ چشم طوطیانهٔ خود به جهان بنگریم و همگان را چون خود پینداریم، و گَل شدن آنان را نیز با خود قیاس کنیم و

پرسیم کدام بقّال، کجا، با کدام چوب، و در اثر ریختن کدام روغن از کدام شیشه به سر آنان کوفته تا گل شده‌اند؟!

عبدالکریم سروش

توضیحات

احتجاب: پوشش، مانع، چھپنا، پردے میں ہونا۔
اسٹالینیزم: اسٹالین کا رویہ وشیوہ۔ روس کے مطلق العنان حکمران اسٹالین کا سخت رویہ جس کے باعث پورے ملک میں وحشت اور رنج وتکلیف کی کیفیت جاری تھی۔ یہ روش اس کے پورے دورِ حکومت میں جاری رہی۔
اسکولاستیک: SCHOL ASTIC، اصحاب مدرسہ۔ قرونِ وسطیٰ کے دوران یورپ میں فلسفی مکتب۔
اشراق: چمکنا، روشن ہونا، درخشاں ہونا۔
انگلس (فردریک): (۱۸۲۰ء سے ۱۹۸۵ء) یہ شخص جرمنی کا باشندہ تھا اور اشتراکی خیالات کا حامی اس نے کارل کے ساتھ مل کر جدید اشتراکیت کی بنیاد رکھی۔
بہتان۔ تہمت، افترا، کسی کے متعلق جھوٹ بات کہنا۔
پطروشفسکی: مشہور ومعروف روسی محقق ومستشرق "اسلام در ایران" اس کی مشہور تالیف ہے۔ یہ کتاب تاریخ کے موضوع پر ہے اور اس میں اسلام کا تجزیہ مارکسی نظریات کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔
تنازع: ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا، آپس میں جھگڑا کرنا۔
جذبہ: کشش، اپنی طرف کھینچنا۔
چرا باید طوطی وار، از دریچہ تنگ ......: مثنوی مولوی (تالیف جلال الدین رومی) کی داستان "بقال وطوطی" کی طرف اشارہ ہے جو اس شعر سے شروع ہوتی ہے

بود بقالی و او را طوطی
خوشنوا و سبز و گویا طوطی

چون خم می، مہر برلب زدہ جوش می خورند: حافظ شیرازی کی اس بیت کی طرف اشارہ ہے:۔

من کہ از آتش دل چون خم می در جوشم
مہر برلب زدہ خون می خورم وخاموشم

دگماتیزم: DOGMATISM۔ تعصب، منطقی دلائل پر کسی کو چون وچرا کی اجازت نہ دینا۔ دگم (DOGMA) ایسے افکار وخیالات جن میں تعصب بھی شامل ہو، مارکسی نظریات کے حامی عام طور پر اپنے مخالفین کو اس نظریئے سے منسوب کرتے ہیں۔ اس مضمون کے مصنف کی رائے میں مارکسیزم خود ایک قسم کا "دوگماتیزم" ہے جس نے اپنے چہرے پر علم کی نقاب چڑھا رکھی ہے۔
سائقہ: محرک، سبب، باعث، بھڑکانے والا۔
عرفان: پہچاننا، معرفت، حق تعالیٰ کو پہچاننا، تصوف کی اصطلاح میں باری تعالیٰ کو پہچاننا، جب سالک تصوف کے مراحل ومراتب طے کرلیتا ہے تو اس کے دل پر نور خدا عیاں ہونے لگتا ہے۔ اور یہ کیفیت نفس کی جلا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔
غور کردن: نیچے اترنا، دقت وتفکر کرنا۔
فئودال: FEUDAL جاگیردار۔ بڑے زمیندار۔
کل: گنجا۔
لعل صفتان: از جولان خزفہا وخرمہرہ ھا........
یہ مضمون حافظ کی اس بیت کا اقتباس ہے:

جائے آن است کہ طوفان موج زند در دل لعل
زین تغابن کہ خزف می شکند بازارش

ماتریالیزم تاریخی: ماتریالیزم "MATERIALISM" تاریخی سے مراد مادّی فلسفے اور علوم منطق "DIALE-CTIQUE" کے اصول کی توسیع وافزائش ہے۔ اجتماعی زندگی کا جائزہ لینا اس کے پیشِ نظر مادی منطقی اصول

میں اجتماعی اور تاریخی زندگی کے درمیان مطابقت پیدا کرنا۔

محتضر: مرنے کے قریب، موت کے نزدیک۔

مروت و وفا چون سیمرغ و کیمیا.....: یہ مضمون چھٹی صدی ہجری کے شاعر عبدالواسع جبلی کی اس بیت سے ماخوذ ہے:

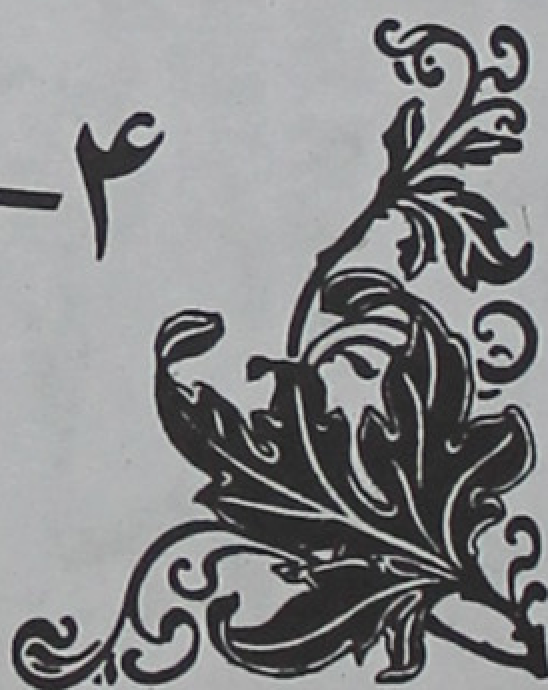
منسوخ شد مروت معدوم شد وفا۔
زین ہر دو، نام ماند چو سیمرغ و کیمیا

مسلخ: جانور ذبح کرنے کی جگہ۔ مذبح، بکیلا۔ مصاف (مصاف) نبرد، جنگ، لڑائی۔

متروک، رد کیا گیا، نابود کیا گیا۔

ہیگل: مشہور و معروف، جرمن فلسفی (۱۸۳۱ء-۱۷۷۰ء) اس کا طرز تفکر علم منطق (DIALECTIQUE) پر مبنی تھا، مارکسی نظریے کے حامیوں نے اس کے ہی طرز تفکر کا اقتباس کیا ہے۔

۴- مردم و انقلاب





ایرانی عوام طریق الاسلام صاحبہ اور ان کے جوان لڑکے کی گفتگو کو ہرگز فراموش نہ کرسکیں گے (یہ منظرہ ٹیلیویژن کے ذریعے بھی دکھایا جاچکا ہے) اس لڑکے نے مسلح ہوکر اس انقلاب کو ناکام بنانے کے لئے اقدام کیا تھا، جس کے حصول کی خاطر ہزاروں شہیدوں نے اپنے خون کی قربانی دی، اس جرم کی پاداش میں اس کو پھانسی کی سزا ملنی یقینی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی ماں سے درخواست کی کہ وہ اس کی رہائی کیلئے کوشش کرے۔ لیکن ماں اس کے سامنے پہاڑ کی طرح استوار اطمینان سے بیٹھی رہی۔ وہ اس سے برملا کہتی کہ میں تجھ پر جو میرا لختِ جگر ہے، خدا کی رضا، حفاظت دین اسلام اور رہبر کی اطاعت کو ترجیح دیتی ہوں۔

یہ واقعہ نہ صرف انقلاب کے ہزاروں حیرت انگیز واقعات میں سے ایک ہے بلکہ عہدِ حاضر میں مسلم خواتین ایران کی عظمت رُوح کی زندہ سند بھی، اور اس نظم کے شانِ نزول کا باعث بھی جو آپ یہاں پڑھیں گے۔

شاعر نے اس باعظمت ماں کا حضرت نوح پیغمبر علیہ السلام سے مقابلہ کیا ہے۔ یعنی جس وقت ان کے گمراہ بیٹے کو طوفان کی موجیں اپنی لپیٹ میں لینا چاہتی تھیں تو ان کے منہ سے بس یہ صدا چیخ بن کر نکل گئی۔ اِنَّ ابنی مِنْ اَھلِی ....

شیرزن عظیم مسلم خاتون
طریق الاسلام صاحبہ
کی خدمت میں نذر عقیدت

ای راهرو طریق اسلام

ای نـادرهٔ بـزرگ دوران — وی معجزهٔ عروج انسان
ای صدرنشین بـزم تـوحید — وی عاکفهٔ حریم تـجرید
ای جـوهرهٔ خلوص و ایمان — وی مظهر عزم و عشق و عرفان
ای روح عظیم رسته از بـند — وز غیر خدا بریده پـیوند
ای چـون تـو نـدیده چشم ایّـام — ای راهرو «طـریق اسلام»

ز اندیشه فراتر است جاهت   برتر ز سپهر، پایگاهت
وصف تو به حرف، در نگنجد   چون بحر، به ظرف، در نگنجد
عقل است زبون بر آستانت   صد رابعه ریزه‌خوار خوانت
در بزم شهود حقّ، چه دیدی؟   وز هاتف جان چها شنیدی؟
کز حاصل عمر خود گذشتی   وز باور خویش برنگشتی؟
غوغای درون، به کس نگفتی   وین گوهر راز را نسفتی
برگو به اشارت، این چه حال است   کاین جود، زخاکیان محال است
زین راز بزرگ، پرده بردار   زان باغ، گلی به ارمغان آر
بر گو که چه رفت بر تو آن دم؟   ای اسوهٔ بانوان عالم!
دادند چو بادهٔ نهانت   چون شهد نمود شوکرانت؟
بر مادر رنجدیده، فرزند   باشد به مثابهٔ جگربند
در پرده درون، بگو چه دیدی   کز رشتهٔ جان خود بریدی؟
نوح ارچه شکستْ پشت طوفان   زین ورطه برون نیامد آسان
چون موج گران زهر کران خاست   «اِنَّ ابنِي» او بر آسمان خاست
برداشت فغان که: ای خداوند!   رنجیست گران، هلاک فرزند
با مرگ پسر، مرا میازار   هر چند که او بوَد خطاکار
امّا تو صفیّهٔ مسلمان   زیب شرف و طراز ایمان
از ورطهٔ آزمون، سرافراز   کردی به حریم قرب، پرواز
سرمست، ز ماسوا گذشتی   از هر چه بجز خدا گذشتی
آزاد شدی ز قید فرزند   ای بر تو درود از خداوند
سوگند به عزم و همّت تو   وان صبر و ثبات و قدرت تو
سوگند به آن شکوه ایمان   کان لحظه شد از رخت نمایان
کاین واقعه در جهان بماند   کردار تو جاودان بماند

محمود شاهرخی

۱۳۶۰/۵/۲۷

اسوہ: پیشوا، مقتدیٰ، راہنما، نمونہ۔ یہ لفظ تاسی سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں نمونہ یا پیشوا قرار دینا

اِنَّ ابنِی... اِنَّ ابنِی مِنْ اَھلِی وَاِنَّ وَعدَكَ الحَقُّ وَاَنتَ اَحکَمُ الحَاکِمِینَ ٥ قَالَ یٰنُوحُ اِنَّهُ لَیسَ مِنْ اَھلِكَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَیرُ صَالِحٍ (اے رب میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے۔ جواب میں ارشاد ہوا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے وہ تو ایک بگڑا ہوا کردار ہے) سورۂ مبارکہ ہود کی آیہ شریفہ ۴۴ و ۴۵ کا کچھ اقتباس۔

بہ مشابہ: مثل، مانند، شبیہہ۔

جاہ: مقام، مرتبہ۔

جگر بند: پارۂ جگر، جگر، جگر گوشہ، لختِ جگر۔ جوہرۂ خلوص، اصل پاکی۔

رابعہ: رابعۂ عدویہ، ایک عارف خاتون جو حسن بصری رح کی ہمعصر تھیں۔ (متوفی ۱۳۵ھ ق)

سُفتن: موتی بیندھنا

شوشو کران: ایک قسم کا پودا جس کے پھل کا رس زہریلا ہوتا ہے۔ چنانچہ سقراط کو جب سزائے موت دی گئی تو اس کو اسی پھل کا رس پینے کے لئے دیا گیا تھا جس کے باعث اس کی موت واقع ہوئی۔

صدر نشین: جو شخص مجلس میں صدر مقام پر بیٹھے۔ پیشوائے مجلس، صدر مجلس۔

صفیہ: حضرت عبدالمطلب کی دختر، رسول اکرمؐ کی پھوپی۔ آپ نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔

طراز: حاشیہ، لباس کی زیب و زینت۔

عاکفِ حریم تجرید: پردہ نشین، عام معنی میں اعتکاف کرنے والا شخص۔

عرفان: (خدا) کی شناخت، جب سالک طریقت تصوف طے کرنے کے بعد خدا تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے تو اس کیفیت کو "عرفان" کہتے ہیں۔

ماسوا: (ماسویٰ) ماسوے اللہ۔ جو کچھ غیر از خدا ہے جو خدا کے علاوہ ہے۔

نادرہ: ہر کمیاب اور کم نظیر چیز، جو بہت ہی کم پیدا ہو، نادر کا مونث ہے (اس کے بھی یہی معنی ہیں)

ماہ شہریور ۱۳۶۰ھ ش کی ۹ تاریخ (۳۱ اگست ۱۹۸۱ء) تھی، اس سے ایک روز قبل بم کے حادثے کے باعث ایرانی قوم صدر جمہوریہ رجائیؒ اور وزیر اعظم باہنرؒ سے محروم ہوگئی تھی۔ اس واقعے سے متاثر ہو کر ایرانی قوم مثل آتش فشان سراسیمہ کوچہ و بازار میں نکل آئی تاکہ ان شہداء کے جنازوں میں مشایعت کرسکے۔ ایک اخباری نامہ نگار جو خود اس خلقت کے پر طوفان و بی کران سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ " اگلے روز قلم اٹھاتا ہے" سب سے پہلے جو کچھ اس نے دیکھا اس کے بارے میں لکھتا ہے۔

اس کے بعد وہ اس حادثے کا تجزیہ کرتا ہے۔ یہ مضمون ان بہت سے مضامین میں سے یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ جو ہمارے ملک کے مسلم نامہ نگاروں نے اسلامی انقلاب سے متعلق حقائق بیان کرنے کی غرض سے لکھے ہیں۔ اور ہماری قوم کی اس تلخ کامی کی تلافی کرتا ہے جو جابر شاہ کی حکومت میں کچھ نامہ نگاروں نے محض نام اور نان و نمک کی خاطر لکھے تھے اور انقلاب کی کامیابی کے بعد بھی کچھ عرصے تک مستکبرین کے مفاد کی خاطر قلم فرسائی کرتے رہے۔

الی الرفیق الاعلی

گاهی مصیبتهای زندگی چنان است که همچون پاره‌های کوه آتشفشان بر قلب آدمی فرود می‌آید. شعله‌های آتشش زبانه می‌کشد و گدازه‌های سوزنده‌اش دل را ذوب می‌کند، می‌سوزد و به این سادگیها فرو نمی‌نشیند. سوز و گداز این مصیبتها، حتّی زبان را در دهان خشک می‌کند و جوهر قلم را در دست می‌خشکاند. انسان را گویی نه یارای سخن گفتن مانده است و نه توان قلم زدن.

هشتم شهریور، از آن روزهاست و ما، گرچه به پیروی از صابران و اولیاءالله موظّفیم، امّا به هر حال هنوز از آنان نیستیم و میان ما و آنها منازلی بسیار، حائل است. اعتراف باید کرد که مصیبت بزرگ بود. آنچه تحمّل می‌دهد، این است که برای خدا و در محضر خدا واقع شده است و به قول امام: سیل خروشان خلق، هر کمبودی را جبران می‌کند. از این که بگذریم، دیگر هرچه هست، مصیبت است.

مگر ملّت تاب می‌آورد که آرام و منظّم و بی‌درد بنشیند و گوش فرا دهد و سخنرانان به‌راحتی سخنرانی کنند؟

از نخستین ساعت صبح بود که قطره‌ها دوباره بهم پیوست و جویبارها و نهرها جاری شد و سپس اینهمه بهم درآمیخت، شطّ شد، رود براه افتاد، سیل شد، سیل به دریا ریخت و دریا طوفان کرد. ما خودْ خیابان امام خمینی را از توپخانه به این سوی، شاهد بودیم. حلقه‌های اتّصال، بلاانقطاع بود و زنجیره‌های وصل، سلسله‌وار.

گروه گروه، مثل آهوان تشنه، سر به خیابان گذاشته بودند و به جستجوی چشمه می‌گریستند و می‌رفتند، چشمهٔ میعاد با شهود، چشمه‌ای که خون شهید از آن می‌جوشید، آنجا که گرگان و سگان دست‌آموز، تنی چند از خیل آنان را بر خاک افکنده و از هم دریده بودند.

بی‌سابقه بود. حتّی در آن روز بزرگ ـ ۷ تیر و قتل‌عامّ بیش از ۷۲ تن ـ نیز اینهمه هجوم از چهار سوی، سابقه نداشت. جمعیّت امان نمی‌داد و هر چه به دریا نزدیکتر می‌شد، متراکم‌تر می‌شد و بیشتر موج می‌گرفت. دو شهید سوخته در برابر و دو شهید زنده بر بلندی. رجائی و باهنر به خیل شهیدان پیوسته، و هاشمی و خامنه‌ای این هر دو تا مرز شهادت پیش تاخته و برگشته، یکی بر اثر شلّیک گلوله و دیگری بر اثر انفجار بمب؛ و اینک، این هر دو شهید زنده، سخن می‌رانند و از سرِ درد و عشق، فریاد می‌زنند. شگفت صحنه‌هایی است.

جمعیّت کباب بود، سوخته بود، آتش گرفته بود، و در غلغله شعله‌های بر افروخته از درون خویش، می‌سوخت و می‌پیچید. چرا باید رئیس جمهور ملّت را بتوانند چنین بیرحمانه از او بگیرند؟ چرا باید نخست وزیرش را بدین گونه از او جدا کنند؟ غم بهشتی و آن هفتاد و چند تن کم نبود؟ این است که جمعیّت میلیونی ملّت، سر تا پا بیقرار بود، سیل بود، دریا بود، یا اقیانوس، نمی‌دانم؛ هر چه بود، شکوهمندترین، زیباترین و عظیم‌ترینها بود.

در کدام کشور، کدام انقلاب، کدام جامعه، پس از پیروزی انقلاب و استقرار حکومت و پس از حدود سه سال توطئه و شایعه و تبلیغ مخرّب و نارضایی و نارسایی و بی‌نظمی، چنین صحنه‌ها و چنین قیامتها دیده‌اید؟ چه بگویم! دیروز در سینهٔ هر کس که آمده بود، هر قلب بمبی بود در آستانهٔ انفجار، بمبی که می‌تپید و ساعت موعود می‌طلبید.

انبوه عظیم و بی‌سابقه ملّتی که از صبح تا ظهر بی‌اختیار از هر سوی می‌آمد، به دریایی می‌مانست در روزی سخت طوفانی، روزی که باران، سیل‌آسا و بیدریغ بر دریا می‌بارد و دریا زیر شلاّقهای تند و پی‌درپی بارانْ حباب می‌زند، تاول می‌زند، هر قطره می‌جهد و هر موج چون کوه برمی‌خیزد و بر دوش امواجی دیگر می‌غلتد و دریای آرام و آفتابی دیروز، اینک کف برلب آورده است و با امواج خویش چنان به هوا برمی‌خیزد که انگار زنجیر از پای می‌درد و سر به آسمان برمی‌کشد.

شگفتا! ضدّ انقلاب، با که می‌جنگد؟ با این دریای طوفانی؟ خشایار شاهشان — با آنکه فرمان داد بر پیکر دریا و امواج طوفانیش تازیانه بزنند و خودْ خشمگین از اینکه دریا گستاخی اطاعت نکردن را یافته بود و کشتیهای سلطان را در تلاطم افکنده بود، شلاّقی گران برداشت و بر آبها می‌کوفت که آرام گیرند و راه عبور بگشایند — هیچ غلطی نتوانست بکند، چه رسد به اخلاف او که از سوراخ موش دم می‌جنبانند و امواج را زیر ضربه می‌گیرند.

بلاهت تا اینجا؟ حماقت تا این پایه؟ مگر این ملّت را نمی‌بینند؟ گیرم که روزهای دیگر هیچ؛ گیرم که روز انتخابات، هر چه بود قلاّبی بود و آن صفها، همه آدمک بودند. صف جعلی، آدم جعلی، انتخابات جعلی. دیروز چه باید گفت؟ آنهمه امواج پر تلاطم نیز جعلی بود؟ دریا را می‌توان انکار کرد؟ گاهی باید بر حال این بیچارگان، این خفّاشان منکر آفتاب، گریست. تا دیروز گمان می‌کردیم فقط به هیأت موش درآمده‌اند و تنها به همین اندازه مسخ شده‌اند. امروز می‌بینیم که به درد کوری هم گرفتار آمده‌اند. موش کور. این دیگر معرکه است! آخر اگر اینان موش کور نباشند، چگونه نمی‌بینند دریا را، چگونه نمی‌بینند آن جنازه‌های کفن سوخته، آن تابوتها و آن پیکرهای پاک را که چون کشتی بر سر امواج می‌رفت؟ دریای خلق می‌جوشید و می‌خروشید. جنازه‌ها کشتی‌گونه شراع می‌کشیدند، نفس گرم انبوه میلیونی جمعیّت، باد در بادبان کشتی می‌انداخت و جنازه‌ها بر دوش همّت دریا به ساحل دوست می‌شتافت.

شما حتّی اگر خود در صحنه بوده‌اید، باز هم به دیداری مجدّد از آن صحنه نیازمندید، زیرا قطره نمی‌تواند عظمت اقیانوس را ببیند، و آیا نباید حتّی به همان خلقی که خود آفرینندهٔ آن صحنه‌های شکوهمند و عظیم است، فهماند که چه کردند؟ چه آفریدند؟ و چه نیرویی دارند؟

می بینیم که دشمنان انقلاب، این به سوراخ خزیده‌های سرگیجه گرفته و در تار تناقضات فرو غلتیده، فقط موش نیستند، موش کورند. آنها ندیدند که دیروز وقتی خامنه‌ای، شهید زندهٔ ما، کسی که از دیار شهیدان می‌آید و سخنش لحن و بوی آنها را دارد، در برابر خیل بیشمار مردم ظاهر شد و سخن آغاز کرد، از خروش بی‌اختیار مردم، زمین زیر پایش لرزید. آن جمعیّت انبوه میلیونی، همچون کشتزارها و خوشه‌های گندم موج می‌گرفت، می‌غلتید، خم و راست می‌شد و هر نفس خامنه‌ای، انگار نسیمی بود که بر آنها می‌وزید و خوشه‌ها را به هر سو می‌کشاند. منظرهٔ دیروز، عین منظرهٔ کشتزارهای فرو افتاده در معرض باد بود.

اینهمه را موشهای کور نمی‌توانند دید. نخواهند دید. کورند و کورتر خواهند شد امّا برای ما، این صحنه‌ها دیدنی است و ما کور نیستیم. دلیلش این است که دیدیم و می‌بینیم، و این بزرگترین پیروزی بود. چه کسی می‌توانست خلق ما را چنین انسجام دهد؟ چه زیباست این روایت که: لاٰیَزٰال یُؤَیِّدُ هٰذَا الدّین بِالرَّجُلِ الفٰاجِرِ: خدا همواره این دین را با دست دشمنانش تأیید کرده است. دشمنان احمق ما آنچه با ما می‌کنند، جز به سود ما و به سود دین و ملّت ما نیست. و دیروز، تجلّی این حقیقت شیرین بود.

رجائی و باهنر، اینک آسوده خواهند خفت و آرام و مطمئنّ، همچون پیامبر در آخرین لحظهٔ عمر، خواهند خواند که: اِلَی الرَّفیقِ الاَعلیٰ: به سوی برترین دوست، و از این‌روست که امام می‌گوید: آنها به رفیق اعلی پیوستند.

جلال رفیع

توضیحات

اخلاف: خلف کی جمع، اولاد، پیچھے آنے والے۔
بلاانقطاع: مسلسل، کاٹے بغیر، سلسلہ توڑے بغیر۔
بلاہت: نادانی،
تلاطم: موجوں کا زور، موجوں کا ٹکراؤ، تھپیڑے۔
تہاجم: ایک دوسرے پر حملہ کرنا، یورش، ہجوم۔
حائل: (حائل) بیچ میں آنے والا، دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ بننے والا۔

خیل: لشکر، فوج، گروہ، بہت سے سپاہی۔
شراع: بادبان۔
شہود: بے پردہ، بغیر کسی واسطے کے حقیقت کو درک کرنا، اور اس کو اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھنا۔ یہاں چشمۂ معیاد سے مُراد وہ منزل و مقام ہے جہاں انسان خود حق کا دیدار کرے گا اور اسکو اپنے سامنے پائے گا۔

صابران : بردبار لوگ، صبر کرنیوالے۔
فاصِل : حجاب، پردہ، الگ کرنیوالا۔
مُخَرِّب : خراب کرنے والا، اسم فاعل از مصدر تخریب۔
بمعنی خراب اور ویران کرنا۔
مسخ : اچھی صُورت کا بدل کر بُری صُورت ہو جانا شکل
کا بگڑ جانا۔
مَوعُود : وعدہ کیا گیا، اقرار کیا گیا۔ مصدر وعد کا اسم مفعول۔
میعاد : وعدہ گاہ، وعدے کا وقت یا جگہ۔ بمعنیٰ وعدہ کرنا،
اقرار کرنا۔ لفظ وعد کا اسم زمان و مکان۔

"مسجد ہائے مسکو و لینن گراد (ماسکو اور لینن گراڈ کی مساجد)
اس سفرنامے کا کچھ حصّہ ہے جو اسلامی انقلاب کی نثر کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ اور اس کو ادبیات کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کی نثر سادہ و روشن ہونے کے ساتھ حقائق پر مبنی ہے۔ اور اس کی بہترین خصوصیت یہ ہے کہ اس میں وہ عہد و پیمان نظر آتا ہے جو محرومین اور مستضعفین کے حق کی خاطر ان کے حق میں کیا گیا ہے۔ سفر بہ مسکو (ماسکو کا سفر) ان لوگوں کی گذارش احوال ہے جو ہمارے ہم زبان تو نہیں البتہ ہم دل ضرور ہیں۔ اور ہم "دلی" ہم زبانی سے کہیں بہتر ہے۔
سفر بہ مسکو اس قلم کے اشک چکیدہ ہیں جو ماسکو میں بے اختیار افغانستان کے ستم دیدہ لوگوں، ہویزہ اور دزفول کے قتل عام کو یاد کر کے بہہ نکلے۔

مسجدهای مسکو و لنین گراد

مسکو

نماز ظهر یکشنبه را به امام جماعت مسجد مسکو اقتدا کردیم ــ چندتن شیعه، در میان جمعی از اهل سنّت ــ امّا از یاد نبرده بودیم که: اِنَّمَا المُؤمِنونَ اِخْوَةٌ. برادرانه به سوی قبلهٔ واحد ایستادیم، به قصد عبادت خدای واحد.

قبل از نماز، امام جماعت مسجد، از اخوّت اسلامی و ارزش انقلاب ما در جهان و منطقه سخن گفت و به نقش رهبری آیت‌الله خمینی اشاره کرد. نام آیت‌الله خمینی برای او و برای جماعتی که در مسجد حضور داشتند، نامی آشنا بود و این را از تکرار نام و عنوان امام به‌توسّط امام جماعت مسکو می‌شد دریافت. و راستی چه جاذبه‌ای دارد نام این «مرد» که بحقّ امید مستضعفان جهانش می‌نامند.

متجدّدانی که داعیهٔ روشنفکری دارند، آشکار و پنهان به جماعت اهل قلم که خدمت به اسلام و انقلاب را فریضه دانسته‌اند، در رابطه با مسألهٔ امام، برچسب فردپرستی زده‌اند و می‌زنند. درک این نکته که «امام» نه به عنوان «فرد» بلکه به عنوان

کاروان‌سالار و راهنمای یک خطّ فکری و ایمانی در ذهن و فکر مقلّدانش مطرح است، برای آنان دشوار است. آنها با معیارهای کج و کوله و از پیش ساختهٔ خود، قادر به درک و فهم مسأله «ولایت» و «مرجعیّت» نبوده و نیستند، و عجیب این است که به خود مجال شناختن هم نمی‌دهند. به معرفت محدودی که مدّعی آنند، قناعت کرده‌اند و بر اساس آن، حکم صادر می‌کنند و... بگذریم.

وقتی نماز تمام شد و صفها بهم خورد، هر یک از ما به توسّط چند نفری در میان گرفته شدیم. ما هیچ وسیلهٔ ارتباط، جز دین مشترک، نداشتیم. هیچ کس زبان دیگری را نمی‌دانست. بین ما فقط واژه‌های «الله»، «اسلام»، «ایران» و «خمینی» ردّ و بدل می‌شد، همین. آنها به زبان خود چیزهایی می‌گفتند و ما به زبان خود پاسخهایی می‌دادیم.

در این میان، مردی میانه‌سال، خودش را به من رساند. دست داد. روبوسی کردیم و او سر به شانه‌ام گذاشت و با تکرار نام «امام» به لهجه و تلفّظ خود، های‌های گریه را سرداد. چند لحظه بعد، دستهایم را محکم فشرد، در چشمهایم خیره شد و گریان چیزهایی گفت و در میان جمعیّتی که از صد نفر بیشتر نبودند، گم شد.

هنوز آن مردمک آبی و شفّاف چشمانش که در زلال اشک غوطه‌ور بود، از خاطرم محو نشده است. مرا در بهت و شوق و جذبه رها کرد و رفت و در لحظه‌ای کوتاه، چونان آذرخش، همهٔ وجودم را به آتش کشید. من آن روز از خود پرسیدم که او، در مسکو امام را از چه طریقی شناخته است؟ و امروز نیز همین سؤال را با خود تکرار می‌کنم.

لنین‌گراد

در لحظهٔ ورود به شهر لنین‌گراد، ما را به موزه و بنای یادبود جنگ بردند. بازدید ما از این مکان، که یادآور مقاومت قهرمانانهٔ مردم لنین‌گراد در برابر تجاوز ارتش هیتلری است، حدود یک ساعت بطول انجامید. ما در آنجا گوشه‌هایی از تاریخ جنگ را مشاهده کردیم، تاریخی سرشار از تجاوز و مقاومت، تعرّض و دفاع و ایثار، و سرانجام پیروزی.

چقدر دردناک است حضور در کشوری که روزگاری قربانی تهاجم و تجاوز سربازان بیگانه بوده است و اکنون سربازانش یک کشور بیگانه را در اشغال خود دارند. آیا راهنمایی که بنای یادبود نبرد لنین‌گراد را برای ما تشریح می‌کرد، خبر داشت که در آن لحظه در افغانستان چه می‌گذرد؟ آیا می‌دانست که موشکهای نُه متری ساخت

شوروی، در دزفول چه خرابیها ببار آورده‌اند؟ آیا حتّی برای یک بار هم که شده، رادیو تلویزیون کشورش حدیث جنگ و ویرانی بستان، هویزه، خرّمشهر، آبادان، و... را آنچنانکه هست، به اطّلاع او رسانده بودند؟ آیا به او گفته بودند که گلوله‌های ساخت شوروی، در دست صدّامیان، چقدر از افراد بی‌دفاع و غیر نظامی ایران را به خاک و خون کشیده است؟

اگر این واقعیّتها را می‌دانست، شاید واکنشی نشان می‌داد. امّا مقامات مسؤول کشوری، همهٔ این واقعیّتها را می‌دانستند و عکس‌العملی نشان نمی‌دادند، جنگ را محکوم می‌کردند، امّا از تجاوز یک طرف و حقّ دفاع مشروع طرف دیگر، چیزی نمی‌گفتند و در همان حال که به ظالم سلاح مرگبار می‌دادند، مظلوم را نصیحت می‌کردند.

در مسجد

آنچه در حیاط مسجد لنین‌گراد شاهد آن بودم، صحنه‌ای بود که هیچگاه فکر نمی‌کردم جز در ایران نظیر و مانند داشته باشد. تصوّر چنین صحنه‌ای، حتّی در کشورهای اسلامی هم برای من مشکل بود. و من آن را در کشور شوروی، در شهری که نام «لنین» را بر خود داشت، می‌دیدم:

هنگام خروج از صحن مسجد، یکی از همراهان، عکس کوچکی از امام را به یکی از مسلمانان داد. یکباره همهٔ چشمها به طرف عِکس خیره شد و همه برای گرفتن عکس امام هجوم آوردند. مسلمانان حدود ۱۵۰ نفر بودند. یکی از اعضاءِ هیأت، از لای جمعیّت راهی باز کرد و خود را به اتومبیلی که در حیاط مسجد بود، رساند و حدود پنجاه قطعه عکس امام آورد تا بین مشتاقان پخش کند. باران می‌بارید و زن و مرد احاطه‌اش کرده بودند. نیمی از عکسهای امام را پخش کرده بود که فشار جمعیّت شدید شد. به زحمت تاب آورد. ده بیست قطعهٔ آخر را برفراز سر جمعیّت به هوا پرت کرد و خود را نجات داد. پشت دستش آثار ناخن داشت و چند جای دستش خونین شده بود. مردم عکسها را در هوا می‌گرفتند. به هم تنه می‌زدند. چند نفری عکس مچاله شدهٔ امام را می‌بوسیدند. پیرمردی که یک تکّه از عکس امام نصیبش شده بود، با چشم اشک‌آلود و لحن ملتمسانه «امام، امام» می‌گفت و هیچ کس از ما نمی‌دانست چه کند. یکی از عکسها بین من و یک زن مسلمان لنین‌گرادی روی زمین خیس حیاط مسجد افتاد. خم شدم که عکس را

بردارم. زن، زودتر از من جنبید. با سقلمه‌ای مرا کنار زد، عکس را برداشت، نم باران را از آن سترد و در یک چشم بهم زدن در کیف دستیش پنهان کرد. در نگاه بعد، از قیافه‌ام شناخت که عضو هیأت ایرانی هستم. چند جمله‌ای به روسی گفت و فهمید که نمی‌فهمم. از حرفهایش تنها کلمهٔ «مسلم» قابل فهم بود و همین کافی بود.

میزبانان روسی از روی اضطراب و ناباوری به جمعیّت نگاه می‌کردند و ما، شگفت‌زده از اینهمه استقبال، دست و پای خود را گم کرده بودیم.

اگر این عکسها در جمهوریهای مسلمان‌نشین پخش می‌شد، عکس‌العمل میزبانان چه بود؟ و مهمّتر از آن، عکس‌العمل مردم مسلمان آن جمهوریها چه؟ کسانی که معتقدند جهان به جبر تاریخ به سوی سوسیالیسم می‌رود، چرا باید از پخش چند عکس امام، دستپاچه و مضطرب شوند؟

با اینکه راه جوانان را به مساجد به انحاءِ مختلف بسته‌اند و مسجدها بیشتر «موزه» اند تا «مسجد» و ائمّهٔ مساجدْ حقوق‌بگیر دولت‌اند و چند مسجد انگشت‌شمار وجود دارد که آن هم زیر نظر دولت اداره می‌شود و... با اینهمه، «احتیاط» را از دست نمی‌دهند.

کیومرث صابری

توضیحات

اخوتِ اسلامی : اسلامی بھائی چارہ ، اسلامی برادری۔
اقتدا کردن : پیروی کرنا۔
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں
لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلق درست کرو
(سورۂ مبارکہ حجرات آیۂ شریفہ ۹ کا کچھ حصّہ)
ائمّہ : نماز پڑھانے والے ، پیشوا ، امام کی جمع۔
حدیث : خبر۔

سقلمہ : گھونسا مارنا ، اس طرح گھونسا بنا کر مارنا کہ انگوٹھا انگشتِ شہادت اور درمیانی اُنگلی کے مل جانے کے بعد چاروں انگلیوں کے درمیان میں سے نکل آئے۔
فریضۂ واجب : لازم ، ضروری۔
مرجعیت : محلِ رجوع ، جس کی طرف توجہ کی جائے۔ مقامِ اجتہاد پر پہنچ جانا ، کسی صالح شخص کا اس مقام و مرتبے پر پہنچ جانا کہ عوام دینی احکام و مسائل میں اس سے رجوع کریں اور اس کی ہدایت پر عمل کریں۔

۵- جنگ



اسلامی انقلاب نے جو شعلہ سرزمین ایران کے پیرو جوان کے جان و دل میں روشن کیا تھا وہ انقلاب کی کامیابی کے بعد اس جنگ کی وجہ سے جس کے باعث دنیا کی متکبّر اقوام نے ہمارے ملک کے عوام کو زیر بار کیا ہے پہلے سے کہیں زیادہ برافروختہ ہو گیا ہے۔ اس شعلے کی گرمی اور روشنی ہر جگہ پہنچ چکی ہے۔ چنانچہ دیگر تمام عوامل کے ساتھ شعر و سخن نے بھی بذات خود دور حاضر کے شعراء کی طبع کو شجاعت و بہادری کے موضوعات پر نظمیں کہنے کے لئے جولانی بخشی اور ان کی طبیعت کا یہ خاصہ اب ایمان بن گیا ہے۔

مندرجہ ذیل اشعار میں شاعر نے رزم آرا سپاہ کی جانبازی اور ایثار کی جس روایتی انداز میں کیفیت بیان کی ہے اس کے ساتھ ہی اس نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ کس طرح افکار لطیف اور شاعرانہ انکشافات کو معاشرے کی خدمت کی غرض سے پیش کیا جا سکتا ہے اسی طرح شعر گوئی کے ذریعے جو دیگر تمام خداداد استعداد کی طرح ایک ہنر ہے شاعر نے دُنیا کے ان سب لوگوں کو حقائق الٰہی کے یقین کی دعوت دی ہے جن کو ان پر یقین و ایمان نہیں۔

آیینهٔ زمان

از خوان خون گذشتند، صبح ظفر، سواران
پیغام فتح دارند، زان سوی جبهه، یاران
در شطّ سرخ آتش، نعش ستاره می‌سوخت
خون‌نامهٔ نبرد است، آیین پاسداران
در کربلای ایثار، مردانه در ستیزند
رزم‌آوران اسلام، با خیل نابکاران
در شام سرد سنگر، روشن چراغ خون است
ای آب دیده! تر کن، لبهای روزه‌داران
در رزمگاه ایمان، با اسب خون بتازند
تا وادی شهادت، این قوم سربداران
گلگونهٔ شهیدان، با خون گل بشویید
تا سرخ‌تر نماید، رخسار روزگاران

در بادهای سوزان، نیلوفران خاکی
چشم انتظار آبند، ای روح سبز باران!
ای ابر پر صلابت! آبی ز دیده بفشان
با مرگ لاله طی شد، افسانهٔ بهاران
بی‌باوران عالم! با چشم دل ببینید
آیینهٔ زمان است، این پیر در جماران!

نصرالله مردانی (ناصر)

توضیحات

ایثار : قربانی ، دوسرے کو خود پر ترجیح دینا، کربلائے ایثار یہ ترکیب یہاں اس لئے بیان کی گئی ہے کہ کربلا ایثار و قربانی اور شہادت طلبی کا اعلیٰ مظہر ہے۔

خوان : اس لفظ کے اصل معنیٰ سینی یا تھال کے ہیں۔ لیکن مجازی مفہوم میں سفر کی منازل اور اس کے مراحل ہیں۔ ان سات مرحلوں میں سے ہر ایک کا نام جو رستم نے طے کئے تھے۔

خوان خون : جانبازی کا مرحلہ، منزل شہادت، خون دینا۔

خون گل : پھول کا رس۔

خون نامہ : کتابِ خون، ایسی کتاب جس میں بہادرانِ اسلام کے جانفشانی کے واقعات تفصیل سے درج کئے گئے ہوں۔

خیل نابکاران : عراق کے صدر حکومت صدام کے حامیوں کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو انقلابِ ایران کے دشمن ہیں۔

شطّ سُرخ آتش : دشمن کے ان مختلف آتشباز ہتھیاروں کی طرف کنایہ ہے جو ایران کی جانباز سپاہ پر پھینکے جاتے ہیں۔

صلابت : استواری، سختی، مضبوطی، استحکام

ظفر : کامیابی، فتح مندی۔

گلگونہ : شہید کے خون آلود گلرنگ چہرے کی جانب کنایہ ہے۔

نعش ستارہ : شہید کے درخشان و نورانی جسد کی طرف اشارہ ہے۔

نیلوفران خاکی : شہداء کے لئے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔

ہمارے رزم آزما نوجوان انقلاب کے ایسے سُرخ پھول ہیں جن کی رُوح نواز خوشبو اسلامی اقدار کو دُنیا کی فضا میں منتشر کرتی رہتی ہے۔ ہر رزم آزما نوجوان کی زندگی کے پُرشکوہ ترین لحظات میں ایک لحظہ وہ بھی آتا ہے جبکہ وہ سب سے الوداع کہکر رخصت ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے دل کے سمندر میں طوفان بپا ہو جاتا ہے۔ جس میں اس کی رُوح موج بن کر پیچ و تاب کھانے لگتی ہے اور حقیقت کے سچے موتی لبوں کے ساحل پر چمکنے لگتے ہیں۔

ذیل میں شاعر نے "الوداع" کے تحت عنوان اشکوں کے ان موتیوں کو اشعار کی شکل دے کر رشتۂ کلام میں پرویا ہے۔ اب ہم یہاں ان الوداعیہ اشعار کا خیر مقدم کریں گے تاکہ ان کو اپنے گوشِ جان کے لئے آویزہ بنا سکیں۔

«وداع»

می‌روم مادر که اینک کربلا می‌خواندم — از دیار دور یارِ آشنا می‌خواندم

مهلت چون و چرایی نیست مادر الوداع — زانکه آن جانانه بی‌چون و چرا می‌خواندم

وای من گر در طریق عشق کوتاهی کنم — خاصّه وقتی یار با بانگ رسا می‌خواندم

بانگ «هَلْ مِنْ ناصِر» از کوی جماران می‌رسد — در طریق عاشقی «روح خدا» می‌خواندم

می‌روم آنجا که مشتاقانه با حلقوم خون — جاودان تاریخ‌ساز کربلا می‌خواندم

ذوالجناح رزم را گاه سحر زین می‌کنم — می‌روم آنجا که نای نینوا می‌خواندم

یا علی گویان سرود «لاتَخَف» سر می‌دهم — کز نجف آنک علیِ مرتضیٰ می‌خواندم

هیمه سردم که کانون شرر می‌جویدم — آیه دردم که قانونِ شفا می‌خواندم

من سرود سرخ ایثارم که با آهنگ غم — گور خاموش شهیدان بی‌صدا می‌خواندم

مطلع شعر بهارانم که در گوش چمن — هر سحر باد صبا تا انتها می‌خواندم

قصّهٔ خونین عشقم من که نسل عاشقان — بعد از این در برگ برگ لاله‌ها می‌خواندم

حسن حسینی، معاصر

توضیحات

تاریخ ساز کربلا: حضرت امام حسین بن علیؑ کی شہادت کی جانب کنایہ ہے۔ مسلمانانِ عالم کی نظر میں یہ شہادت وہ نقطہ ہے جہاں سے حق کی جنگ باطل کے خلاف شروع ہوئی تھی۔

ذوالجناح: حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے کا نام۔۔ دس محرم ۶۱ھ کے دن آپ جنگ کے وقت اس پر سوار تھے۔

روحِ خدا: یعنی "روح اللہ"، امام خمینی سے مراد ہے۔

شفا: حکیم ابوعلی سینا کی فلسفے کے مضمون پر اہم ترین کتاب۔ یہ منطق، الٰہیات، طبعیات اور تعلیمات پر مشتمل ہے۔ حکمت (فلسفے) میں اس کا وہی مقام ہے جو اسی دانشور کی تالیف "قانون" کو عرب طب میں حاصل ہے۔

قانون: اسلامی طب پر حکیم ابوعلی سینا کی مفصل ترین کتاب جو عربی زبان میں ہے۔ اس کتاب کی موجودگی میں تقریباً چھ صدی تک کوئی طب کی کتاب فروغ نہ پا سکی۔

کانونِ شرر: ایسا آتشدان جو چنگاریوں سے بھرا ہوا ہو۔

لاتخف: جملۂ فعلی مفرد مذکر امر مخاطب یعنی مت ڈر، خوف مت کر۔ یہاں اس کو بطور تلمیح استعمال کیا گیا ہے۔ اور اشارہ ہے سورۃ شریفہ قصص کی آیۂ مبارکہ ۳۲ کی جانب (یا موسیٰ اَقبِل وَلَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ) موسیٰ پلٹ آ اور خوف نہ کر، تو بالکل محفوظ ہے۔

مطلع: طلوع ہونے کی جگہ۔ سورج اور ستاروں کے نکلنے کی۔ قصیدے اور غزل کی پہلی بیت کو مطلع اور آخری بیت کو مقطع کہتے ہیں۔

نینوا: ایک قدیم شہر کا نام جو دریائے دجلہ کے کنارے آباد تھا۔ یہ شہر ساتویں صدی قبل مسیح تک آشوری شہنشاہیت کا پایۂ تخت رہا ہے۔ بعد میں تباہ و برباد ہو گیا۔ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا واقعہ اسی سرزمین پر رونما ہوا۔ جس کے باعث اس کا نام پھر زبانوں پر آنے لگا۔

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ: آیا کوئی مددگار ہے؟ اشارہ اس مشہور و معروف جملے کی طرف ہے جو دس محرم ۶۱ھ کے دن دوپہر کے وقت حضرت امام حسینؑ کی زبان پر آگیا تھا (هَلْ مِنْ نَاصِرٍ یَنْصُرُنِیْ) آیا کوئی مددگار ہے جو میری مدد کرے۔

ایک مدّت سے مسلمانوں کا قبلۂ اوّل یعنی بیت المقدس، صہیونی پست فطرت بزدلوں کے چنگل میں گرفتار ہے۔ اگرچہ عرب ممالک کے رجعت پسند حکمرانوں نے عرصۂ دراز سے امریکہ کی اطاعت کا طوق اپنی گردنوں میں پہن رکھا ہے۔ اور عوام کو فریب دینے والی اپنی سیاست بازی کے ذریعے مسلمانوں پر قبلۂ اوّل کی بازیابی کی تمام راہیں مسدود کر دی ہیں۔ لیکن ایران کے اسلامی انقلاب نے اس کی بازیابی کیلئے دلوں کو نئی امّید اور تازہ خوشخبری کا مژدہ دیا ہے۔

اب ایک مردِ خدا نے پرچم توحید بلند کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو استقامت و انقلاب کی دعوت دے رہا ہے۔ امام خمینی کے پُرصداقت چہرے کے جلوہ افروز ہونے کے بعد ساز باز کرنے والے مکّار حاکموں کے چہروں پر سے مکر و فریب کی نقاب اُتر چکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے امام کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اپنی پُوری ہمت و قوت کو بیتُ المقدس کی آزادی پر صرف کر دیں کیوں کہ عالم اسلام کو مغرب و مشرق کی قید سے نجات کا راز و مقصد اسی میں مضمر ہے۔ آیئے ہم بھی شاعر کے ساتھ آواز میں آواز ملا کر کہیں۔

ؔ آؤ پھر رختِ سفر تازہ کریں

(همراه جلودار)

وقت است تا برگ سفر، بر باره، بندیم — دل بر عبور از سدّ خار و خاره بندیم

از هر کران بانگ رحیل آید به گوشم — بانگ جرس برخاست، وای من! خموشم

دریادلان، راه سفر در پیش دارند — پا در رکاب راهوار خویش دارند

گاه سفر آمد نه هنگام درنگ است — چاووش می گوید که ما را وقت تنگ است

گاه سفر آمد برادر! گام بردار — چشم از هوس، از خورد، از آرام بردار

گاه سفر آمد برادر! ره دراز است — پروا مکن، بشتاب، همّت چاره‌ساز است

وادی پر از فرعونیان و قبطیان است — موسی جلودار است و نیل اندر میان است

تنگ است ما را خانه، تنگ است ای برادر — برجای ما، بیگانه، ننگ است ای برادر

سینا و طور و غزّه را بلعید با هم — ما خفته و او در تهاجم قدس را هم

جولان به جولانی دگر بگرفت از ما — ماندیم ما سرگشته، او را قدس و سینا

فرمان رسید این خانه از دشمن بگیرید
یعنی، کلیم آهنگ جان سامری کرد
وقت است تا زاد سفر بر دوش بندیم
چابک سواران! رهروان احرام بستند
باور مکن افسانهٔ افسونگران را
باور مکن: امید دیدار حرم نیست
از دشت و دریا در طلب باید گذشتن
گرصد حرامی، صد خطر، در پیش داریم
حکم جلودار است بر هامون بتازید
فرض است فرمان بردن، از حکم جلودار
جانان من برخیز و آهنگ سفر کن
جانان من برخیز بر جولان برانیم
آنجا که هر سو، صد شهید خفته دارد
جانان من! اندوه لبنان کشت ما را
باید به مژگان رُفت گرد از طور سینین
باید به سر، زی مسجد الاقصیٰ سفر کرد
جانان من! برخیز، بشنو بانگ چاووش
تکبیر زن، لبّیک گو، بنشین به رهوار

تخت و نگین از دست اهریمن بگیرید
ای یاوران، باید ولی را یاوری کرد
دل بر پیام دلکش چاووش بندیم
دل بر طنین این صدای عام بستند
همراه باید شد در این ره کاروان را
گامی فرا نه، تا حرم جز یک قدم نیست
بیگاه و گاه و روز و شب باید گذشتن
حکم جلودار است، سر، در پیش داریم
هامون اگر دریا شود از خون، بتازید
گر تیغ بارد، گو ببارد، نیست دشوار
گر تیغ بارد گو ببارد، جان سپر کن
زانجا، به جولان تا خط لبنان برانیم
آنجا که هر کویش غمی بنهفته دارد
بشکست داغ دیر یاسین، پشت ما را
باید به سینه رَفت زینجا تا فلسطین
باید به راه دوست ترک جان و سر کرد
آنک، امام ما عَلَم بگرفته بر دوش
مقصد، دیار قدس، همپای جلودار

حمید سبزواری، معاصر

توضیحات

آنک: وہ، یہ لفظ کسی دور کی شے کی جانب اشارہ کرنے کی دلالت کرتا ہے۔

جولان: مشرقی شام کے بلند ٹیلے، جو فوجی نقطۂ نظر سے بہت اہم ہیں۔ اور آج کل اسرائیل کے دست تصرّف میں ہیں۔

جولان یہ جولانی: اس مصرعے میں صنعت تجنیس کا التزام کیا گیا ہے۔ دوسرے جولان سے مُراد: تاخت و تاز یا حملے کے ہیں۔

دریادل : بہادر، دلیر، سخی، سخاوت پسند۔

دیر یاسین : اس کی توضیح اس کتاب کے درس دہم میں کی جا چکی ہے۔

سامری : حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے ایک شخص کا نام جس نے لوگوں کو فریفتہ کر کے سونے کے بچھڑے کی ان سے پوجا کرائی تھی۔ ساحر، جادوگر۔

سینا : مصر کے شمال مشرق میں پہاڑی، جزیرہ نما۔ جہاں تورات کی روایت کے مطابق حضرت موسیٰؑ کو پیغمبری تفویض کی گئی تھی اور اسی وادی میں انھیں خداوند کریم نے الواح عشرہ عطا فرمائی تھیں۔

صلای عام : بلند آواز سے لوگوں کو کھانا کھانیکی دعوت دینا۔

طور : جزیرہ نما سینا میں پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ خدا کی حمد و ثنا کرتے تھے۔ انھوں نے نورِ خداوندی کا مشاہدہ اسی پہاڑ پر کیا۔ اس پہاڑ کو طور سینا اور طور سینین بھی کہتے ہیں۔

غزّہ : فلسطین کے قدیم شہروں میں سے ایک ہے محل وقوع کے اعتبار سے بہت زیادہ تجارتی اور فوجی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی وجہ سے یہاں کئی بار مصر اور اسرائیل کے درمیان جنگیں ہو چکی ہیں۔

آج کل اقوام متحدہ کی جانب سے یہاں ایک پولس چھاؤنی قائم ہے جو اس علاقے میں امن برقرار رکھنے اور خیمہ نشین فلسطینی عرب مہاجروں کی دیکھ بھال کی ذمّہ دار ہے۔

فرعونیاں : قدیم مصر کے حکمران سلاطین۔ شعر و ادب میں یہ فرمانروا، تکبّر، سرگشتگی، حیرانی، سرکشی اور سورش کا مظہر قرار دیئے گئے ہیں۔ تفرعن اسی سے مشتق ہے۔

قبطیان : درّہ نیل میں آباد ہونیوالی ابتدائی دور کی قوم، قدیم مصر کے باشندے۔

موسیٰ جلوہ دار است...... : یہاں حضرت خمینی کو بطور کنایہ موسیٰ کہا گیا ہے۔

نیل : صدّام اور عراق کی صہیونی جماعت بعث کو بطور کنایہ کہا گیا ہے۔

ہماری صدی مسلمانوں کی بیداری کی صدی ہے۔ یعنی وہ صدی جس میں سوکروڑ مسلمان تاریکی کی طولانی رات گذار کر ایک نئے دور کا آغاز صبح روشن سے کر رہے ہیں۔ اس روز روشن کا درخشندہ خورشید اسلام ہے جو ہماری سرزمین کے اُفق سے طلوع ہوا ہے۔ یہ خورشید آہستہ آہستہ اوج پر جائے گا اور دوسری سرزمینوں کو بھی روشن و تاباں کرے گا۔

شاعر نے اپنے اشعار میں "سپاہیان سحر" کے تحت عنوان بیدار مردوں، عورتوں اور ہماری دوسروں کو بیدار کرنیوالی قوم سے خطاب کیا ہے۔ کیوں کہ اس قوم کے افراد نے جوق درجوق قلم کی بینائی کی وسعت کے ذریعے بصیرت حاصل کرنے کے بعد بحر خون میں قدم رکھا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہماری قوم آیندہ کی روش کو درہم برہم کردے۔ کیوں کہ اب جب کہ ایک خدائی رُوح، ایک مردِ خدا کے پاک مسیحائی نفس کے ذریعے ہماری قوم کے سرد و ناتوان بدن میں پھونکی جارہی ہے تو یقیناً ہر چیز میں شجاعت و بہادری کا رنگ، شور و حال پیدا ہو جائے گا۔

اس کیفیت میں شاعر انقلاب نے درباری شعراء کی مدح سرائی اور دلبران لعبت صفت کے ستایش گروں کی روش کے برعکس۔ سپیدہ، سایہ، گل، صحرا، زمزم، مہتاب اور شراب سے نہایت ہنرمندانہ طور پر تاریخ کی چوٹی پر فتح مندی کا جھنڈا لہرانے اور خاک کی بلندیوں پر چراغ اندیشہ روشن کرنے کا کام لیا ہے۔ اور اس نے اس غزل کو اس رسم و روایت سے الگ ہو کر استعمال کیا ہے جس کے لئے یہ صنف آج تک مخصوص رہی ہے۔

سپاهیان سَحَر

صلای روز به بام سپیده‌دم بزنید
به دست عشق، به دریای خون علم بزنید
به زخم سایه، گل آفتاب بگذارید
قیام نور به دیوان شب رقم بزنید
گل ستاره به صحرای شب شکوفا شد
کنار زمزم مهتاب و گل قدم بزنید

شراب هوش بنوشید از خم هستی
قدم به وسعت بینایی قلم بزنید

درفش پارهٔ دل، بر منارهٔ تاریخ
به کربلای ظفر در غروب غم بزنید

سمند مرگ به میدان نیستی تازید
به عرصه‌گاه فنا، خنده بر عدم بزنید

سپاهیان سحر! در حضور بیداری
روندِ بودنِ آینده را بهم بزنید

چراغ روشن اندیشه، بر بلندی خاک
به نام نامی روحانی عجم بزنید

نصرالله مردانی (ناصر)

توضیحات

خندہ بر عدم زدن: کنایہ ہے یعنی موت سے نہ ڈرنا، موت کو کھیل سمجھنا۔

درفش: جھنڈا، علم، پرچم۔

دیوان شب: اضافۂ تشبیہی ہے، رات کو کتاب سے تشبیہ دی گئی ہے۔

زمزم مہتاب دگل: زمزم مسجد حرام میں پانی کا چشمہ ہے۔ اس کے ذائقے اور جوش سے اُبلنے کے عمل کو ملحوظ رکھتے ہوئے شاعر نے مہتاب دگل کو چشمۂ زمزم سے تشبیہ دی ہے۔

سمند مرگ بہ میدان نیستی تازید: شوقِ شہادت کے ساتھ جلد ہی موت کا استقبال کرنے کے لئے آگے بڑھو۔

صلا: بلانا، آواز دینا، دعوت دینا۔

قیامِ نور: ایران کی اسلامی تحریک کی طرف کنایہ ہے۔

جنگ، وداع، مسلمانان، دزفول، وصیت اور دیدار مرگی که زندگی است (اس موت کے دیکھنے کی آرزو جو اصل زندگی ہے) کے تحت عنوان ہمارے انقلابی ترانہ گو شعراء نے دھیمے سروں میں انقلاب کے ترانے گائے ہیں، ان کے ان زمزموں میں سخن عشق کی صدا ہے۔ تمام ادوار کی وہ سب چیزیں جو بطور یادگار باقی رہ گئی ہیں ان میں یہ ترانے سب سے زیادہ عمدہ ہیں، اور زیادہ عرصے تک باقی رہنے والے بھی۔ ہمارے زمانے کی دوبیتی ان ترانہ گو شعراء کا دردِ بیدردی نہیں جو صرف نفس امارہ اور نفس لوامہ کے بارے میں ہی اشعار گنگناتے تھے بلکہ یہ وہ رزمیہ اشعار (ارجوزہ) ہیں جن کو ہمارے رزم آزما بڑی بہادری سے اس میدانِ جنگ میں پڑھتے ہیں، جہاں دُنیا کی متکبر اقوام سے جنگ جاری ہے۔ اور یہ ابیات پڑھ کر وہ دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ تاکہ ثابت کردیں کہ خون کو تلوار پر برتری حاصل ہے۔

چند دوبیتی و رباعی

وصیّت

مبادا خویشتن را واگذاریم
امام خویش را تنها گذاریم
ز خون هر شهیدی، لاله‌ای رست
مبادا روی لاله پا گذاریم

مسلمانان

طنین بانگ قرآنی کجا شد
خروش و آتش‌افشانی کجا شد
مسلمانان قدس آواره گشتند
مسلمانان! مسلمانی کجا شد؟

جنگ

ای خصم! مرا سر، سرِ جنگ است هنوز
در چلّهٔ خشم من خدنگ است هنوز
در ترکش اگر نمانده باشد تیری
زنهار! مرا ناخن و چنگ است هنوز

وداع

آهنگ وداع و ترک یاری دارد
گویی که سر شگفت کاری دارد
بر دوش گرفته جان، چو باری سنگین!
بیتاب، که با مرگ قراری دارد!

دزفول

زین شهر، همیشه بوی خون می‌آید
زین کوی، همیشه جوی خون می‌آید
هر چند هنوز خون پیشین تازه است
بس خون که به شستشوی خون می‌آید

دیدار

دیدار تو را به شوق خواهم کوشید
چون جامهٔ تازه‌ایت خواهم پوشید
گر آتش صد هزار دوزخ باشی
ای مرگ! تو را چو آب خواهم نوشید

قیصر امین‌پور

توضیحات

ارجوزہ : مقطع ومختصر اشعار۔ یہ اشعار بحرِ رجز میں لکھے جاتے ہیں، ان کا مضمون خود پر فخر ومباہات کرنا ہوتا ہے۔ بہادران جنگ جب میدان جنگ میں پہنچتے ہیں تو وہ یہ اشعار پڑھ کر دشمن کو للکارتے ہیں تاکہ ان کو سن کر وہ ہمت ہار دے ان اشعار کو رجز بھی کہا جاتا ہے

ترکش : تیردان : تیر رکھنے کا خول۔

چلّہ : کمان کی تانت، کمان کی زہ۔

خدنگ : وہ تیر جو خدنگ نامی درخت کی لکڑی سے بنایا جاتا ہے، کیوں کہ اس درخت کی لکڑی بہت سخت ہوتی ہے۔

خَصْم : دشمن۔

زنہار : خبردار، یہ لفظ کسی کو ہوشیار کرنے یا آگاہ کرتے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے

ہاں ای دل عبرت بین، از دیدہ نظر کن ہان!

طنین : آواز پیدا کرنا، صدا کا گونجنا۔

شاعر بہیر، نوجوان رزم آرا سپاہ کو اپنی دعاؤں اور سلام کا نذرانہ پیش کر رہا ہے۔ اسی لئے ان چٹانوں کو جو ٹینکوں کے سامنے صف باندھے کھڑی ہیں، ان خاندانوں کو جن کے افراد شہید ہوئے ہیں، اس قوم کو جو ہمیشہ عرصۂ جنگ میں موجود رہتی ہے، ان پاسداروں کو جو جاران کی شمع کے پروانے ہیں، اس جانباز فوج کو جو وطن کا پاسبان ہے اور سب سے آخر میں اسلام کے اس لشکر کو جو فتح و کامرانی سے ہمکنار رہے اپنا سلام عقیدت پیش کیا ہے۔

بے شک بوڑھے ہی اس عہد حال کا جو انقلاب کے باعث رونما ہوا ہے، گذشتہ دور سے بہتر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ سلام اس نسل کا ہے جو ایک عمر دراز سے دیکھ رہی تھی کہ شہر عشاق سے خالی ہے اور غیب سے ظاہر ہونے والے ہاتھ کی منتظر تھی کہ وہ کب جلوہ گر ہو۔ اور اب شاعر اس ہاتھ کے ساتھ عشاق کی نسل کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اور بے اختیار اس کے لب سلام و ستائش کے لئے وا ہو گئے ہیں۔

سلام!

سلام، ای جنگجویان دلاور
نهنگانی به خاک و خون شناور
سلام، ای صخره‌های صف کشیده
به پیش تانکهای کوه‌پیکر
صف جنگ و جهاد صدر اسلام
صف عمّار یاسر، یا که اَشتر
به قرآن وصف او، بنیان مرصوص
صف مولا علی، سردار صفدر

***

درآن عرصه که نَه چشم است و نَه گوش
نبیند چشم دل جز روی دلبر

شما را با لقاءالله، پیوست
سر دست است و هر آنی میسّر
شهادت، برترین معراج عشق است
گهش پروازی از جبریلْ برتر

***

سلام، ای خاندانهای شهیدان
پدر، مادر، برادر، یا که خواهر
به صد داغ ستم ننشسته از پای
که بنشانی به جای خود ستمگر
سلام، ای پیر مردان مجاهد
دل از جان کنده، همپای پیمبر
به جبهه، خود، حبیب بن مظاهر
به پشت جبهه، سلمان و ابادر
به جبهه، سنگرت گر خاکریز است
به پشت جبهه، مسجدهاست سنگر
سلام، ای ملّت دایم به صحنه
خروشان سیل با طوفان صرصر
به جنگل مانی، از افشان و انبوه
به توفنده درختان تناور
سلام، ای پاسدار کعبهٔ عشق
حریم عشق را چون حلقه بر در
به جان، پروانهٔ «شمع جماران»
به دل، گرم طواف حجّ اکبر
سلام، ای ارتش جانباز اسلام
به سر، با هر صف سرباز، افسر
خط رهبر، «صراط المستقیم» است
نه راه باختر پویی، نه خاور

گروهک، آلت فعل است و شیطان
همه افعال، مشتقّات مصدر
غریو محشر ما ناگهانی است
که می بندد به روی توبه هم، در
سلام، ای لشکر اسلام پیروز
تو را هر دو جهان باید مسخّر
خدایت وعدهٔ فتح و ظفر داد
تو هم مستضعفین خواهی مظفّر
تو هم با خونِ پاکان، شهریارا!
بشوی اوراق از این دیوان و دفتر

سیّد محمّدحسین شهریار

توضیحات

به قرآن وصف او "بنیان مرصوص"، سورهٔ مبارکهٔ الصّف کی آیهٔ شریفہ ۴ کا کچھ اقتباس۔
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ٥ اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔
جبریل (جبرئیل) چار مقرب فرشتوں میں سے ایک فرشتے کا نام جو پیغمبروں کے پاس خدا کی طرف سے وحی لے کر آیا کرتے تھے۔
حبیب بن مظاہر: پیغمبر اکرم کے صحابہ حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کے ساتھیوں میں سے تھے، روزِ عاشورا، شہید ہوئے۔
شہر را از عشاق خالی می دیده و در انتظار........

حافظ شیرازی کی اس بیت کی طرف اشارہ ہے
شہر خالیست زعشاق، بود کز طرفی
مردی از "خویش" برون آید و کاری بکند؟
صخرہ: چٹان، یہاں یہ لفظ سپاہِ اسلام کے لئے بطورِ کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔
صدر: سینہ، ہر چیز کا آغاز، سامنے کا رُخ، صدر اسلام: آغاز اسلام۔
صراط المستقیم: سیدھا راستہ۔ سورۂ مبارکہ حمد کی آیہ شریفہ ۵ کا کچھ اقتباس۔
صرصر: آندھی، بادِ تند، جھکّڑ۔
غریو: گرج، شور، بانگ، فریاد۔
لقاء اللہ: خدا کا دیدار، ملاقات "ربّ"

"فتحنامہ" قصیدے کی ایک قسم ہے، اس کی مثالیں فارسی زبان کے شعراء کے اشعار میں کثرت سے ملتی ہیں۔ جب کبھی کوئی جاہ و اقتدار طلب بادشاہ اپنی قلمرو اور فرمانروائی کو وسعت دینا چاہتا تو وہ لشکرکشی کرتا اور اس بادشاہ یا امیر پر جو اس کی سلطنت کے قرب وجوار میں حکمران ہوتا حملہ کر دیتا۔ اس کی اس خواہش پر ہزاروں لوگ فدا و قربان ہوجاتے، شہر و دیہات ویران و برباد ہوتے، جان و مال کی تباہی و بربادی ہوتی اور غمزدہ لوگوں کی آنکھوں سے اشک خونیں بہہ نکلتے جن سے مغرور و خودسر فاتحین کی آتشِ حرص و ہوس کی تندی و تیزی ذرا کم ہوجاتی۔ اس فتح و کامرانی کے بعد کوئی شاعر بارگاہ کی خاک کو بوسہ دیتا۔ اور بڑا ہی زیبا و غرّا فتحنامہ تیار کرتا جس میں اس سرکش و انسان کُش بادشاہ کی تعریف و ستائش کرتا اور اس کو اس بلندی پر لے جاتا کہ عرش تک پہنچا دیتا۔

یہاں جو اشعار آپ پڑھیں گے وہ بھی ایک "فتحنامہ" ہی ہے۔ جس کو زمانے کے سرد و گرم چشیدہ استاد، سخنگو، شاعر پیر نے اس وقت کہا تھا جبکہ "فتح المبین" نامی محاذ پر ماہِ فروردین ۱۳۶۱ھ شمسی (مارچ ـ اپریل ۱۹۸۲ء) میں فوج کا حملہ اور اس پر عمل و دخل ہوچکا تھا۔ اس مرتبہ شاعر نے اپنے قصیدے میں ان عوام کی فتح و کامرانی کی تعریف و تمجید کی ہے جو حرص و آز اور ہوا و ہوس کی خاطر نہیں بلکہ دین، انقلاب، شرف، عزت اور ناموس کے تحفظ و دفاع کی خاطر مقابلے کیلئے سامنے آگئے تھے۔ اس بار جنھوں نے سرکشی کی ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو اسلام اور قرآن کے ذریعے چاہتے ہیں کہ ظلم و ستم، مکر و فریب اور تباہی کی عالمسوز تاریکی میں چراغ نور و ضیاء روشن کریں۔ اس وقت یہ لوگ دُنیا کو نگل جانے والی ان متکبّر اقوام کے بزدلانہ حملے سے دوچار ہیں جو اس ستمدیدہ قوم کی آزادی کو برداشت نہیں کرسکتیں جس نے حال ہی میں قید کی زنجیروں سے نجات پائی ہے۔ چونکہ ہمارے عوام خُدا پر توکّل کرکے اور خدائی رہبری کی اطاعت میں جنگ کے لئے جاتے ہیں اور شہادت کو گلاب کا پھول سونگھنے کی مانند سہل و آسان سمجھ کر اسے قبول کر لیتے ہیں اور متکبروں کی تھوتھنی کو زمین پر رگڑتے ہیں۔ اسی لئے ان کی فتح و کامرانی "فتحنامہ" کی یقیناً مستحق ہے۔

ای وطن

ای وطن! ای مفخر من! لطف حقّ یار باد
لطف حقّ یار و دشمن خوار و خواری عار باد

ای وطن! ای خاک پاکت توتیای چشم ما!
توتیای چشم ما، در پرده از اغیار باد

ضربهٔ تیغ شما زد صدمه‌ای صدّام را
کز نشانش تا ابد صدّامیان را عار باد

بهر آبی، خاک ما شد عرصهٔ بیداد او — مرگ بر بیدادگر، اُفّ بر جنایتکار باد

ای جوانان غیور! ای پاسداران وطن — مژدهٔ فتح شما با مژدگانی یار باد

مژدگانی چیست این فتح‌الفتوح قرن را؟ — آنکه فتح قدستان پایان این مضمار باد

اینچنین فتح نمایان، لشکر اسلام را — فخر تاریخ است‌واین تاریخ راتکرار باد

کرّ و فرّی اینچنین، از حیدر کرّار بود — هم شما را کرّ و فرّ از حیدر کرّار باد

آنچه آمد از شما از دین و آیین در وجود — عبرت تاریخ را آیینهٔ اعصار باد

وانچه دنیا از شما آموخت در بذل نفوس — اهل بذل و مَکرُمَت را درس از ایثار باد

دشمن غدّار را آن‌گونه آتش در زدید — کانچنان آتش به جان دشمن غدّار باد

قدرت بازویتان را قوّت ایمانتان — داد نیرویی که فوق نیروی اشرار باد

شدجوان ازخون گلرنگ‌شما، اسلام‌پیر — پیر اسلام کهن را فخر از این گلزار باد

سوی‌دشمن رفت مرگ، ازبیم‌تسلیم‌شما — هول مرگ از نوجوانان مفخر ادوار باد

هیچ تاریخی ندارد این جلادت را به‌یاد — این جلادت، تا ابد سرلوحهٔ اخبار باد

مرگ را بر ما هم آسان کرد ایمان شما — همچو ایمانی، جهان را شهرهٔ اقطار باد

آن کرامتها که در حقّ اسیران کرده‌اید — درسی از دین خدا در خاطر کفّار باد

باللّه این رفتارتان در یاد عالم نیز نیست — عالمی را این کرامت، شیوهٔ رفتار باد

پیر هم در وجد جانبازیست از ذوق شما — یارب از وجد شما هر طبع برخوردار باد

گر نشد آغشته با خون عزیزان خون ما — خجلت ما زین تغابن، ذکر استغفار باد

عالمی‌در حیرت‌ازایمان‌وایثارشماست — اسوهٔ ایمان و ایثار، اینچنین کردار باد

نصرت «کم مِن فِئَه» گر لشکر اسلام را — پیش از اینها بود، اکنون از شما آثار باد

مرگتان را تسلیت با تهنیت آمیخته است — زندگی‌را خجلت‌ازمرگی چنین‌هموار باد

هر بهاران کز نسیم گل برآید بویتان — رنگ هر گل، یادگاراز هرگل رخسار باد

گل نشان بویتان، سنبل نشان مویتان — نقش روی و خویتان همواره در انظار باد

وز قبول هَدیَتان در پیشگاه قرب حقّ
اجرتان «جَنّاتُ تَجری تَحتَهَا الأنهار» باد

امیری فیروزکوهی

این شعر، در جریان جنگ عراق و ایران و به مناسبت اعلام فتح ایران در فروردین ۱۳۶۱ سروده شده است.

توضیحات

استغفار: بخشش چاہنا، توبہ مانگنا، مغفرت طلب کرنا، "استغفراللہ" کہنا۔

اُف: یہ وہ لفظ ہے جو کراہت، حیرت، درد یا رنج کے موقعے پر بولا جاتا ہے جیسے آہ اور تفو۔

اقطار: گوشے، کنارے، ممالک، قُطر کی جمع۔

بذلِ نفوس: جانیں نثار کرنا، جانوں کو نچھاور کرنا، بذل: بکھیرنا، نثار کرنا، نچھاور کرنا۔ نفوس: جانیں نفس کی جمع۔

پیرِ اسلام کہن: امامِ امت کی طرف کنایہ ہے۔

تغابُن: خسارہ، نقصان، ایک دوسرے کو دھوکہ دینا، غبن کرنا (عربی زبان کے قاعدے کی رو سے ایک دوسرے کو ضرر یا نقصان پہنچانا۔

جَلاَدت: چستی، چالاکی، پھرتی۔ لفظ جَلا (چابک، پھرتیلا) صفت مشبہ ہے اور جلاّد (بہت زیادہ پھرتیلا، اس کے مجازی معنی ہیں پھانسی دینے والا) اسی مصدر کا صیغۂ مبالغہ ہے۔

جنّات تجری......: سورۂ مبارکہ آل عمران کی آیۂ شریفہ ۱۳۵ کا کچھ اقتباس: وَجنّاتٍ تجری من تحتها الأنهٰر (ایسے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی)

سوی دشمن.....: موت، اس خوف سے اگر وہ تمہارے پاس آئے گی تو اس کو جھکنا پڑے گا اور اس کی کوئی قدر و قیمت نہ رہے گی چنانچہ وہ دشمن کی جانب چلی جاتی ہے۔

عبرتِ تاریخ را: تاریخ کے عبرت حاصل کرنے کے لئے۔

فتح الفتوح: سب سے بڑی فتح، کامیابیوں میں سب سے بڑی کامیابی و کامرانی، جس وقت حضرت عمر خلیفۂ ثانی کے زمانے میں مسلم عرب سپاہ نے تیسری مرتبہ ساسانی خاندان کے ایرانی بادشاہ کے لشکر پر فتح پائی تو انھوں نے اس کو "فتح الفتوح" کا نام دیا۔ یہاں اسی فتح سے مراد ہے۔

کرّار: بار بار حملہ کرنے والا۔ مصدر "کرّ" (حملہ کرنا) کا صیغۂ مبالغہ۔ حضرت علیؑ کے متعدد القاب میں سے آپ کا ایک لقب۔

کرّ و فر: اس کے بالترتیب لغوی معنی ہیں حملہ کرنا اور واپس آجانا یا بھاگ آنا (جنگ و گریز: جنگ کے لئے جانا اور بھاگ کر واپس آجانا) اور مجازی معنی ہیں شان و شوکت، دھوم دھام، زور و توانائی تزک و احتشام، ٹھاٹ باٹ۔ یہاں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

کَمْ مِن فِئَةٍ: اشارہ ہے کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰه (بار ہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن (حکم) سے ایک بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے) سورۂ مبارکہ بقرہ کی آیۂ شریفہ ۲۴۹ کا کچھ اقتباس۔

مضمار: گھوڑ دوڑ کا میدان، ہموار اور وسیع زمین، میدانِ جنگ۔ گھوڑ دوڑ کے مقابلے میں وہ آخری مقام یا جگہ جہاں پہنچ جانے کے بعد اس مقابلے میں جیت ہوتی ہے۔ یہاں مراد ہے کہ دشمن سے جنگ کرتے ہوئے لشکرِ اسلام کا آخری اور انتہائی نقطے یا مقام پر پہنچ جانا یعنی آزادیٔ قدس کا حصول۔

انقلاب اور جنگ اگرچہ دونوں ہی ایمان، ایثار، شجاعت اور انسانی عظمت و بزرگواری کا بیکران سمندر رہیں مگر اس کا ایک قطرہ بھی گذشتہ زمانے کے آئینۂ ہنر و ادب میں جلوہ گر نہیں ہو سکا ہے۔ یہ صرف خدا ہی جانتا ہے کہ اس کے عاشق بندے گذشتہ چند سال میں اس سرزمین پر کیا نمایاں کارنامے انجام دیتے رہے ہیں کیوں کہ اس کے علاوہ کسی نے بھی اس رزمگاہ کی عظمت کو پورے طور پر نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی کسی کو اس کے رزم آرا سپاہ کے دلوں کے جوش و ولولے اور کیف و حال کا علم ہے اور بھلا کس کے قلم کو یہ یارا کہ جو کچھ اسلامی ایران میں وقوع پذیر ہوا ہے اس طرح لکھے کہ کل کی نسلیں ان عظیم کارناموں کا تصور کر سکیں اور اپنے ذہنوں میں اس کی تصویر کشی کر سکیں جن کو ان کے آباؤ اجداد اور برادران انجام دے چکے ہیں۔ بیشک اس کو وہی قلم لکھ سکتا ہے جس کی تحریر کی ایک ایک سطر کی خداوند تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔

اسلامی انقلاب وہ پاک وصاف پُرخروش اور طوفانی سمندر ہے جس کا ہر قطرہ اپنی جگہ محیط ہے وہ شاعروں اور ادیبوں کو دعوت دیتا ہے کہ آئیں اور محاذ پر سکوت و خاموشی سے جانے والے سادہ لوح سپاہیوں کے زینت ایمان، رُوح کی تقویت، استواری عزم اور لطافتِ طبع دیکھیں اور اس کو اپنی زبان سے دوسروں کے سامنے نیز آیندہ نسلوں کے لئے بیان کریں۔

یہاں آپ جو کچھ پڑھیں گے اس مفصل کتاب کا مجمل و مختصر اقتباس ہے جو خرمّ شہر کی جنگ سے متعلق لکھی گئی تھی۔ کتاب کے اس خلاصے میں خوزستان کے ان نوجوانوں کے واقعات درج ہیں جن کے چہرے آفتاب کی تمازت سے جل جھلس کر کالے پڑ چکے تھے۔ یہ وہ نوجوان تھے جن کو کوئی بھی شخص ان کے نام اور پتے سے نہیں جانتا تھا اور اب بھی نہیں جانتا۔ ان نوجوانوں کے اگرچہ ہاتھ خالی تھے مگر دل جوشِ ایمان سے لبریز اور اسی لئے وہ بڑی بہادری سے ٹینکوں اور زرہ پوشوں کے سامنے آگئے۔ یہ مضمون دراصل ان گمنام خرّم شہری اور خوزستانی نوجوان کی خدمت میں خراجِ عقیدت ہے جن کی تعظیم کی خاطر پوری ایرانی قوم اور تمام ملک کے رضاکار ادب و احترام سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ مختصر مضمون دُنیا کے سامنے اعلان کر رہا ہے کہ دیکھ لو اس ملک کے فرزند ایسے شجاع و بہادر ہوتے ہیں۔ اُولٰئِکَ اٰبٰائِی فَجِئْنِی بِمِثْلِھِمْ۔

سوی دیار عاشقان

جبهه، آیینهٔ تمام‌نمای اسلام و انسان است. در جبهه، خاکْ عطرآگین است و یاران سرود می‌خوانند و آفتاب از محراب سنگر طلوع می‌کند و ماه تک تک خیمه‌ها را با نگاه

روشنش پاس می‌دارد و... جبهه مسجد است و سنگرْ محراب و هر رزمنده‌ای یار حسین است. جبهه مثل «کتاب مبین» می‌ماند. سنگ و خاک و روز و شب و خیمه و سنگر، همه و همه سخن می گویند. زندگی، در جبهه معنی پیدا می کند و مرگ، در جبهه مفهوم خود را از دست می‌دهد. خون، در جبهه مثل آفتاب می تابد و آفتاب، در جبهه بیتابِ نخلِ نورِ قامت رزمندگان است.

خاک، چراغدان خون است و خون، آبگینهٔ عشق و عشق، مثل شجرهٔ مقدّسهٔ زیتون می‌سوزد و شعله می کشد. جوهر جانش آتش گرفته است، بی‌هیچ شعله‌ای که وام خواهی کند و یا هیچ آتشی که یارش شود.

«یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نورٌ عَلَیٰ نورٍ» خونین شهر، آیهٔ نور است. گاهی شده‌است که سنگ و خاک و آب و علف، آنچنان مست تجلّی گشته‌اند که ضجّه زده‌اند و...

موسئی نیست که دعویّ «اَنَا الحَقّ» شنود ورنه این زمزمه در هر شجری، نیست که نیست



اِستُن حَنّانه از هجر رسول ضجّه می‌زد همچو ارباب عقول

در آسمان آبی خونین‌شهر، هر ستارهٔ خاطرهٔ خون است. چراغ خون شهیدی است که غریبانه نقش خاک شده و فریادش، بر سینهٔ آسمان، ستارهٔ جاویدی گشته که راه را نشان می‌دهد.

چهل روز در غربت جنگیدند. چهل روز صدای آشنایی نشنیدند. چهل روز در حسرت امیدی نارس بر دروازهٔ چشم نشستند و...

آن روزها «بهنام محمّدی» قهرمان سیزده‌ساله، به شکار تانک می‌رفت. دستمال را دور گردن گره می‌زد. موهای بلند ژولیده‌اش پر از خاک بود. کنار دیوار نشسته بود، با چند نفر از بچّه‌ها. خندهٔ همیشگی بر لبانش بود و حسرت و امید در چشمانش، که خمپاره آمد. خنده‌اش بر خاک حکّ شد و فریادش بر آسمانْ ستاره شد و قلبش بذر امید شد و در قلب خاک جای‌گرفت...

«سالم» هجده‌ساله بود. کار و گرما، طاقت‌فرسا بود. برهنه به‌شکار تانک می‌رفت. «سالمِ بهمنی» از بچّه‌های سیاهپوست خرّمشهر بود. قبلاً در بازار «سیف» خرما می‌فروخت. بعداً در کنار خیابانها ماشین‌شویی می کرد و بالاخره بلم چی کارون بود. سالم می‌گفت: «به مادرم گفتم اگر شهید شدم، بر لبهایت خنده باشد».

دفاع غریبانه، آنچنان قلبها را درهم گره زده بود که بچّه‌ها حتّی از هم جانِ سوایی هم نداشتند. فقط خدا می‌داند وقتی بهنام پرپر شده بود، بچّه‌ها چه می‌کشیدند. وقتی سالم برنگشت، قلبها ایستاده بود. بخوانید: «اِقْرَ باسْمِ رَبِّکَ الَّذی خَلَقَ.» بچّه‌ها می‌خواندند. بچّه‌ها همه زخمی بودند. هر کس گلوله‌ای و یا ترکشی و خمپاره‌ای برگی از گل وجودش را نبرده بود و پیکرش به خون آغشته نشده بود، شرمگین بود. خیابان «کشتارگاه»، کشتارگاه تانکهای عراقی بود. بچّه‌ها می‌خواندند و تانک می‌سوخت و پیشانیها بر خاک گرم بوسه می‌زد و لبها به‌خنده می‌شکفت...

امّا بالاخره تا کی؟ تا کی باید در متن غربت بود؟ تا کی باید شاهد بود که جانها پرپر شوند و در کنار هر دیواری در آیینهٔ خون عزیزان، تصویر حسرت را ببینی؟ تا کی؟ ده روز، بیست روز، چهل روز، پنجاه روز...؟ آن هم روزهایی که قرنی بود. انگار در هر لحظه خورشید طلوع می‌کرد و غروب می‌کرد.

«جهان‌آرا» فرمانده سپاه خرّمشهر بود. از بچّه‌های سپاه، تعداد کمی مانده بود. خواهران که جسدها را از کوچه‌ها جمع می‌کردند، هر روز می‌دیدند که لباس زیتونیِ پاسداری غرقهٔ خون است و شهید شعله می‌کشد و نورٌ علیٰ نور. «محمّد! پس کی نیرو می‌رسه؟ پس کو نیرو؟».

نیمه‌شب بود. در تلألؤ مهتاب، چهرهٔ جهان‌آرا پیدا بود. سکوت بود. برگی از برگی نمی‌جنبید. تنها صدای قلبها بود و...

جهان‌آرا گفت: «بچّه‌ها! امشب همان شبی است که بر حسین گذشت.» و سکوت بود... همهٔ شبهای خرّمشهر، شب عاشورا بود و هر روز، حسین در خون می‌غلتید و هر روز، زینب در قتلگاه شاهد شهیدی بود.

امروزْ خونین‌شهر، مثل نگینی از خون، صدای پای آشنایان را می‌شنود.

دشمن ممکن است همهٔ دیوارها را خراب‌کند؛ مثلاً دیواری راکه بهنام در سایه‌اش نشسته بود؛ ممکن است همهٔ خانه‌ها را خراب کند؛ ممکن است کاری کند که سنگر آخرِ «کوچهٔ پشت کتابخانه» را اگر ببینیم، نشناسیم.

امّا خاطره‌ها را چه می‌کند؟ از دشمن، خاطراتی مانده که نقش تاریخ است. و از ما، خاطراتی که نقش عشق است. نقش «فهمیده» در لا بلای زنجیر تانک، لبخند پرپر «بهنام» در آواز خمپاره، چشمان منتظر بچّه‌ها بر مسیرِ «سالم» و...

و امروز، خونین‌شهر آیهٔ نور است. در نور او، تاریکترین تیرگیها را می‌شود دید و نیز روشنترین روشناییها را.

عطاءالله مهاجرانی

توضیحات

ارباب عقول : صاحبان عقول، اہل عقل وخرد۔ ارباب :۔ رب کی جمع۔ عقول : عقل کی جمع۔

استن حنانہ : بہت زیادہ آہ ونالہ کرنے والا ستون۔ ایک ستون جس کا سہارا لے کر نبی اکرم حضرت محمدؐ لوگوں کو پند و وعظ فرماتے تھے۔ حنانہ : لفظ حنین کا صیغۂ مبالغہ ہے جس کے معنی ہیں آہ ونالہ۔ یہ بیت مثنوی مولانا روم سے ماخوذ ہے جس میں اس کرامت کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضور اکرمؐ نے یہ فیصلہ کیا کہ اب گفتگو کے وقت وہ اس ستون کا سہارا نہیں لیں گے تو لکڑی کا ستون آپؐ کی دوری اور جدائی کے تصور سے ذی عقل و شعور لوگوں کی طرح آہ ونالہ کرنے لگا۔

اقرا باسم ربك الذی خلق : پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا (سورۂ مبارکہ علق آیۂ کریمہ

اَنَا الحَق : میں حق ہوں۔ اس قول کی عرفا نے بڑی مفصّل تفسیر و توجیہ بیان کی ہے۔ منصور حلّاج اپنے وقت کے مشہور عارف و صوفی تھے۔ جس وقت ان پر جذبۂ عشق اللہ کا غلبہ ہوتا تو زبان پر یہ الفاظ آجاتے۔ چنانچہ بعض لوگ جو یہ نہیں جانتے تھے کہ "انا الحق" کہنے سے منصور کی کیا مراد ہے ان کی مخالفت اور دشمنی پر اُتر آئے جس کا انجام یہ ہوا کہ منصور کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

اولئك ابنائی ...... : عربی زبان کے عظیم شاعر فرزدق کا مشہور شعر ہے :

اُولٰئكَ اٰبَائِی فَجِئْنِی بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِع

(یہ میرے آباؤ اجداد ہیں۔ بس اے جریر جب کبھی لوگ ہمارے ارد گرد آکر جمع ہوں تو ان میں سے میرے آباؤ اجداد کی مثل و مانند پیش کر) شاعر کی مراد یہ ہے کہ میرے آباؤ اجداد جیسا کوئی نہیں۔ یہاں ایک لفظ کی تبدیلی کر کے اسی شعر کا اقتباس پیش کیا گیا ہے۔

شَجَرَۃ : ایک درخت۔ عربی زبان کے قاعدے کی رو سے اس حرف "ۃ" کو تائے وحدت کہتے ہیں۔ اور ہر جنس کے بہت سے افراد میں سے ایک فرد کو ظاہر و مشخص کرتی ہے۔

ضجہ : گریہ و نالہ، آہ و زاری۔

کتاب مبین : کتاب آشکار، کھلی کتاب، قرآن مجید سے مراد ہے۔

یَكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ ..... : (نزدیک ہے کہ چراغ کا تیل آپ ہی آپ بھڑکے، چاہے اس کو آگ نہ لگے اسی طرح روشنی پہ روشنی۔ بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں) سورۂ مبارکہ نور کی آیۂ شریفہ ۳۴ کا کچھ اقتباس۔

انقلاب کے زمانے کے غزل سرا شعراء کی غزل دلبر و دلدار کے دوش و بناگوش کا مغازلہ نہیں بلکہ محاذِ جنگ پر جانے والے یاران سختکوش کو مبارک باد پیش کرنے اور "رہیں دست و بازو سلامت..." کہنے کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ جب ان یاران حق سے وہی سوال کیا جو روزِ ازل خدا تعالیٰ نے کیا تھا "الست بربکم"، تو وہ اس کا جواب "بلیٰ" کہنے کے لئے آن پہنچے ہیں۔ اور اب اس بات کے منتظر کھڑے ہیں کہ اپنی جان کو اس ازلی عہد و پیمان پر نثار کر دیں۔

شاعر اپنے اشعار میں سرمستوں کی مستی کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شراب عشق نے ان کو ایسا مست و مدہوش کر دیا ہے کہ اب دشمن ان کو آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتا۔ اور اب اس کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ راہ گریز و فرار اختیار کر لے۔

یاران سختکوش

یاران سختکوش، مریزاد دستتان!
تابان بود همیشه دل حق پرستتان!
پیروز و پایدار بمانید و سربلند
نابود باد دشمن بدخواه و پستتان!
خصم زبون چشید در این کارزار سخت
چونان گذشته، بار دگر ضرب شستتان
دشمن به گور برد ز پیروزی شما
با درد و داغ خویش، امید شکستتان
آخر چگونه خصم جلودارتان شود
وقتی شراب عشق، چنین کرده مستتان؟
«قالوا بلیٰ» تعهّد ارواح پاک بود
آری، شهادت است وفای الستتان

محمّد جواد محبّت

توضیحات

اَلَسْتُ : صیغۂ واحد متکلّم، "لیس" مصدر سے ماضی استفہامی اور معنی ہیں "کیا میں نہیں ہوں؟" یہ اشارہ ہے..... سورۂ مبارکہ اعراف کی آیۂ شریفہ ۱۷۲ کی جانب یعنی وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا۔ (اور اے نبی لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انھیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انھوں نے کہا "ضرور آپ ہمارے رب ہیں" ہم اس پر گواہی دیتے ہیں) یہ آیت اس عہد و پیمان کی طرف اشارہ کرتی ہے جو ازل میں خداوند تعالیٰ اور انسان کے درمیان ہوا تھا۔ اس کو عہد الست سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے "قالو بلی" سے یہاں شاعر کی مُراد انسان کی جانب سے اس پیمان کو قبول کر لینے کی طرف اشارہ ہے اور "وفاے الست" اسی عہد و پیمان کو ایفا کرنا ہے جو اس نے "الست بربکم" کے جواب میں دیا تھا۔

جلودار : سدّراہ، راستہ روکنے والا۔ راستے کی رکاوٹ۔

جلودار شدن : دشمن کا مقابلہ کرنے کی تاب و توانائی رکھنا۔

کژ آیین : کج روش، بد آیین۔ ایسا شخص جو اپنی راہ و روش میں بدخصلت واقع ہوا ہو

مریزاد دستتان : (دست مریزاد) مقام ستائش و تحسین یا دُعا دینے کے وقت اس اصطلاح کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے معنی ہیں شاباش یا آفرین، اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے "دستِ تان درد نکند" (آپ کے لیے یہ بات باعثِ زحمت نہ ہو) بھی بولتے ہیں۔ فعل "مریزاد" میں حرفِ آخر سے قبل جو "الف" آیا ہے وہ دعائیہ ہے۔ فارسی زبان کے قواعد کی رُو سے فعلِ مضارع التزامی میں الف کا اضافہ دُعا کے لیے کیا جاتا ہے۔ بطور مثال نام او در روزگار جاودان بماناد۔ خدایت جزای خیر دہاد یا بقول حافظ:

"آن مواعید کہ کردی، مرواد از یادت"

۶- قصّه و نمایشنامه







شعر ہو یا مقالہ، داستان ہو یا نمایشنامہ مختصر یہ کہ ادب و ہنر کی ہر نوع وقسم کی تخلیق کی حیثیت انواع واقسام کے اوزاروں جیسی ہونی چاہئے تاکہ انقلاب الٰہی کا یہ پُر شکوہ پیکر، ہنر مند پیکر تراشوں کے ہاتھوں سے سنور کر زیادہ سے زیادہ خوبصورت اور اصل مجسمے کے نزدیک تر مشابہ ہو سکے۔

ہمارے ان مردم شناس ڈرامہ نویسوں نے جو انقلاب لانے کی ذمہ داری کو پورا کر چکے ہیں بہت سے ڈرامے (نمایشنامے) لکھے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک ڈرامہ "حصار در حصار" ہے جس میں انقلاب کی واقفیت وحقیقت کے ایک گوشے کو نمائش کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

یہ نمایشنامہ ان قیدیوں کی حالت کا آئینہ دار ہے جو دو قید خانوں میں قید و بند کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان میں سے پہلا حصار محض ان کے وہم وگمان اور ذہنی تخیلات کا ہے جس کے وہ اسیر ہیں۔ اور دوسرا قید خانہ جابر وظالم بادشاہ کا۔ جس وقت ایرانی قوم ملک میں انقلاب لائی اور قید خانوں کے دروازے توڑ دیئے گئے تو بعض قیدیوں نے جو کچھ دیکھا وہ اس کا یقین نہ کر سکے کیوں کہ بعض ایسے فرضیے ان کے ذہنوں پر مسلط کر دیئے گئے تھے جن کی رو سے وہ قبل از وقت ایسے انقلاب کے وقوع پذیر ہونے کا اندازہ ہرگز نہیں لگا سکتے تھے۔ وہ دو قیدی جو اپنے وہم وگمان کی قید میں اسیر ہیں ان میں سے ایک سن وسال کے اعتبار سے جوان ہے اس کو ان تمام فرضیات کے باوجود جو اس کو ذہن نشین کرائی گئی ہیں یہ یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن آزادی حاصل ہوگی اور وہ پورے معاشرے سے جا ملے گا اور عوام کے پُرجوش وخروش آب روان کے شیریں دریا میں اپنے جان وتن کو دھو کر صاف کر سکے گا۔

دوسرے کا یہ گمان ہے کہ وہ وہیں پڑا رہے گا، وہیں مر جائے گا اور اسی جگہ اس کا جسم گل سڑ کر فنا ہو جائے گا مگر اس کو خورشید کی روشنی دیکھنے کو نہ ملے گی۔ اس کو دن کے نکلنے کا بھی یقین نہیں۔ کیونکہ اس نے اپنی نظریں اس کلائی کی گھڑی پر جما رکھی ہیں جو چابی دینے سے چلتی ہے اور اس کی گھڑی کی وہ سوئیاں اس کو رات کی آمد کی خبر دیتیں جن کو اگر کوک نہ دی جاتی تو قطبین کی برفیلی سرزمین کی افق کی طرح منجمد ہو کر رہ جاتیں۔

حصار در حصار

صحنهٔ اوّل

دو سلّول نرده‌ای در انتهای صحنه، در هر سلّول، یک زندانی با لباس راه‌راه و غلّ و زنجیری که به پا دارند، ایستاده‌اند. این سوی میله‌ها، دو نگهبان حضور دارند. یکی از آنها در حالی که چند کلید بزرگ را بدست گرفته و سبیل

چنگیزی گذاشته، شقّ و رقّ ایستاده است. نگهبان دیگر، در حالی که شلاّقی به دست دارد، کنار میله‌های دو سلّول منتظر است. هر دو نگهبان و یکی از زندانیان پیر هستند و فقط یکی از زندانیان مسنّ بنظر می‌رسد. موهای هر دو زندانی بلند و سفید است. نشانهٔ آنکه سالهاست شانه نشده‌اند و ریش و سبیلشان بلند است. و لباسهای کثیف و مندرس بتن دارند میله‌های زندان، زنگ‌زده و حتّی بعضی از آنها شکسته است.

نگهبان: امروز کدومتون اوّل می‌خورید؟

زندانی پیر: از وقتی جیره شده روزی ده تا، دیگه فرقی نمی‌کنه کی اوّل می‌خوره...

کلیددار، خیلی شقّ و رقّ، جلو می‌آید و درب سلّول اوّل را باز می‌کند. زندانی جوان بیرون می‌آید. چوب فلک را برمی‌دارد، پایش را لای چوب و طناب می‌گذارد. یک سرش را خودش در دست می‌گیرد. سر دیگرش را به دست زندانی پیر می‌دهد که دستش را از لای میله‌ها بیرون آورده،نگهبان ده ضربهٔ شلاقش را می‌زند. زندانی جوان بلند می‌شود. کمی می‌شلد. مقداری راه می‌رود. بعد به داخل سلّول می‌رود. کلیددار در سلّول بعدی را باز می‌کند. زندانی پیر بیرون می‌آید. به زمین می‌خوابد. نگهبان اوّلین ضربه را می‌زند. صدای همهمه از بیرون می‌آید و در کوبیده می‌شود.

صداها: درو باز کنید. درو باز کنید. یالاّ، درو باز کنید.

نگهبان: حتماً رئیس برای بازرسی اومده.

صداها: انقلاب شده درو باز کنید. انقلاب شده درو باز کنید.

زندانی پیر: (می‌خندد) قول می‌دهم زندانیان، دارن شوخی می‌کنن...

در شکسته می‌شود و مردم با ژ ــ ۳ داخل می‌شوند. هر دو نگهبان سعی می‌کنند جلوی آنها را بگیرند. مردم با شلّیک گلوله، آنها را می‌کشند.

مردم: الله اکبر، الله‌اکبر، کشته شدن، بیایید بیرون. اونارو کشتیم. الله‌اکبر، خمینی رهبر.

چشمهایشان به تاریکی عادت نکرده است و تا چند لحظه چیزی را درست نمی‌بینند.

یکی از مردم: اِ... نیگاه کنین! این بیچاره‌رو داشتن فلک می‌کردن.

یکی دیگر: پس بقیّه کوشن؟ (هر دو زندانی ساکت و وحشتزده: زندانی پیر نیز برمی‌خیزد و به درون سلّول فرار می‌کند.)

یکی دیگر: مثل اینکه اینجا غیر از این دو تا، دیگه زندانی نداره، خب خوشحال باشین. یالاّ بیایید بیرون. خدا نجاتتون داد.

هر دو زندانی به ته سلّول چسبیده‌اند و بیرون نمی‌آیند..

صحنهٔ دوم

همان صحنه. یک نفر از مردم داخل می‌شود.

یک نفر از مردم: اِ... شما هنوز اینجایین؟ بیایید بیرون. امام اومده. انقلاب شده. آمریکاییا فرار کردن. (اجساد آن دو را می‌بیند، به زحمت لاشهٔ آنها را از صحنه کشان‌کشان خارج می‌کند). نترسین، بیاین بیرون، زندانیای دیگه اومدن بیرون با مردم همکاری می‌کنن. ساواکیها رو نشون مردم میدن. ماشاءالله حال همه شون خوبه. قاطی مردم با صدای بلند فریاد می‌زنند «الله اکبر، خمینی رهبر.» (خوشحال است) بیایین بیرون. درارو کی بسته؟ (یکه می‌خورد) نکنه هنوز نگهبانها زنده‌ان. کی درو روی شما بست؟ (خود را عقب می‌کشد) کلیدها کجاست؟

زندانی جوانتر: اوناهاش آقای نگهبان.

همان شخص: کوش؟ (با احتیاط کلید را برمی‌دارد. به اطراف می‌نگرد و مراقب است.) یالاّ دیگه، زود بیایید بیرون تا به بچّه‌ها بگم همه جا رو خوب بگردند.

زندانی پیر می‌خندد. زندانی جوانتر به تبعیّت از او می‌خندد و آن یک نفر از مردم کمی می‌ترسد، بعد سعی می‌کند او هم بخندد، کم‌کم خندهٔ آن دو نفر، بغیر از پیرمرد، قطع می‌شود.

همان شخص: آهای بچّه‌ها. کجایین؟ بیاین اینجا. بیاین اینجا (عدّه‌ای از مردم که

دور سرشان را پارچهٔ سبز پیچیده‌اند و ریش دارند، وارد می‌شوند) یکی درو روی اینا بسته بود. اینها هم بیرون نمی‌آن. فکر کنم ترسیدن.

یکی دیگر: نترسین، بیاین بیرون.

یکی دیگر: نکنه خبر ندارن انقلاب شده؟ بهشون گفتی امام اومده؟

همان شخص: نه، نگفتم. نیگاه کن پدر، شاه رفت. شاه دیگه بی‌شاه. همه شون فینیش. گورشونو گم کرده‌ان رفتند. نترسید، بیاین بیرون.

یکی دیگر: بیچاره‌ها حتماً خبر ندارن که چی شده.

یکی دیگر: بیاین زودتر برید قاطی مردم، ببینید چی شده. همهٔ کلونتریها، پادگانها، پاسگاهها، همه جا، همه‌جا دست مردمه.

زندانی پیر: همهٔ این حرفها دروغه، ما به مقرّرات زندان احترام میذاریم.

یکی از آنها: کدوم زندان؟ دیگه شما آزادین. (در را باز می‌کند.) بیاین بیرون. دیگه زندان بی‌زندان.

زندانی پیر: از این اتّفاقها زیاد افتاده. این پنجمین باره که من می‌بینم نگهبانها خودشون همدیگه رو می‌کشن.

یکی از آنها: نگهبانها؟ کدوم نگهبانها، ما از مردمیم.

زندانی پیر: شما به خاطر تضادّهای خودتون همدیگرو کشتید. صلاح نیست ما توی تضادّهای شما دخالت کنیم. (رو به زندانی دیگر که گویی آنها نمی‌شنوند) ما فقط از تضادّهای اونا به نفع خودمون استفاده می‌کنیم.

یکی از آنها: بابا اینا مثل اینکه دیوونه شده‌ان...

صحنهٔ سوم

هر دو زندانی خوابیده‌اند. پیرمرد خرناسه می‌کشد. چند نفر از مردم یک نفر را دستگیر کرده‌اند و با خود می‌آورند.

سروصدا: بندازیمشون توی این سلّولها، همون جایی که بقیّه رو توش زندانی می‌کردند.

ساواکی: رحم کنید. ترو خدا رحم کنید. اونجا خیلی ترسناکه. من هیچ‌وقت تنهایی جرأت نمی‌کردم یه همچین جایی بیام.

یکی از مردم: چاهی نکن بهر کسی، اول خودت، دوم کسی.

یکی از مردم: خیلی خب، دیگه بلندشین بیاین بیرون می‌خوایم ایناروزندانی کنیم. از این آشغالا بازم دارن میارن.

زندانی پیر: مگه قرار نبود زندانهای جدید بسازن؟

یکی از مردم: چونه نزن، پاشو بیا بیرون. چه جا خوش کرده! پاشو بابا، کار داریم.

زندانی جوانتر: اشکالی نداره. اگه جاندارید، می‌تونید بندازینش توی سلول من. به شرطی که به وسایل من دست نزنه. اون حوله شخصیه.

یکی از مردم: بابا بیایید بیرون. عجب گیری کردیم‌ها. (ساواکی را در سلول زندانی جوانتر می‌اندازند.)

یکی دیگر: ولشون کن، خودشون بالاخره میان بیرون...

سرو صدا می‌آید و زندانی دیگری را می‌آورند.

یکی از مردم: تویِ از خدا بیخبر، پدر هر چی رعیّته درآوردی. خودت نشستی توی شهر، هی دهقانها رو چاپیدی. دیگه دوره‌ات تموم شده، نامسلمون!

یکی دیگر: شما هم دیگه دارین گندشو بالا میارین. یالاّ، هرّی، بیرون! هِرّی! اگه دیوونه خونه‌ام می‌خواین، برید به جای دیگه. می‌خوایم اینارو زندانی کنیم.

زندانی پیر: بیارینش اینجا توی سلول من، هنوز جا هست...

باز سرو صدا می‌آید. یک زندانی دیگر را می‌آورند.

یکی از مردم: دیگه اومدم بندازمتون بیرون، مهمون جدید داریم.

زندانی جوانتر: نه هنوز جا هست. بیاریدش اینجا.

یکی از مردم: شما یا خُلید یا یه کلکی توی کارتونه. آخه آدم که خودشو زندونی نمی‌کنه. به چه چیز این زندون دلتون خوشه؟ نکنه می‌ترسی زنجیرهای پاتو ازت بگیرن؟! خب بابا، بیایید بیرون

قاطی مردم، آخه این تو موندین که چی؟ حالا برو کنار اینو بندازم تو (سرمایه‌دار را تو می‌اندازند.)

سرمایه‌دار: ببخشید. ممکنه بگین من تا کی باید این تو باشم؟...

دوباره سروصدا می‌آید.

ساواکی: حتماً اومدن مارو اعدام کنن.

فئودال: غلط می‌کنن. مباشر، مباشر! پس این گردن کلفتهای مفتخور کجا در رفتن؟

سرمایه‌دار: (رو به پیرمرد) شما فکر می‌کنید دارن میان چیکارمون کنن؟

زندانی پیر: بیخود با من حرف نزن: من صداتو نمی‌شنفم.

یک نفر آمریکایی را دستگیر کرده‌اند و می‌آورند.

یکنفر از مردم: بیا! اینم اربابتون!

یکی دیگر: بد نیست حالا که همه دور هم جمع شدین، ضیافت بدین.

یکنفر از مردم: خب، شما تصمیم نگرفتین بیاین بیرون؟

یکی دیگر: اینا می‌خوان زندانیشونو کامل بکشن، بعد بیان بیرون.

نفر اول: پس بیاین برین وضو بگیرین اقلاً، آفتاب داره غروب می‌کنه.

زندانی جوانتر: رفیق، تو چیکاره‌ای؟

ساواکی: اون ایرانی نیست.

زندانی جوانتر: پس مال کجاس؟

ساواکی: مدین اَمِریکا.

زندانی پیر: (با تعجب) آمریکایی؟ این دیگه دروغه، ممکن نیست.

زندانی جوانتر: حالا چیکاره هست؟

ساواکی: شما چیکاره هست؟

آمریکایی: نفت، نفت.

ساواکی: فکر کنم تکنیسین نفته.

فئودال: کارقحطیه‌آقا،چغندر بکارین بیشتر سود داره،درد سرم نداره.

سرمایه‌دار: (رو به آمریکایی) دوست عزیز، من شما را در اوپک ندید، با هیأتهای ایرانی؟

آمریکایی: اوپک؟ اوه، یِس، اوکی، اوکی.

دو زندانی، نان و خرما را با ولع می‌خورند. ساواکی نیز می‌خورد. آمریکایی می‌خورد، بدش می‌آید.

آمریکایی: اکسکیوزمی، کاویار، کاویار!

سرمایه‌دار: چرا اینقدر معطّل می کنند (رو به ساواکی) شما اگه زبون بلدین، از ایشون بپرسید پس تفنگدارهای آمریکایی کی میان؟ بپرس ببین وقتی میاوردنش، اونارو ندیده؟ ببین خبر نداره.

ساواکی: صبر کنین یکی یکی بپرسم. شوما وقتی اینجا آمد، تفنگدارهای آمریکایی نیامد؟

آمریکایی: وات سد؟

سرمایه‌دار: اینجوری که خودمم بلدم آقا.

فئودال: (همزمان با سرمایه‌دار) بذارید من ازش بپرسم.

ساواکی: شلوغ نکنین، بدتر نمی‌فهمه. اوی، ببین، یارو، اوهو! با توام! منو نیگاه کن! (می‌خندد) فهمید، فهمید. می گم مردم ایران، شاه را، فراری داد. شاه دوست آمریکا، آیا آمریکا به کمک او تفنگدار نفرستاد؟

آمریکایی: آی کَن‌نات سپیک پرشن.

ساواکی: نخیر، نمی‌فهمه. بذارید حرفهایی بزنم که بلده، نفت، نفت.

آمریکایی: اوه! یس، نفت ایز وری گود.

ساواکی: آخوند، آخوند!

آمریکایی: آخوند! (با دستش به دور سرش اشاره می‌کند.) اوه ایز وری وری وری بد.

ساواکی: خب، الان دیگه حالیش می کنم: آخوند، نفت، قطع کرد. جلوش گرفت. اینجوری (با دستش علامت قیچی را درمی‌آورد.)

آمریکایی: اوه! آی ام وری ساری!

ساواکی: آمریکا، حالا، تفنگدار، نفرستاد؟

آمریکایی: (سر تکان می‌دهد و اظهار نفهمی می‌کند.)

زندانی پیر: به حرفشون گوش نکن. اینا همه‌اش فورمالیته است. مگه ممکنه هم فئودال، هم مأمور، هم سرمایه‌دار، هم آمریکایی، همه‌رو بریزند زندان؟ آخه این کار کدوم طبقه‌اس؟...

صحنهٔ چهارم

همان آدمها، همان صحنه، روز بعد.

سرمایه‌دار: پس این تفنگدارها کوشن؟ الان یک روز تمومه که کسی مثل منو انداختند این تو.

فئودال: عوضش می‌کنم، یه مباشر دیگه می‌گیرم. بی‌عرضه تمام شماره تلفنهای مقاماتو داره. خودش دید که ریختن منو دستگیر کردن، نکرده از دیروز یه کاری بکنه. فکر شو بکنید. اگه آقای آموزگار بفهمه ما اینجاییم، چه حالی می‌شه؟!

ساواکی: دیگه کار همه مون ساخته است. شما بیخود منتظر اونایین. دو ماه پیش، من خودم تا فرودگاه اونا رو بردم و رسوندم. ایکاش باهاشون رفته بودم.

آمریکایی: ها لانگ آر وی ساپوزد تو سْتی هی‌یر؟ (کسی نمی‌فهمد.)

ساواکی: تو چی می‌گی؟ هی حرف می‌زنی؟ بدبخت حالا میان همه مونو می‌کشند.

سر و صدا می‌آید. مردم وارد می‌شوند.

یکی از مردم: پاشین ببینم، اشهدتونو بگین. دیگه کارتون تمومه.

همه را از سلّولها بیرون می‌آورند، بجز دو زندانی.

یکی دیگر از مردم: به این زبون نفهم یکی حالی کنه، اشهدشو بگه، ببین، هو! یارو! بگو اَشهداَن لاٰاِلٰهَ اِلاّالله. بگو دیگه. بدبخت میری جهنّم حساب و کتابت مشکله وا.

یکی دیگر: ولش کن، اون اگه بگه هم فایده‌ای نداره. (یکی از مردم کاغذ

درمی‌آورد.)

بسم‌الله القاصم الجبّارین.

آقایان: جابرزاده، حسن‌خان، یزدانی و جرج، به جرم کشتار مردم بیگناه، دستور قتل مردم و غارت اموال مردم و بیت‌المال، همکاری با ساواک و سیا و ظلم بیحدّ به مستضعفین، به اعدام محکوم می‌شوند. حکم صادره، شرعی و قانونی است و بیدرنگ باید اجرا شود.

یکی از مردم: صاف وایسین

دو سه نفر از مردم، با تکبیر آنها را به گلوله می‌بندند. هر چهار نفر می‌افتند. هر کدام دست و پای یکی از آنها را می‌گیرند و از صحنه بیرون می‌کشند...

زندانی جوانتر: یعنی ممکن نیست ما تا حالا کمی اشتباه کرده باشیم؟ می‌دونی، من گاهی فکر می‌کنم ممکنه تحلیلمون غلط باشه.

زندانی پیر: چی؟

زندانی جوانتر: خب، نمی‌دونم. مثلاً ممکن نیست... (درحال خارج شدن از سلّول)

زندانی پیر: مقرّراتو نقض نکن رفیق! نرو بیرون.

زندانی جوانتر: ولی درها بازه. اون درها هم بازه...

صحنهٔ پنجم

صحنه تاریک است. عدّه‌ای با چراغ قوّه وارد می‌شوند. یک روحانی جلوی آنهاست.

یکی از مردم: حاج آقا! من نظرم اینه که اینجارم موزه بکنیم، خیلی ترسناکه. چند ماه پیش که ما اومدیم، هنوز دو تا زندانی توش بود.

یکی از مردم: موقعی که ما ریختیم اینجا، یکی رو داشتن شلاّق می‌زدند.

روحانی: شما بورو حسّ نمی‌کنید؟

یکی از مردم: (بو می‌کشد) چرا چرا، یه بویی میاد (چراغ قوّه را می‌چرخاند. روی

جسد پیرمرد درون سلّول می‌ماند.)

یکی از مردم: اِ... این همان پیرمرده است! پِف. پِف. چه بوی گندی می‌ده.

روحانی: چطور مرده؟ مگه آزاد نشده بود؟ مگه شماها اینجاهارو خوب نگشتین؟

یکی از مردم: چرا. ببین حاج آقا، درِ سلّولش هم باز بوده، در زندانها هم بازه، خودش نیومده بیرون.

روحانی: بچّه‌ها رو صدا کنین ببرنش بیرون، خیلی بو میاد.

یکنفر: (در حالی که چراغ قوّه‌اش را به روی او انداخته) حاج آقا! همهٔ بدنش پوسیده.!

محسن مخملباف

توضیحات

بسم اللہ القاصم الجبّارین: شروع کرتا ہوں میں نام سے اللہ کے جو ظالموں اور ستمگروں کو درہم برہم کر کے توڑ دینے والا ہے۔ یہ حصّہ دعای افتتاح سے ماخوذ ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ والحمد للہ قاصد الجبّارین۔

درب: اس لفظ کے اصل معنی ہیں بڑا دروازہ۔ مگر عام طور پر اس کو معمولی دروازے کے لیے ہی استعمال کرتے ہیں۔

ضیافت: دعوت، مہمانی، پذیرائی۔

مندرس: پھٹا پُرانا۔

نقض: ٹوٹ پھوٹ، توڑنا پھوڑنا۔ درہم برہم کرنا۔

وَلَع: حرص، لالچ، لالچی ہونا۔

آقای مهربان!

آن روز صبح وقتی پا به‌حیاط مدرسه گذاشتم، طبق معمول به کلاس دویدم و کیفم را روی نیمکت پرت کردم و با عجله به‌حیاط برگشتم ــ کار هر روزمان بود ــ و چه ذوقی داشتیم که صبحها تا زنگ به‌صدا در بیاید، با بچّه‌ها یارکشی کنیم و به‌تقلید از فیلمهای مضحکی که آن روزها تلویزیون به‌خوردمان می‌داد، بزن‌بزن سرخپوستی راه بیندازیم.

محوّطهٔ شرقی حیاط مدرسه، مناسبترین محلّی بود که می‌توانستیم از سروکول هم بالا برویم و در مواقع خطر، خودمان را از چشمهای تیزبین آقای ناظم دور کنیم. محوّطهٔ شرقی حیاط مدرسه، خاکی بود و به نظرمان صحرایی خشک و بی‌آب و علف را می‌مانست که خاطرهٔ فیلمهای سرخپوستی را در ذهنمان تداعی می‌کرد!

در خیالمان پستی و بلندیهای کوچک این محوّطهٔ خاکی، آنچنان نقش مهمّی در جنگ و گریزهایمان داشت که هر گروه سعی می‌کرد در لحظات نخستین، بهترین مناطق سوق‌الجیشی را به‌تصرّف خود درآورد و در یک فرصت استثنایی گروه متخاصم را تارومار کند.

داشتیم یارکشی می‌کردیم که چشممان به‌جواد ــ پسر آقای مهربان، یعنی پسر معلّممان ــ افتاد که برای اوّلین بار پا به صحنه گذاشته بود و می‌خواست در جنگ آن روز شرکت داشته باشد. ولی مگر ما راضی می‌شدیم هر تازه‌واردی را که اطّلاع چندانی از جنگ و گریز ندارد، در جمع خودمان بپذیریم؟ ما برای خودمان حساب و کتابی داشتیم، قانون داشتیم، هر کسی که نمی‌توانست سرش را بیندازد جلو و بگوید: «ما هم هستیم».

شرایط ما اگر چه شرایط دشواری نبود ولی به‌هر حال برای خودش چیزی بود. مثلاً می‌گفتیم که طرف باید بچّه‌ننه نباشد؛ با معرفت باشد؛ پیش آقای ناظم و مدیر و معلّم لاُپرتمان ندهد و از همه مهمّتر اینکه از بزن‌بزن چیزی سرش بشود و بفهمد که چطور

باید اسیر گرفت و چطور وقت تیراندازی دشمن، جاخالی داد و اگر هم تیر خورد، بلد باشد درست بمیرد و چاخانی خودش را شُل نکند! البتّه حقّ هم داشتیم کمی سخت بگیریم، چون یک دفعه یکی از همین تازه‌واردها قسم خورده بود که بلد است و ما هم نقش نگهبان قلعه را به او دادیم؛ ولی حالمان گرفته شد. همین که دشمن از پشت سر به او نزدیک شد و ناگهان او را نقش زمین کرد، بجای اینکه از خودش دفاع بکند، بلند شده بود و خودش را می‌تکاند و می‌گفت: «قبول نیس آقا، قبول نیس! بی‌هوا حمله کرده...» و آن وقت بچّه‌ها کلّی خندیده بودند و بازیمان پاک یخ شده بود.

این بود که پشت دستمان را داغ کرده بودیم که دیگر هر کسی را وارد گود نکنیم و همیشه با همان ده پانزده نفری که از میان کلاس خودمان یعنی پنجمی‌ها و چند نفری از ششمی‌های دبستان جور کرده بودیم، سروته قضیّه را بهم بیاوریم. ولی نمی‌دانم چرا آن روز وقتی جواد با حالت سرماخوردگی پیش آمد و گفت که می‌خواهد نقش بگیرد، هم من و هم بقیّهٔ بچّه‌ها کوتاه آمدیم و با کمی دلخوری پذیرفتیم که نقش جادوگر قبیله را بعهده بگیرد. این نقش را از آن جهت به او دادیم که اوّلاً رنگ پوستش کمی تیره بود و ثانیاً فکر می‌کردیم جادوگر کار مهمّی انجام نمی‌دهد، بلکه فقط در یکی دو صحنه ظاهر می‌شود و بعد از اینکه کمی دور خودش چرخید و آوازهایی نامفهوم خواند، کارش تمام می‌شود.

به‌همین خیال، بازی شروع شد. بلافاصله سردستهٔ هر گروه برای جنگاوران خودش جایی را مشخّص کرد و فریادها درهم آمیخت. تیرهای خیالی در زه کمانها قرار گرفت و گرد و خاک به‌هوا رفت و شور و التهاب جنگ، کم‌کم اوج گرفت. چند دقیقه‌ای بیش نگذشته بود که قبیلهٔ ما پرچم سفیدش را که تکّه پارچهٔ کثیفی بیش نبود، بالا آورد و از صحنه کنار کشید تا به‌اصطلاح جلسهٔ شور تشکیل دهد. در اینجا بود که جواد ــ جادوگر قبیله ــ در حالی که چند شاخهٔ کوچک و بزرگ درخت را به سروگردنش آویزان کرده بود، به میانمان آمد و شروع کرد به ورجه‌ورجه کردن و شکلک درآوردن. تا اینجا همهٔ کارها به‌خوبی پیش رفته بود و همهٔ بچّه‌ها راضی بنظر می‌رسیدند که موقعیّت جادوگر قبیله، همه چیز را دگرگون کرد.

من به‌عنوان رئیس قبیله، چهارزانو روی زمین نشسته بودم و مثلاً داشتم به‌سحر و جادوی جادوگر نگاه می‌کردم که جواد ورجه‌ورجه‌کنان به‌مقابلم رسید. به‌قیافه‌اش که

نگاه کردم، یکّه خوردم! آب بینی‌اش کش آمده بود و دماغش را بالا می‌کشید. چند بار بینی‌اش را خاراند و در یک قدمی من به‌زانو روی زمین نشست. می‌خواست باز هم از آن اداهای جادوگری دربیاورد که دیگر طاقتش طاق شد؛ به‌خورشید نگاهی کرد و بعد با صدایی مهیب توی صورت من چنان عطسه‌ای زد که صدایش توی گوشهایم پیچید: «... هَ ... هَ ... هَب‌چه».

شلیک خندهٔ بچّه‌ها بیشتر عصبانی‌ام کرده بود. نمی‌خواستم کوتاه بیایم و مثل دفعهٔ قبل، بازیمان با مسخرگی تمام شود. برای همین خیلی جدّی به‌جادوگر نگاهی کردم و مثلاً با زبان سرخپوستی فریاد کشیدم: «هوم با... اوم با... تو خیلی جادوگر بد! تو باید مُرد... تو خیلی بی‌ادب».

فریاد من، کار خودش را کرد و بچّه‌های داخل و خارج صحنه،کمی دست و پایشان را جمع کردند. جواد هم که تا اندازه‌ای متوجّه قضیّه شده بود، تکانی خورد و در حالی که آبِ لب و لوچه‌اش را جمع می‌کرد، با همان لحن سرخپوستی جواب داد: «تومبا... من دیشب لحافَ پس رفت، سرما خورد!»

قهقههٔ مجدّد بچّه‌ها چنان غافلگیرم کرده بود که سرم را پایین انداخته بودم و حسّ می‌کردم شقیقه‌هایم تیر می‌کشند. سرم را بلند کردم؛ متوجّه شدم بچّه‌های مدرسه دورمان را گرفته‌اند و معرکه چنان شلوغ است که بیا و تماشا کن. خوشحال شدم که کارمان گرفته است و اگرچه جادوگر لحظه به‌لحظه کار را خرابتر می‌کند ولی به هر حال، تمام بچّه‌ها دارند نگاهمان می‌کنند. برای همین بود که باز جرأتی به‌خودم دادم و نعره زدم: «تو باید مُرد... تو جادوگر نیست... هوم با!»

راستش دلم می‌خواست جواد بلند شود و مثل بقیّهٔ جادوگرها از ترس خشم رئیس قبیله پا به فرار بگذارد و نمایش ما ادامه پیدا کند، ولی جواد نه تنها فرار نکرد بلکه با بی‌تفاوتی بلند شد، دستی به‌بینی‌اش کشید، کف دستش را با پشت پیراهنش پاک کرد و با عصبانیّت داد زد: «هوم‌با و کوفت! میگم سرما خوردم می‌فهمی؟ صبر کن خودم یکبار رئیس بشم پدرتو درمیارم».

صدای خندهٔ بچّه‌ها مثل بمب توی کلّه‌ام فرود آمد. جادوگر، حسابی حالم را گرفته بود و داشت با ناراحتی صحنه را ترک می‌کرد. دیدم اگر همان‌طور بنشینم، وضع خیلی خرابتر می‌شود و آبرویی برای رئیس قبیله باقی نمی‌ماند. دیگر نفهمیدم چکار

می‌کنم، به سویش خیز برداشتم و از پشت سر، یقهٔ پیراهنش را چنگ زدم. به‌سرعت برگشت و او هم مثل خروس جنگی به‌طرفم پرید، جنگ رئیس قبیله با جادوگر آنقدر برای بچّه‌ها جالب بود که هیچ نمایشی نمی‌توانست آنهارا اینچنین به‌هیجان بیاورد. صدای خنده و سوت‌کشیدنشان ما را هم از خود بیخود کرده بود. روی خاکها غلت می‌زدیم و با مشت و لگد به‌جان هم افتاده بودیم. نفس‌نفس می‌زدیم و طعم بدمزهٔ خاک که به‌حلقمان نفوذ کرده بود، کلافه‌مان می‌کرد.

سرشاخ بودیم و کلّه به‌کلّهٔ هم می‌زدیم که فکری به‌خاطرم رسید. به‌هر حال من رئیس قبیله بودم و می‌بایست درس عبرتی به‌او بدهم. دستم را به‌طور ناگهانی دور گردنش انداختم و با یک حرکت سریع، گوشش را به‌دندان گرفتم! فریاد جواد با سوتهای ممتدّ و پاکوبی و غش‌غشِ خندهٔ بچّه‌ها درهم آمیخته بود که ناگهان همه‌چیز بهم ریخت. همهمه‌ای شدید بین بچّه‌ها درگرفت و هرکس از گوشه‌ای پا به‌فرار گذاشت. گردو خاک چنان به‌هوا رفته بود که چشم، چشم را نمی‌دید و فریادهای کوتاه بچّه‌ها که خبر از سررسیدن آقای ناظم را می‌داد، مو بر تن همه راست می‌کرد.

برای یک لحظه، باورم نشد که چه اتّفاقی افتاده است. فکر می‌کردم بچّه‌ها طبق معمول می‌خواهند مسخره بازی دربیاورند و با این کار برنامه را خنک کنند. برای همین برد که یکبار دیگر گوش جادوگر بیچاره را محکم‌تر از پیش گاز زدم و آن وقت رهایش کردم. صدای دلخراش جواد توی گوشم بود و هنوز داشتم توی گرد و خاک به‌دنبال بچّه‌ها می‌گشتم که ضربه‌ای محکم، پس کلّه‌ام را چنان نوازش داد که برق از چشمانم پرید! پس‌گردنی دوم را که خوردم، تازه فهمیدم چه کاری دست خودم داده‌ام.

گرما کلافه‌ام کرده بود، طعم بدمزهٔ خاک، داشت حالم را بهم می‌زد، همهٔ بدنم می‌سوخت و جای پس‌گردنیهای آقای ناظم، داشت گریه‌ام را درمی‌آورد.

ــ پست‌فطرت بی‌شعور!

این صدای آقای ناظم بود که توی آن حال، بیش از هر چیز عذابم می‌داد و ناراحتی‌ام را دو برابر می‌کرد. حال بدی داشتم و جای هیچ‌گونه صحبتی هم نبود. آمدم بگویم: «آقا به خدا...» که لالهٔ گوشم توی انگشتان آقای ناظم تاب خورد و یک‌وجب از جا پریدم.

***

بچّه‌ها همه رفته بودند سر کلاس. من و جواد در حالی که هنوز یک درمیان هق‌هق می‌کردیم و جای اشکها روی صورتهای خاک‌آلودمان خشک شده بود، توی دفتر مدرسه ایستاده بودیم و آقای ناظم را نگاه می‌کردیم. آقای ناظم، همان‌طور که از بالای عینکش گاهگاهی چشم‌غرّه می‌رفت، مشغول نوشتن چیزی بود. جواد که گویا معلوم بود خیلی دلش شور لباسهایش را می‌زند، با یک دستش آنها را می‌تکاند و با دست دیگر گوش مجروحش را گرفته بود، و من مات و مبهوت ایستاده بودم و بیشتر فکرم متوجّه آقای مهربان ــ معلّممان ــ بود که نشسته بود و داشت کتابی را ورق می‌زد.

هر وقت چشمم به آقای مهربان می‌افتاد، خودم را پاک می‌باختم. بالأخره هر چه بود، جواد پسرش بود و از این گذشته می‌دانستم چقدر جدّی است. توی تنگنای عجیبی افتاده بودم. شاکی کتک خورده و پدر شاکی و شاهد عینی هر سه حاضر بودند و معلوم نبود تا چند دقیقهٔ دیگر چه به‌سرم خواهد آمد.

بالاخره آقای ناظم، سکوت را شکست. رو کرد به‌آقای مهربان و گفت: «من اصلاً نمی‌فهمم این خاک‌بر سر چرا وحشی شده؟ آقا نمی‌دونید با چه خباثتی گوش آقازادهٔ شمارو گاز می‌گرفت. کسی نیست بگه مگه مریضی؟ خب اگر وحشی شدی، برو پیش همون سرخپوستهای وحشی! اشتباه عرض می‌کنم جناب مهربان؟»

آقا معلّم، فقط سری به‌چپ و راست تکان داد و چیزی نگفت. بعد بلند شد و آهسته آهسته تا کنار پنجره رفت و همان جا ایستاد؛ صورتش را به‌کف دستش تکیه داد و خیره‌خیره به‌من و جواد نگاه کرد.

آقای ناظم هم بلند شد و در حالی که نوشته‌اش را به‌آقا معلّم نشان می‌داد گفت: «آقا چاره‌اش همینه، برای اداره نوشتم که جای این جانور، توی این مدرسه نیس. شما هم امضاء بفرمایید تا با پرونده‌هاش تحویل باباش بدیم.» و بلافاصله رو کرد به‌من و داد کشید: «حالا گمشو برو باز هم وحشی‌گری کن!»

مثل چوب خشک ایستاده بودم و زبانم بند آمده بود. فکر نمی‌کردم مجازاتم اینقدر سنگین باشد که بخواهند از مدرسه اخراجم کنند. وقتی قیافهٔ رنجیدهٔ پدرم را در نظر می‌آوردم که جلوی میز آقای ناظم ایستاده و با آن دستهای پینه‌بسته‌اش دارد پروندهٔ پسرش را می‌گیرد، دلم آتش می‌گرفت. دلم می‌خواست روی دست و پای ناظم و معلّم می‌افتادم، زار می‌زدم، اشک می‌ریختم و خواهش می‌کردم مرا ببخشند. اما کار از کار

گذشته بود. این دومین باری بود که آقای ناظم در حین دعوا مچم را گرفته بود و به آقـای مدیر گزارش داده بود که در نقش رئیس قبیلهٔ سرخپوستها چه قشقرقی راه انـداخته‌ام.
توی این فکرها بودم و این پا و آن پا می‌شدم که صدای آقای مهربان بخودم آورد:
«البتّه هر طور که جنابعالی صلاح می‌دونید... بـنده هم مـوافقم! ولی اگـر اجـازه بفرمایید می‌خواستم به‌عنوان معلّم اینها از شما خواهش کـنم مـجازات رئـیس قـبیله را بمن واگذار کنید تا خدمتش برسم و تکلیف این جادوگر بدبخت را هم معلوم کنم... البته اگر اجازه می‌فرمایید...»
آقای ناظم که به‌درستی حرف آقا معلّم را نفهمیده بود و احیاناً انتظار چنین حرفی را هم نداشت، کمی مکث کرد و گفت: «... اختیار دارید جناب مـهربان! اختیار داریـد... این شما و این رئیس وحشی‌ها و این آقازادهٔ خودتون... غرضم این بود کـه بـه هر حـال باید تکلیف این یاغی‌رو معلوم کرد، آقا نمی‌دونید هر روز توی خرابه چه می‌کنه...»
آقا معلّم گفت: «کاملاً در جریانم، کاری می‌کنم که صحبتهـای شما تـوی گـوشش بمونه... البتّه بعد هم اجازه‌اش باز دست شماست...»
آقای ناظم سرش را به‌علامت توافق کج کرد و نشست. اگر چه گویی بار سنگینی از دوشم برداشته بودند، ولی خطّ و نشانهای آقای مـهربان، تـرس و دلهـره‌ای شدیـد به‌جانم انداخته بود. ابُهَت و وقار آقای مهربان، چنان در کلاس جا افتاده بود کـه حـدّ و مرزی نداشت، کاملاً از او حساب می‌بردیم و نمی‌دانم چرا در عین حال دوستش داشتیم. اگر چه هیچ وقت سعی نمی‌کرد مثل آقای ناظم یا بقیّهٔ مـعلّمها مـچ بگیرد و خـودی نشان بدهد. با وجود این، اسمش کافی بود که تمام بچّه‌های کلاس را سر جای خود بنشاند. بـا این ترتیب حقّ داشتم که بترسم و عجیب‌تر اینکه ترس و دلهـره جـواد هم کـمتر از من نبود!
برای یک لحظه، جرأتی به خودم دادم و به چشمهای آقـا مـعلّم خیره شدم. تـرس برم داشته بود که خوشبختانه پلکهایش را روی هم آورد و با ابروهای سیاهش اشاره کرد که به‌کلاس بروم. پشت سر من جواد هم راه افتاد.
با کفشهایمان، خش‌خش‌کنان طول راهرو مدرسه را دویدیم و مثل دو تا قطرهٔ آب، توی برکهٔ سؤالهای بچّه‌ها گُم شدیم.

***

چند دقیقه طول کشید تا آقا معلّممان آمد. فقط صدای بر پای مبصر و قژقژ میز و نیمکتها بود که چند لحظه‌ای سکوت را شکست و دو مرتبه کلاس در حیرت سکوت فرو رفت. جرأت نداشتم سرم را بالا بگیرم، خیس عرق بودم و زیرچشمی آقا را می‌پاییدم که عرض کلاس را قدم می‌زد و لبانش را می گزید. رفت گوشهٔ کلاس ایستاد و مثل همیشه یکی‌یکی بچّه‌ها را از نظر گذراند. به مبصر که رسید گفت: «این ساعت چی داریم؟»

ــ ... آقا جغرافی، آقا...

و باز همچنان بچّه‌ها را نگاه کرد. چشمش به‌من که افتاد گفت: «تو...»

ــ من ... آ ... آقا؟

ــ بله، حاضر کرده‌ای؟

ــ آ ... آقا، بله آقا.

ــ خُب. از آمریکا تعریف کن، در آمریکا چه نژادهایی زندگی می کنند؟

هول شده بودم. آب دهانم خشک شده بود و مثل چسب کش می‌آمد. سینه‌ام را صاف کردم و به‌مغزم فشار آوردم تا هر جوری شده جواب سؤال یادم بیاید:

ــ آ... آقا آمریکا یکی از شهرهای بزرگ اروپاست که خیلی بزرگ است آقا... برای همین به آن قارّه می‌گویند. آمریکا آقا نفت هم دارد، چیز هم دارد آقا... نژادهم خیلی‌خیلی دارد. در آمریکا آقا چیز هم هست، نفت هم هست. هم آدم دارد، هم وحشی دارد، حیوانات وحشی زیاد دارد. آمریکا آقا خیلی بسیار زیاد گاو دارد! گاوهای وحشی آمریکا با آدمها بازی می‌کنند، ولی شیر ندارند...

کمی ساکت شدم و دیدم که آقا معلّم لبش را گاز می‌گرفت و سرش را به‌بالا و پایین تکان می‌داد. وقتی دید ساکت شده‌ام گفت: «بله، می‌فرمودین... نژادهای مختلف آمریکا را نگفتی!»

سرم را خاراندم و ادامه دادم: «آ ... آقا آمریکایی‌ها خیلی نژاد دارند. سفیدپوستها در آمریکای بالایی هستند ولی سرخپوستها در آمریکای پایینی هستند. بالایی‌ها پولدار هستند ولی پایینیها فقیرند؛ سرخپوستها وحشی هستند و' با سفیدپوستها...»

آقا معلّم نگاه تندی کرد و گفت: «کافیست، بنشین... نادان!»

بچّه‌ها دست و پایشان را جمع کرده بودند و آقای مهربان با قیافه‌ای جدّی نگاهمان می‌کرد. نشستم و سرم را انداختم پایین. انتظار داشتم ناگهان فریادی بزند و هر

چه از دهانش درآمد، نثارم کند، امّا همچنان قدم می‌زد. چند لحظه‌ای ایستاد و آن وقت با دست به‌جواد اشاره کرد:

ــ تو... از سرخپوستهای آمریکا چه می‌دانی؟

جواد ایستاد و با دستپاچگی جواب داد: «آقا سرخپوستها توی آمریکا هستند و سرخپوست هستند! آقا سرخپوستها چیز هستند آقا... وحشی هستند...»

ــ تو هم از او نادان‌تر... بنشین!

صدا از کسی درنمی‌آمد. حسّ کردم بچّه‌ها منتظرند آقا برود سر اصل مطلب. ولی گویا آقا فراموش کرده بود. آمد وسط کلاس ایستاد و گفت: «کیا عقیده دارن سرخپوستها وحشی‌اند؟ دست بالا.»

من و جواد و سه چهار نفر دیگر دستهایمان را تا بغل گوشهایمان بالا آوردیم و خیلی زود پشیمان شدیم. کلّه‌هایمان را خاراندیم و دستهایمان افتاد.

رگهای گردن آقا معلّم از عصبانیّت زده بود بیرون، دندانهایش را بهم فشار داد و با لحنی تند شروع کرد به‌حرف زدن:

«وحشی‌ها، آمریکاییهای بی‌شرفی هستند که سالهاست سرخپوستهای بدبخت را آواره کرده‌اند و هزاران نفر از پیر و جوانشان را کشته‌اند، زمینهایشان را گرفته‌اند و هیچ حقّی برایشان قائل نیستند. سرخپوستهای بیچاره، صاحبان اصلی قارهٔ آمریکا بوده‌اند که حالا به‌این روز افتاده‌اند و به وحشیگری هم متّهم می‌شوند! چرا؟ برای اینکه به آمریکاییها می‌گویند حقّمان را بدهید، زمینهایمان را بدهید، اذیّتمان نکنید، ما را نکشید، اسیرمان نکنید، به‌ما وحشی نگویید...»

کلاس سراپا گوش بود. برای اوّلین بار بود که می‌شنیدیم کسی به‌آمریکا فحش می‌دهد و از سرخپوستها حمایت می‌کند. آخر تا آن موقع، هر چه در تلویزیون و سینما می‌دیدیم، عکس این حرفها بود. در فیلمها همیشه این سرخپوستها بودند که وحشیگری می‌کردند و به سفیدپوستان متمدّن حمله‌ور می‌شدند... و حالا این آقای مهربان بود که حرفی تازه برایمان می‌زد و می‌گفت سرخپوستها خیلی هم مهربانند. این جنایتکاران آمریکایی هستند که وحشیگری خودشان را تمدّن می‌نامند و حقّ‌طلبی دیگران را وحشیگری می‌دانند.

آقای مهربان ادامه داد: «نه بچّه‌ها، سرخپوستها وحشی نیستند. از آمریکاییها

خیلی فهمیده‌ترند. این مزخرفات را از کلّه‌هایتان بیرون کنید که آمریکاییها متمدّن و صلح‌طلب هستند. خودشان از همه وحشی‌ترند. می‌دانید چرا؟ چون کارشان غارتگری است، کارشان جنگ‌افروزی است و‌لی به‌آنها که از حقّشان دفاع می‌کنند، می‌گویند وحشی!»

آقا معلّم که کمی آرام شده بود، آرام آرام به‌طرف جواد رفت و در کنارش ایستاد:

ـ... اگر عقیده داری سرخپوستها وحشی هستند، چرا می‌روی و جادوگر قبیله‌شان می‌شوی؟ و اگر سرخپوستها را دوست داری، چرا به رئیس قبیله اهانت می‌کنی؟ نمی‌فهمی که سرخپوستها برای رئیسشان چقدر ارزش قائلند؟

جواد داشت در به‌در دنبال جواب می‌گشت که آقا برگشت و به‌من اشاره کرد:

ـ و تو... چرا نمی‌فهمی که رئیس قبیلهٔ سرخپوستها هیچ وقت شخصاً جادوگرش را تنبیه نمی‌کند. و از این گذشته، چرا نمی‌فهمی که سرخپوستها قبل از اینکه در بین خودشان مسأله‌ای داشته باشند، یک دشمن مشترک دارند و آن آمریکاست.

آقای مهربان منتظر جواب من هم نشد. روبروی همهٔ بچّه‌ها ایستاد و خطاب به‌همه گفت: «اصلاً چرا در بازیتان پای آمریکا را به‌میان نمی‌کشید؟ چرا نشان نمی‌دهید که آنها چقدر ظالمند و سرخپوستها چقدر مظلوم؟ چرا این‌طور فکر می‌کنید که سرخپوستها یا توی سر خودشان می‌زنند و یا وحشیانه به سفیدپوستهای آمریکا حمله می‌کنند؟!»

آقای مهربان خیلی دلش پر بود. دلش می‌خواست باز هم برایمان حرف بزند، ولی هم خودش و هم ما حسّ می‌کردیم گویا خیلی از چیزها گفتنی نیست. آن روز حرفهای آقا عجیب به‌دلمان نشست. هیچ کدام فکر نمی‌کردیم آقای مهربان توی این ماجرا طرف پسرش را نگیرد. اصلاً به‌خیالمان خطور نمی‌کرد که ماجرا این‌طور پایان بگیرد و لزومی به‌اخراج یکی از ما نباشد. آقای مهربان در طول نیم‌ساعت خیلی از گفتنیها را برایمان گفته بود و راهنماییمان کرده بود که بازی سرخپوستی نه تنها اشکالی ندارد، بلکه اگر بچّه‌های مدرسه را متوجّه کند که آمریکا در حقّ سرخپوستها خیانت کرده و اینها دارند با آمریکا مبارزه می‌کنند، بسیار هم خوب است!

نزدیکیهای آخر زنگ بود که من و جواد از نیمکتهایمان بیرون آمده بودیم و بنا به‌توصیهٔ آقا معلّم داشتیم به‌هم دست می‌دادیم و روی هم را می‌بوسیدیم: داشتیم برای همیشه آشتی می‌کردیم. آقا معلّم مسرورانه لبخند می‌زد و گویا داشت به‌آشتی دو فرزندش

نگاه می‌کرد. صدای دست‌زدن بچّه‌ها، من و جواد را چنان به‌هیجان آورد که بی‌اختیار به‌طرف آقا دویدیم و به‌حالت پوزش دستانش را بوسیدیم.

یادم نیست آن شور و حال عاطفی کودکانه‌مان چقدر طول کشید، ولی آنچه بود خیلی کوتاه بود و گذرا و حیف که دیگر تکرار هم نشد. زنگ به‌صدا درآمد و یکباره رنگ تیرهٔ واقعیّتها جای رنگ روشن ایده‌آلها را گرفت و مذاقمان از همان فردا به‌تلخی گرایید. فرداها پشت سر هم آمدند و رفتند، ولی آقای مهربان ما دیگر نیامد. نه خودش آمد و نه پسرش! هر چه پرسیدیم گفتند نمی‌دانیم... آقا معلّممان رفت که رفت.

روزهای بعد، با بچّه‌ها مشورت کردیم که اگر چه آقا معلّممان دیگر نیست، ولی نصیحتهایش که هست. بیاییم و در بازیهای سرخپوستی، پای آمریکا را به‌میان بکشیم و نمایش بدهیم آمریکا چقدر خائن است. ولی نامردها حتّی خواب این کار را هم نگذاشتند ببینیم. چند روز بیشتر از غیبت آقای مهربان نگذشته بود که بیل بدستها آمدند و خرابهٔ عزیزمان را صاف کردند و دلمان را چنگ انداختند.

تا پایان سال، امید داشتیم که آقای مهربان را ببینیم، ولی نیامد. بجایش هیولایی فرستادند که روزی ده بار زبان در بوق دهانش می‌انداخت و گوشمان را آزار می‌داد که: «اگر فرمان آریامهر نبود، اینهمه مدرسه ساخته نمی‌شد، نمونه‌اش همین مدرسهٔ شما...» و به این ترتیب سالها گذشت.

***

حدود یک سال پیش، توی یک راهپیمایی بزرگ، آقای مهربان را توی جمعیّت دیدم و شناختم! بندهٔ خدا پیر شده بود و موهای سپید سرش حکایتگر رنج سالها بود. عینکی به‌چشم داشت و عصایی به‌دست ولی گامهایش شکایت از رفتن نمی‌کرد. صورتش خیس عرق بود و شعار «نه شرقی، نه غربی» را عاشقانه فریاد می‌کرد. دیدم در مقابلش خیلی کوچکم، حسّ کردم باید به‌پایش بیفتم... به‌طرفش دویدم و فریاد زدم: «مخلصتونم آقای مهربان! سلام!» و آن وقت مشتاقانه سر و صورت و کتفهایش را غرق بوسه کردم. حسّ می‌کردم زمان به‌عقب برگشته و توی کلاسم و برای اوّلین بار دارم بر دستهایش بوسه می‌زنم. گفت: «کی هستی؟» گفتم: «شاگردتونم آقا. رئیس قبیلهٔ سرخپوستها یادتون میاد؟».

با هیجان جواب داد: «ای... خدا» و آن وقت دست انداخت دور گردنم و پیشانیم

را بوسه زد.

آنقدر حرف داشتیم که معطّل مانده بودیم و نمی‌دانستیم از کجا شروع کنیم. به هم نگاه می‌کردیم و می‌خندیدیم. حالی داشتیم نگفتنی. سرش را آورد کنار گوشم و گفت: «تلویزیون را می‌بینی؟» گفتم: «بله آقا...مگر چطور؟» غش‌غش خندید و گفت: «برنامه سرخپوستهای آمریکا را دیدی؟» گفتم: «بله آقا... ولی چیز تازه‌ای نداشت! شما چندین سال پیش در عرض نیم‌ساعت هر چه بود و نبود تعریف کردین... راستی آقا از جواد چه خبر؟ کجاس؟»

خندید و مشتاقانه گفت: «اونم رفت به رحمت خدا! داوطلبی رفت جبهه و شهید شد.»

حرفی برای زدن نداشتم. فقط صورت خیس از اشکم را به صورتش چسباندم و زمزمه کردم: «خدا رحمتش کنه...»

خودمان را داده بودیم دست سیل جمعیّت، توی اقیانوس وحدت پیش می‌رفتیم و فریاد دشمن‌شکن «مرگ بر آمریکا» موج این اقیانوس بود که گویی به عرشمان می‌برد و روحمان را تازه می‌کرد.

حمید گروگان ــ ۶۲/۳/۳۰

توضیحات

ابہت: بزرگی، عظمت، شکوہ، جلال۔
احیاناً: اتفاقاً، اتفاق سے، کبھی کبھی۔
التہاب: شعلہ بھڑکنا، آگ کا مشتعل ہونا۔
ایدہ آل: IDEAL، کمال مطلوب، منتہای آرزو۔
یاریہای پاک یخ شدہ بود: ہمارے کھیل کی بالکل ہی رونق جاتی رہی تھی۔ ہمارا کھیل بالکل بھنڈ ہوگیا تھا۔
بی ہوا حملہ کرد: ناگہانی یا اچانک حملہ کردیا۔
پشت دست داغ کردن: پکا ارادہ کرنا۔ ایسا فیصلہ کرنا جس میں دوبارہ غلطی کا احتمال نہ ہو۔

تداعی: کسی ایک بات سے دوسری بات کا یاد آجانا۔
چاخانی: کھوٹا، غیر حقیقی۔ صفت نسبی از چاخان۔ چاخان ترکی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں دھوکے باز، فریبی۔
حالمان گرفتہ شد: ہمارا جوش وولولہ ختم ہوگیا۔
سروتہ قضیہ را بہم آوردن: کام کو فوراً ختم کردینا، کام کو جلدی نپٹا دینا۔
قشقرق: چیخ وپکار، داد وفریاد، شور وغل، قشقرق ترکی لفظ ہے

زبان کالفظ ہے۔

لاپرت : اصل لفظ رپورٹ (REPORT) تھا۔ تلفظ کی تبدیلی کے باعث لاپرت ہوگیا۔ واقعات بیان کرنا، کسی واقعے کی خبر دینا۔

مُتَخاصِم : ایسا شخص جو کسی دوسرے شخص سے دشمنی کرے۔ تخاصُم کا اسم فاعل۔

مزخرفات : سونے کا ملمع کیا ہوا، کسی جھوٹ بات کو سچ کے پردے میں بیان کرنا، بیہودہ بات، بیکار کی بات مزخرف کی جمع۔

معطّل : بے کار، کام سے خالی۔ ایسا شخص جس کے پاس کام نہ ہو، کسی کو انتظار میں رکھنا، کسی کو بیکار روکے رکھنا۔

مصدر تعطیل کا اسم مفعول۔

مکث : دیر، توقف، التوا، دیر کرنا، توقف کرنا۔ فارسی زبان میں عام طور پر "مکث"، بمعنی مکث کردن استعمال کیا جاتا ہے۔

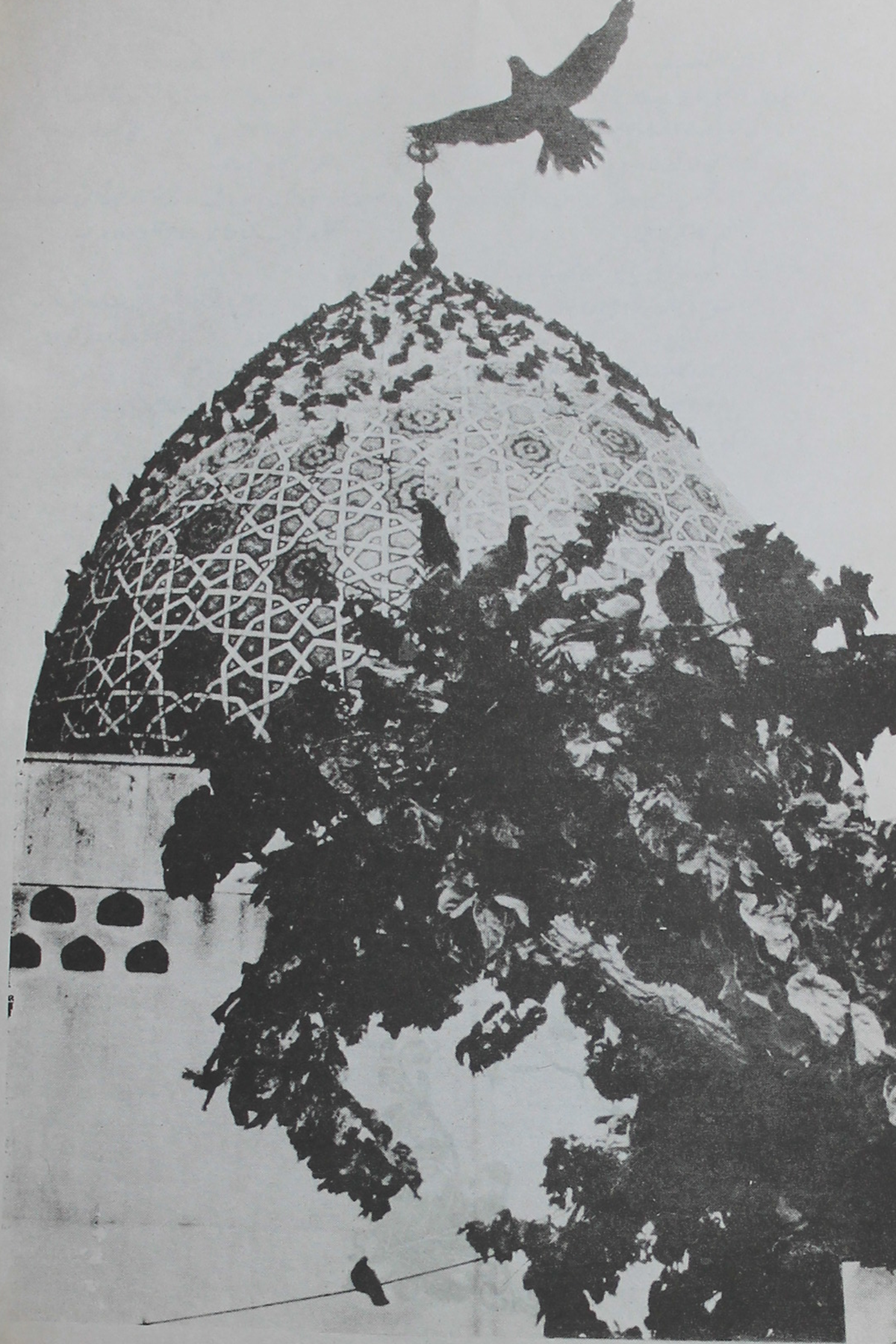
مہیب : خوفناک، بھیانک، ڈراؤنا۔ عموماً اس لفظ کا تلفظ مُہیب کیا جاتا ہے جو غلط العام ہے۔

وقار : بُردباری۔

یارکشی : یاڑی (یاری) بانٹنا، کھیل میں اپنا ساتھی چننا۔ جب بچے کوئی کھیل شروع کرتے ہیں تو وہ دو گروہ میں بٹ جاتے ہیں۔ ہر گروہ اپنی مرضی سے کچھ بچوں کو اپنی ٹولی میں شامل کرتا ہے۔

۷- شهید و شهادت





اسلامی انقلاب کی کیفیت اس کیمیا کی سی ہے جس نے ایران کے بہت سے ایسے اشخاص کو جو تانبے کی طرح تھے یکسر سونے میں تبدیل کر دیا کیوں کہ بہت سے نوجوانوں نے اس انقلاب کی برکت سے عرفاء و زہاد کی صد سالہ راہ کو ایک رات میں طے کر لیا ہے ان کو قرآن مجید سے وہ انسیت و الفت ہو گئی ہے کہ انھوں نے اس کے عشق میں اپنی جان دینے سے بھی دریغ و گریز نہ کیا۔

"قرآن بخوان"، اور "خودسازی"، اس نوجوان کے مضامین ہیں جس نے تیئیس سال کی عمر میں شہادت پائی۔ اس شہید نے آتش دل کو کلام کے مجمر میں روشن کیا ہے۔ اس کی نثر ایک طرف پیر ہرات خواجہ عبداللہ انصاری کے اقوال کی زیبائی و دلکشی اور دوسری جانب عین القضات شہید کی تحریر کے جوش و ولولے کی یاد تازہ کرتی ہے۔

اس نوجوان نے ہم کو قرآن شریف پڑھنے کی دعوت دی ہے اور خود بھی راہ قرآن پر قدم رکھکر "یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِی اِلیٰ رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً" کی ندا کو لبیک کہا ہے۔

قرآن بخوان!

آنگاه که درون خویش را از خود تهی یافتی و بیرون از خویش را خالی از خدا،

قرآن بخوان

آنگاه که در دریای خروشان زندگی، در چنگال طوفان جهل و ترس اسیر شدی و ساحل صلاح و صلح، کشتی نجات و رهایی را آرزو کردی،

قرآن بخوان

آنگاه که در کوچه باغهای یأس، حیران و سرگردان، ناامید و پریشان، در جستجوی قطره‌ای آب، کشتزار خشک و قحطی‌زدهٔ اندیشه‌ات را تسلّی می‌دهی، از دریای بیکران امیدْ لختی برگیر و،

قرآن بخوان

آنگاه که مرگ را ختم، و معاد را وهم، و پندار خود را حتم یافتی،

قرآن بخوان

آنگاه که غرور وجودت را گرفت و تفاخرْ شعورت را، و ذلّت خویش را عزّت یافتی و نخوت خویش را همّت،

قرآن بخوان

آنگاه که از فرط جهالت، امانت را از یاد بردی و به خیال سعادت، اسیر ضلالت گشتی،

قرآن بخوان

آنگاه که مرگ خود را دور دیدی، و حیات خویش را جاوید یافتی، و دنیا و آخرت را جدا از هم، و دنیاداری و بهشت را در کنار هم،

قرآن بخوان

آنگاه که از درستی گسستی، و بر مرکب سستی نشستی، و به پستی پیوستی، و در منجلاب تباهی، رهایی را خواستی،

قرآن بخوان

آنگاه. که از بیعت با تاریکی و غیبت نور خسته شدی،

قرآن بخوان

آنگاه که نسیان گریبانت را گرفت، و عصیان دامانت را، و معصیت خویش را معصومیّت پنداشتی.

قرآن بخوان

آنگاه که گذشته را حسرت، و حال را عسرت، و آینده را حیرت احساس کردی، شب قدر را بیاد آور،

قرآن بخوان

آنگاه که در درّه‌های پستی و زبونی، در جستجوی راهی به سوی قلّهٔ انسانیّت، سنگستان را درمی‌نوردی، و همچون اسیر زندانی دریچه رهایی را می‌جویی،

قرآن بخوان

آنگاه که در دل سیاه شب و در اعماق تاریک ظلمات، در جستجوی نور و روشنی، شمع وجودت از شور و التهاب می‌سوزد، و در آرزوی صبح و سپیدی، افق را به

امید نظارهٔ فلق می‌نگری تا شاید طلوع فجر را در نیمه شب تماشا کنی، قرآن را باز کن تا در فلق برگهایش، در افق اندیشه‌ات فجر را ببینی،

قرآن بخوان

شهید مهدی رجب بیگی

شهادت: ۵۹/۷/۵ در تهران

توضیحات

التهاب : شعلہ بھڑکنا، آگ کا مشتعل ہونا، شعلے کا لپکنا۔
تفاخر : باہم ناز کرنا، باہم فخر کرنا، فخر جتانا۔ دوسرے کے سامنے ڈینگ مارنا۔
شب قدر : مسلمانوں کے عقائد کے مطابق ایک نہایت متبرک رات۔ قرآن شریف میں آیا ہے کہ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ قدر: اندازہ، مقدار، حکم خداوند۔
ضلالت : گمراہی۔
عُسرت : تنگدستی، تنگی، دشواری۔
عصیان : نافرمانی۔
فجر : آخری رات کی سفیدی، سویرا، نور کا تڑکا، سحر۔

فرط : حد سے گذر جانا، حد سے تجاوز کر جانا، زیادتی غلبہ
فلق : صبح کی سفیدی، صبح کا نور۔
نسیان : بھول، فراموشی۔
یآ ایتہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية - اے نفس مطمئن چل تو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ (تو اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے) سورۂ مبارکہ الفجر کی آیۂ کریمہ ۲۷ و ۲۸۔

خودسازی

تو که از سختی رنج دوران به درون خویش خزیده‌ای تا بر گِرد عافیت خویش بگردی و سر به تقدیر خویش سپرده‌ای تا خود را به رود خروشان خلق نسپاری، بپاخیز و خلق را شعر جهاد بیاموز تا از ماندن بگریزند و بر رفتن بپاخیزند.

تو که می‌خواهی در خطّ انقلاب بمانی و تا رسیدن به قلّهٔ پیروزی، بروی و از چشمه‌سار توحید بنوشی، باید که دوباره انقلاب کنی. انقلاب از «خود دیروز» به «خویش فردا»، و از «فجور» به سوی «تقوی» و از «مرداب» تا «دریا» و از «زمین» تا «سماء» و از «خود» تا «خدا».

تو که می‌خواهی اسیر «ظلم ظالمان» و «جهل جاهلان» و «کفر کافران» نشوی و در صحنهٔ پیکار حقّ و باطل، از ایمان دست نشویی و راه را تا رسیدن به فلاح بپویی، هر روز انقلاب کن. انقلاب از «عادات جاهلی» تا «خلق خدایی» و از «حالات حیوانی» تا «خلق آدمی». تو که می‌خواهی توحید را از ابراهیم بستانی و بر خطّ سرخ تاریخ بنشانی و با قیام محمّد (ص) و علی (ع) و فاطمه (ع) و حسین (ع) تا روزگار حاضر بکشانی و همراه محرومان، به قلّهٔ فتح برسانی و از آنجا از قلب امام به سینهٔ مردم و از دست مردم به سینهٔ تاریخ بسپاری، باید خود را از چنگال شرک دیروز باز ستانی و بر توحید امروز بنشانی و به درون جامعه بکشانی و تا برج آسمان برسانی و به راه خدا بسپاری.

تو که می‌خواهی همواره بر گردنکشان بتازی و بر ویرانهٔ کاخشان امّتی نمونه بسازی، باید که ابتدا بر خویشتن بتازی و خودی نوین باز سازی.

تو که می‌خواهی از لباس «حیوانی» بدرآیی و خود را به جامهٔ «انسان کامل» بیارایی و از «ابزار مولّد» به سوی «انسان موحّد» بگرایی، از ظلمتِ «خودبینی» به سوی «حکمت خودسازی» هجرت کن.

تو که می‌خواهی در زنجیر اسارت «ماندن» نمانی و همراه کاروان «رفتن» بروی

تا در خطّ «هدایت» به دروازهٔ «انسانیّت» برسی و چون رسولان، بشیر «فلاح» و «خداگونگی» شوی، در قفس حقیرِ «بودن» نمان و از پوکیِ «ماندن» به پاکیِ «شدن» برو.

تو که می‌خواهی ستونهای کاخ جبّاران را فرو اندازی و بر دروازه‌های شهر ستم، برج رهایی بسازی و بر فراز قلّهٔ تقدیر، پرچم توحید بیاویزی، ناقوس بیداری خویش را بنواز و آتش هشیاری خود را بیفروز.

تو که می‌خواهی تا چون مرداب نباشی و همچون دریا بخروشی؛ از آفتاب نهراسی که نور را بپرستی؛ بپاخیز و چونان نذیران، دل تیرهٔ شب را به خنجر سپیدی بشکاف تا در انفجار صبح تابش، خورشید را به تماشا نشینی.

تو که می‌خواهی به سرنوشت خلق بیندیشی و در راه برقراری قسط و عدل بکوشی و بر دشمنان بشریّت بخروشی، از «خوداندیشی» بپرهیز و با «خودخواهی» بستیز و به «خودسازی» بپرداز.

تو که می‌خواهی از درّه‌های پلیدی و پستی گذر کنی و بر ستیغ کوههای تقوی و درستی نظر کنی و در معراج، به اوج آسمان ایمان سفر کنی، از تن خاکی خویش گذر کن و بر روح خدا در خود نظر کن تا از «خود» به سوی «خدا» سفر کنی.

تو که می‌خواهی بذر قیام را در کویرستان هر دیار بیفشانی و نهال انقلاب را در زمین هر ستمکده بنشانی، بذر «فلاح» را در تن خویش بیفشان و نهال وجود خود را در دشت «تزکیه» بنشان.

تو که می‌خواهی در رودخانهٔ آدمیّت جاری شوی و در خطّ تکامل انسانیّت، به خلق ارزشهای نوین بپردازی، با زشتیها بستیز و از کجیها بگریز و با نیکیها بیامیز.

تو که می‌خواهی درخت انقلاب بر دهد و خون شهیدان ثمر دهد، دیوار اسارت بشکند و شکوفهٔ عدالت بشکفد، شب جور برود و صبح نور بیاید، خود را از «دلبستگی به شرک»، به «پیوستگی با توحید» و از «وابستگی به خود» به «وارستگی تا خدا» بگردان.

تو پیامبر این عصری و باید مدینه‌ای دوباره بسازی، تو ابوذر این نسلی، و باید بر مستکبرین زمانه بتازی.

شهید، مهدی رجب بیگی

توضیحات

ابزار مولّد: تولید کا وسیلہ، تولید کرنے کا ذریعہ

انفجار: پھٹ پڑنا، پھٹ جانا، پو پھٹنا، یہاں یہ لفظ صبح کی سفیدی ظاہر ہونے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

تزکیہ: پاکی، پاک کرنا۔

تقویٰ: پرہیزگاری، خود کو گناہ سے دور رکھنا، پارسائی

سما: آسمان۔

فجور: گناہ، جرم، قصور، گناہ کے لیے اکسانا، تباہ کاری حق سے روگردانی کرنا۔

کویرستان: بنجر زمین، یہاں ایسے معاشرے کو کہا گیا ہے جو ظلم و ستم برداشت کرنے کے بعد بھی خاموش رہے۔ کویرستان دراصل "کویر" اور "ستان" کا مرکب ہے (ستان ظرف مکان ہے) اس قسم کی تراکیب کا فارسی زبان میں عام استعمال نہیں۔

معراج: زینہ، سیڑھی، چڑھنا، اوپر جانے کی چیز۔

ناقوس: سنکھ

نذیر: برائیوں سے ڈرانیوالا، خدا کا خوف دلانیوالا۔

یہ انقلاب کیا عظیم علمائے دین اور ارباب حکومت کی شہادت سے رک جائے گا یا کوئی دوسرا راسطہ اختیار کرے گا؟ کیا جنگ اور دہشت پسندی ان لوگوں کو گرا دے گی جو خدا کے نام پر سینہ سپر ہو کر سامنے آگئے ہیں؟ اسلامی انقلاب نے عملی طور پر ان سوالات کا جواب نفی میں دیا ہے۔ جب کسی مظلوم کا خون اس انقلاب کی سرزمین پر وسیع اور مختلف الانواع محاذات کے کسی گوشے میں گرتا ہے تو اس کا ہر قطرہ اس تناور درخت کی بیخ و بن کو اس اسلامی مملکت میں مزید محکم و استوار کر دیتا ہے اور اسی کے باعث ظلم و ستم کے خلاف جدّوجہد کرنے کا عزم و ارادہ زیادہ مضبوط اور پائیدار ہو جاتا ہے۔ اگرچہ دشمن نے ”رجائی“ اور ”باہنر“ جیسے قائدین کو بڑی سفّاکی و بزدلی سے شہید کر دیا مگر عوام بالکل پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ جوش و خروش سے اپنے خونی انقلاب کی حفاظت کی خاطر منظرِ عام پر آگئے ہیں۔

ان تمام کیفیات کے پیشِ نظر شاعر نے عوام کے عزم و ارادے نیز ان کی ہر اُمّید و آرزو کو شعر کی شکل بخشی ہے چنانچہ اپنے اشعار کے ذریعے یہ پیام دے رہا ہے کہ ”رجائی“ کے چلے جانے سے امّید و رجا کا راستہ مسدود نہیں ہوا ہے اور ”باہنر“ کی شہادت کے بعد بھی وہ کلید گنج ہنر جو اسلامی انقلاب کے ذریعے ہاتھ آئی تھی اب بھی قوم کے پاس محفوظ ہے۔

ریشه بجا باد اگر...

هردم از این رهگذار، رهگذری می‌رود
در پی مردان مرد، پی‌سپری می‌رود
عرصه نگردد تهی، گرچه ز همسنگران
گه جگری می‌درند، گاه سری می‌رود
روزن فتح و ظفر، بسته نخواهد شدن
گر ز قضا ناوکی، بر قدری می‌رود
راه رجا بسته نیست، گرچه رجائی برفت
ریشه بجا باد اگر، برگ و بری می‌رود

روضه نماند به زاغ، ورهمه با درد و داغ
از صف مرغان باغ، نغمه‌گری می‌رود
جلوهٔ خورشید ما، جمله جهان درنَوَشت
شعله به عالم زند، تا شرری می‌رود
مکتب اسلام باد زنده، که در راه آن
گاه شبیری رود، گه شبری می‌رود
در سفر زندگی، آمد و شد کار ماست
تا پسری در رسد، خوش پدری می‌رود
راه رجائی بجاست، شور رهایی بپاست
گرچه ز نام‌آوران، ناموری می‌رود
بیهنران را بگو: گنج هنر زانِ ماست
گرچه زملک هنر، باهنری می‌رود
دامن دریای عشق، تا که صدف‌پرور است
صیرفیان را چه باک، گر گهری می‌رود؟
تا که خدای «حمید»، حافظ این امّت است
هر نظری می‌رسد، صد خطری می‌رود

حمید سبزواری

۶۰/۶/۱۰

توضیحات

درنوشت : طے کیا، سفر ختم کیا۔
رجا : (رجاء) امّید۔
روضہ : باغ، گلستان۔
شبّیر وشبر : حسنین کی طرف کنایہ ہے۔ یعنی حضرت امام حسنؑ وحضرت امام حسینؑ۔
صیرفی : صرّاف، سکّہ شناس، جوہری۔
قضا : تقدیر، قسمت۔
ناوک : تیر۔

جمالی معمّر آدمی ہیں، شیراز کے رہنے والے ہیں۔ ان کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ ذریعۂ معاش نمدہ بافی ہے۔ وہ اب بھی اپنے چھوٹے سے گھر میں کام کرتے ہیں اور اس سے جو مزدوری ملتی ہے اسی سے ان کی گذر بسر ہوتی ہے۔ وہ انقلاب کے عاشق و دلدادہ ہیں۔ اس شہر کے دوسرے تمام صاحبدل پیرو جوان افراد کی طرح انھوں نے بھی مرحوم مطہّری کا سوگ کیا اور ان کی یاد میں اشعار کہے جن سے ان کی طبیعت کی سادگی اور خلوص عیاں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان اشعار سے فکر کی گہرائی اور دین اسلام پر جو ان کا ایمان ہے وہ بھی ہویدا ہے۔

برای مطهّری

آنکه با روح خدا...

آنکه با روح خدا همسفر دلها بود — آنکه در خلوت اندیشهٔ خود با ما بود

سیرتی داشت که در پردهٔ صورت ننشست — صورتی داشت که صورتگر از او پیدا بود

بینشی داشت که نادیده خدا را می‌دید — دانشی داشت که روشنگر هر اعما بود

همه دانند، ولی او ز خدا می‌دانست — همه گویند، ولی او ز خدا گویا بود

خشک‌مغزان خطا رفته به دنبال سراب — تشنه مردند به هر وادی و او دریا بود

آن شب قدر که بی‌ما به خدا می‌پیوست — با همه بودن ما روح خدا تنها بود

زنده با عشق خدا بود و بقا یافت ز مرگ — مردنی داشت که چون زندگیش زیبا بود

معنی از شعر «جمالی» طلب، ای صاحب‌ذوق! — که سخن همچو صدف، گوهر آن معنا بود

محمّد خلیل جمالی

توضیحات

رعما: نابینا، اندھا

خشک مغز: کوتاہ اندیش، کوتاہ فکر آدمی کے لئے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔

ہمارے شہداء ہی درحقیقت تاریخ ساز ہیں اور جس طرح ہماری آیندہ تاریخ ان کے تذکرے سے خالی نہ ہوگی بالکل اسی طرح ہمارے آیندہ ادب کی تاریخ بھی ان کے کارناموں سے تہی نہ رہ سکے گی۔ کیونکہ ان کارناموں میں استعمال کی جانے والی روشنائی دراصل ان تاریخ لکھنے والوں کا سُرخ خون ہے اور یہ سُرخ خون ہی ان کے قول وسخن کا بہترین گواہ ہے۔ چونکہ یہ بات ان کے دل سے نکلی ہے اسی لئے اس کا اثر بھی یقیناً دلوں پر ہوگا۔ شہیدوں کے وصیّت نامے ایسی معتبر اسناد ہیں جو آیندہ نسل کے لئے باقی رہیں گی تاکہ یہ نسل ان کو بطور سند پیش کر کے اپنے ماضی پر فخر کر سکے اور اپنے مستقبل کی تعمیر کرے۔ جن شہداء نے ان کو لکھا ہے ان کی صداقت پر ہمارا یقین وایمان ہے اور اسی چیز نے اس کو معتبر بنایا ہے۔ اگرچہ اکثر و بیشتر وصیّت نامے کسی ادبی شہ پارے کی طرح پرنقش و نگار عبارات اور صنائع لفظی ومعنوی سے آراستہ نہیں مگر جو کچھ بھی ہیں ہماری قوم کے دل کی زبان وترجمان ہیں۔ اور کسی بھی دوسری صنف سخن سے زیادہ ہمارے عوام ان سے بخوبی واقف و آشنا ہیں۔

وصیّتنامهٔ شهید

بسم اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

اَلَّذینَ آمَنوا وهاجَروا وجاهَدوا فی سَبیلِ اللهِ بِاَموالِهِم وَاَنفُسِهِمْ اَعظَمُ دَرَجَةً عِندَاللهِ وَاُولٰئِکَ هُمُ الفائِزونَ.

کسانی که به پروردگارشان ایمان آورده‌اند و برای برقراری دین الله از دیارشان هجرت می‌کنند و برای بقا و پایداری قرآن با جان و مالشان در راه خدا جهاد می‌کنند، بزرگترین درجه و مقام را در نزد خداوند کریم دارند و به راستی که آنان رستگاران دو عالمند.

وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذینَ قُتِلوا فی سَبیلِ اللهِ اَمواتاً بَلْ اَحیاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ یُرْزَقونَ.

هرگز گمان نکنید کسانی که در راه خدا شهید گردیدند، مرده‌اند، بلکه آنان

همواره زنده هستند و در نزد خدا متنعّم خواهند بود.

اسلحه‌های سرد و گرم خود را (قلمها و مسلسلها) را از نشانه‌گیری به روی یکدیگر منحرف و به سوی دشمنان اسلام و انسانیّت که در رأس آنها آمریکاست، نشانه روید.«امام خمینی»

من پاسداری هستم از سلالهٔ خون جملگی شهدای اسلام و وارث خونهای پانزده قرن خطّ سرخ شهادت تشیّع که در زمانه‌ای و مقطعی پرمخاطره قرار گرفته‌ام. مسؤولیّتها بر دوشم سنگینی افکنده، آینده را با چشمهای خویش می‌نگرم و به گذشته می‌اندیشم. پس از فکرها و اندیشه‌ها، به نتیجه‌ای جاودانه دست یافته‌ام که دو راه در پیش دارم. یکی راه اینکه حسین‌وار مانند شهدای گذشته با تمامی وجودم راه پوییدن و رفتن را انتخاب کنم و به صف شهدا بپیوندم. و دوم اینکه مانند یزیدها حیوان‌وار بمانم و بخورم و بخوابم و هیچ حرکت و هجرتی نداشته باشم و بپوسم و هیچ در هیچ شوم، و در این دنیا در نزد خداوند متعال و در برابر خون پاک شهدا مسؤول و در آن دنیا نیز به آتش دوزخ گرفتار آیم، و اینک زندگی و راه اوّلی را برگزیده‌ام و می‌خواهم هجرت کنم و چهارچوب تنگ زمانه و این حیات پست را بدرم و هجرت کنم. آری، تصمیم گرفته‌ام. در اوّلین نگاه به سرزمین اسلامیم، می‌بینم در سر راه، سدّها را که همچون حیوانات انسان‌نمایی جلوِ حرکت و تکامل انسانها را گرفته‌اند و در گوشه‌وکنار جامعه‌ام به فتنه‌گری و آشوب پرداخته‌اند؛ و باز می‌بینم که چگونه ابرقدرتهای شرق و غرب و مزدوران وابسته به آنان، به خاطر بخطر افتادن منافعشان، کمر به نابودی اسلام بسته‌اند و تصمیم بر نابودی انقلاب اسلامیمان را دارند و بار دیگر می‌خواهند خون صدها هزار شهید و معلول را به تباهی بکشند و توطئه پشت سر توطئه برای نابودی انقلاب اسلامی که ترس از جهانی شدن آن را دارند. و همان‌طور که در حدیث آمده است: «ما دشمنان شما را از نادان‌ترین افرادَ قرار داده‌ایم» و تمام توطئه‌ها و نیرنگهای آنان را نقش بر آب می‌کند. و این، وظیفهٔ همهٔ مسلمانان است که برخیزند و وجود این استعمارگران را که هدفشان به مسلخ کشیدن کلّیهٔ مستضعفین جهان است، از سطح کرهٔ زمین پاک سازند.

و من یک سرباز اسلام و فرزند امام خمینی هستم. تصمیم گرفته‌ام که به سهم خود حرکت کنم و برای آزادی همکیشانم، بکوشم و آنان را از دست این جهانخواران غرب و شرق و مزدوران وابسته به آنان نجات دهم. بلی، اینان خوب می‌دانند که اگر

اسلام پا بگیرد، دیگر جایی برای ماندن آنان نیست و حکومتهای آنان که به گفتهٔ امام «مانند طبلهای توخالی» می‌باشد، مانند حکومتهای فرعون و شدّاد و نمرود، بزودی واژگون خواهد شد. و اینجاست که می‌کوشند اسلام را نابود کنند و یا اینکه چهرهٔ واقعی اسلام را نگذارند ملّتها بشناسند، و وقتی می‌بینند که تمام توطئه‌های آنان نقش بر آب می‌شود، می‌کوشند که با اسلام به‌جنگ اسلام بروند و یا به قول معلّم شهید، دکتر علی شریعتی، با مذهب علیه مذهب و مانند ابوجهل‌ها و ابوسفیان‌ها و عمروعاص‌ها، با مذهب، مذهب را نابود سازند و در اینجاست که صدّام‌ها دم از اسلام عفلقی می‌زنند و سادات‌ها از یک طرف دم از اسلام می‌زنند و از طرف دیگر با دشمن‌ترین دشمن مسلمانان جهان، اسرائیل، پیمان دوستی و قرارداد امضا می‌کنند و ملک خالدها می‌خواهند با هواپیماهای آواکس آمریکایی، از اسلام و خانهٔ خدا پاسداری کنند، و این، درد است برای مسلمانان جهان که نشسته‌اند و آمریکا از یک طرف کمر به قلع و قمع کردن اسلام بسته و شوروی از طرف دیگر و دولتهای مرتجع منطقه، با بر سرِ نیزه کردن قرآنها از طرف دیگر. اینجاست که اگر انسان بمیرد، حقّ دارد. بلی، اینان می‌خواهند اسلام را نابود سازند و به سلطه‌گری خود ادامه دهند. اینجاست که ناگهان ناراحت می‌شوم و بخود می‌آیم: چکنم؟ مسؤولیّتْ خیلی سنگین است: پاسدارم؛ باید خطّ سرخ امام خمینی را پاسداری کنم و غربیها و شرقیها را غربال کرده، بدور ریخته، امّتی خالص و معتقد به مکتب اسلام بوجود آورم.

بنابراین، تصمیم گرفته‌ام برای رفتن به سوی خدا و تکامل و رشد و انسانیّت، هجرت کنم و سرزمین اسلامیم را از اشغال این بیدینان و فتنه‌جویانِ وابسته به امپریالیسم شرق و غرب دربیاورم که ناگهان به فکر مرگ و شهادت می‌افتم و مولوی را بیاد می‌آورم که می‌فرماید:

این جهان همچون درخت است، ای کرام!
ما بر او چون میوه‌های نیم خام
سخت گیرد خامها مر شاخ را
زانکه در خامی نشاید کاخ را
چون بپخت و گشت شیرین‌لب گزان
سست گیرد شاخها را بعد از آن

چون از آن اقبال، شیرین شد دهان

سرد شد بر آدمی ملک جهان

مولوی چه زیبا سروده، او میوهٔ در حال حرکت را به انسان تشبیه کرده است و می‌گوید آن میوهٔ رشد نکردهٔ کامل نشدهٔ کال، به درختْ محکم چسبیده است، ولی کم‌کم وقتی رشد نمود و کامل شد، وابستگیش کم می‌شود و هر کس از آن بهره‌ای می‌گیرد.

عجب درسی! وجودم را به لرزه آورد، ولی مصمّم‌تر می‌شوم که با شتاب حرکت کنم و بعثت نمایم، تا برسم و تکامل یابم و کامل شوم، وگرنه در محدودیّت و کاهلیّت و وابستگی به زندگی خواهم ماند. روحم نیز باید از این قسمت بدنم بدرآید و به عالم اعلا رود و جسم نیز به حیات جاودانه بپیوندد. بلی، وقتی حضرت علی (ع) بفرماید: سوگند به خدا که علاقهٔ پسر ابوطالب به مرگ، بیشتر است از علاقهٔ طفل به پستان مادرش، دیگر ما را از مرگ چه باک است، که «مرگ سرخ به از زندگیّ ننگین است».

بنابراین، وقتی حضرت علی (ع) این‌گونه به من می‌گوید و مرگ را به هیچ نمی‌گیرد، من که خود را شیعه و پیرو او می‌دانم، چگونه نباید به سوی مرگ بروم؟ حال آنکه شیعه هستم و باید میل فراوانی به مرگ داشته و از شهادت و پیکار حقّ علیه باطل نهراسم.

چنانکه وقتی علی (ع) در حربگاه (محراب = محلّ حرب و جنگ) وقتی شمشیر بیشعوری بر تارکش می‌خورد، می‌فرماید: فُزْتُ وَرَبِّ الکَعْبَه: سوگند به خدای کعبه که رستگار شدم. او که امام و مقتدا و الگوی ما بود، گفت: از این دنیا راحت شدم؛ پس من نیز باید بگویم و در صحنه باشم، که اگر نباشم، تنها نامم شیعه است و رسمم شرک. لذا از برادران و دوستانم می‌خواهم که برای شادی روح من و همرزمانم، سنگرها را پر کنید، که خالی گذاشتن این سنگرها، خیانت به اسلام و خون شهدا می‌باشد. و از پدر و مادرم تشکّر می‌کنم که پای من زحمت کشیدند و مرا این‌گونه تربیت کردند که بتوانم حسین‌وار حرکت کنم و حسین‌وار شهید شوم.

در آخر، شما را به صبر و تقوا سفارش می‌کنم و می‌خواهم که برای من طوری عزاداری کنید که خدای نکرده ضجّه و گریهٔ شما باعث خوشحالی دشمنان دین مبین اسلام نگردد و همچنین در آخر، موفّقیّت پاسداران و سربازان اسلام را خواستارم.

اَللّهُمَّ ارْزُقْنا اَشْرَفَ القَتْلِ فِی سَبیلِکَ تَنصُرنی وَتَنصُرَ رَسولَکَ وَاَخْتِمْ عاقِبَتَنا بِالشَّهادَةِ.

از پاسدار شهید، علی مرادی، با اندکی تغییر

توضیحات

اسلام عفلقی : وہ اسلام جو میشل عفلق سے منسوب ہے۔ یہ شخص عیسائی تھا اور عراق کی بعث جماعت کی اس نے بنیاد رکھی تھی۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا... (اللہ کے ہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے، اور جنھوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا) سورۂ مبارکہ توبہ آیۂ شریفہ ۱۹۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اَشْرَفُ الْقَتْلِ.......: خداوندا تو اپنی راہ میں ہمارے لئے شریف ترین موت عطا فرما۔ تو مجھے اور اپنے رسول کو مدد پہنچا اور ہماری عاقبت کا بخیر خاتمہ کر۔

بہ مسلخ کشیدن : کمیلے میں لے جانا۔ مسلخ۔ مصدر سلخ سے اسم مکان ہے۔ اس کے معنی ہیں کھال کھینچنا یا اُتارنا۔

سلاخ صیغۂ مبالغہ ہے۔ فارسی زبان میں لفظ "سلاخی" اسی لفظ سے لیا گیا ہے جس میں حرف "یا"، یائے مقصدری ہے۔

توطئہ : سازش، کسی کے خلاف سازش کا جال پھیلانا۔ کسی کو پھانسنے کے لئے میدان ہموار کرنا۔

قلع : جڑ سے اکھاڑ پھینکنا۔

قمع : نیست و نابود کرنا۔

مخاطرہ: خطرہ مول لینا، خطرے میں ڈالنا، جان جوکھوں میں ڈالنا۔

مقتدا : پیشوا، رہبر۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا...... (جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انھیں مُردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ سورۂ مبارکہ آلِ عمران آیۂ شریفہ ۱۶۸)

شہادت ایک ایسا معما ہے کہ جس کے راز کو دشمن ہرگز نہیں پا سکتا۔ شہید زمین پر گرجاتا ہے اور دشمن یہ سمجھتا ہے کہ عرصۂ رزم حریف سے خالی ہوگیا ہے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر گذرنے نہیں پاتی کہ دسیوں نہیں بلکہ سیکڑوں دلاور جان بکف اس رزمگاہ میں آن موجود ہوتے ہیں اور جنگ جاری رہتی ہے۔ جب دلاورانِ اسلام کا ایک دستہ میدان جنگ میں پہنچتا ہے اور ان میں سے ہر ایک شہید ہوجاتا ہے تو ان کی جگہ دوسرے بہادر جان بکف رزمگاہ میں آجاتے ہیں اور ان کی تعداد اس وقت تک مسلسل ہی بڑھتی رہتی ہے جب تک کہ ظالم نیز ظلم دونوں کا ہی ریشہ جڑ سے نہ اکھڑ جائے۔

اس مضمون میں آپ پڑھیں گے کہ شہدا کے بے شمار خیل و لشکر میں سے کس طرح ایک برادر مجاہد دوسرے شہدا کی شہادت کی جاہ وحشم کو دیکھ کر خود بھی شہادت کے لئے بے قرار ہوجاتا ہے۔ اور چلا کر کہتا ہے" میں چاہتا ہوں کہ اپنے تمام اشکوں اور خون کے قطروں کو ان شہدا کے مزارات پر نثار کردوں ...... مجھے یہ سوچ کر شرم آتی ہے کہ میں نے ان کی پکار سن کر ابھی تک اس پر لبیک کیوں نہیں کہا"، درحقیقت یہ شخص وضاحت کرنا چاہتا ہے کہ ہر شہید کے بعد کیسے ہزاروں دل شہادت کے شوق میں سینے سے باہر نکل آتے ہیں اور جب ایک سردار کے ہاتھ سے پرچم گرجاتا ہے تو کیوں کر ہزاروں ہاتھ اس پرچم کو ہوا میں لہرانے کے لئے آستینوں سے باہر آگے بڑھ جاتے ہیں۔

"من مرگ ھیچ شہیدی را باور نمی کنم" (مجھے کسی شہید کی موت کا یقین نہیں) اس شہید مضمون نگار کا قول ہے جس کا جسم دوسرے شہدا کے پہلو میں اب ابدی آرام کر رہا ہے اور اس کی روح خدائے شہدا کے نزدیک پہنچ کر اس روحانی روزی رساں کے منبع فیض سے کسب نور کر رہی ہے اور دوسروں کو روشنی پہنچا رہی ہے۔ ہم کو بھی اس کی موت کا یقین نہیں البتہ اس کا مزار ہمارے سینوں میں ہے اور اب ہم نے بھی باور کرلیا ہے کہ وہ سچ ہی کہتا تھا کہ "مجھے کسی شہید کی موت کا یقین نہیں"

من مرگ هیچ شهیدی را باور نمی‌کنم

به‌نام خدای شهیدان که فرمود: شهید بی‌مرگ است، و به‌پاس خون شهیدان که قلب گرمشان در آسمان شهر جنایت به‌خون نشست.

بگذار که همّت والایشان را بستاییم و غیرت و تقوایشان را، شاید که روزمَرِگیمان را از تن بزداییم. بگذار جاودانگی شهدان عشق را، که در قربانگاهها به‌شهادت ایستادند، ما نیز شاهد شویم، که شهیدان، پیام خویش را سرخِ سرخ در

سینه‌های ما نگاشتند تا مرگ بی‌ثمر و بی‌رنگ را به جاودانگی شهادت بدل کنیم. آنان قلبهای لبریز از عشق و صداقتشان را کریمانه ارزانی کردند و خشماهنگ، با بیداد درافتادند تا عجز و حقارت را در اندرون تک‌تک ما فروشکنند. اگر ایمانشان را برای ابد به ما هدیّه کردند، اگر ایستاده مردن را به ما آموختند، چه ناسپاسی نامردانه‌ای است که بی‌یادشان شب را بسر آریم و بی‌نامشان روز را بیاغازیم.

چه کسی کربلای سالار ما، حسین، را دوباره بپا کرد؟ در لحظه‌هایی که زبانِ در کام مانده‌مان قادر به اعتراض نبود، کدامین تن، در ظهر بلوغ عصیان، سرخی عاشورا را به چشمان بی‌نورمان تاباند؟ جز شهید، چه کسی باور کرد که زندگی در ظلمت سیاهِ شب، تنها فریب خویش است؟

برای زیستن در نور، برای رستن از شرک، برای رهایی از مرگ و رسیدن به جاودانگی، تنها شهید راه می‌نماید و صفیر تیزِ گلوله‌هایش، مشعل پرشعلهٔ راهی می‌شود که خلق خدا را به صبح روشن نوید می‌دهد... **من مرگ هیچ شهیدی را باور نمی‌کنم، نه، باور نمی‌کنم. من با شهیدْ همیشه باور کردم که وطنْ خالی از اندیشهٔ آزادی نیست، من با شهیدْ دوباره باور کردم که تا انتهای این شب دیجور، فرصت عصیان باقی است.**

اینک، مزار شهیدان در سینه‌های ماست. دوست دارم همهٔ اشک و خونم را بر مزارشان فرو ریزم. دوست دارم همهٔ هستیم را ارزانی کنم در پای ایمان و تقوای همهٔ برادران شهید، شهیدان برادر، این گلگون‌پیکران پرفریادی که در برابر اوج عظمتهایشان شرم دارم؛ شرم از اینکه هنوز ندایشان را جانانه لبّیک نگفته‌ام.

اینک، تو ای به‌هر محرم شاهد! ای به هر عاشورا شهید! ای به هر کربلا قربانی! بر خویشتن ببال که امروز، خون سرخ تو در کوچه‌ها می‌جوشد. این قلب توست، این گلوله‌های توست ای شهید پارسا که در بستر شهرْ فریاد می‌کشد. ببین چگونه بی‌هراسْ انتقام می‌ستاند! ببین چگونه درس فداکاری، پارسایی و نجات را می‌آموزد! اینهمه را ببین و بر خویشتن ببال.

اینک در قلب تک‌تک ما یک شهید، یک شاهد، بی‌شکست، بی‌پایان، بیدار و بیدارتر، نشسته است و ما را با شهیدان، پیوندی همیشگی است. ما مرگ هیچ شهیدی را باور نمی‌کنیم.

آن فرو ریخته گلهای پریشان در باد	کز می جام شهادت، همه مدهوشانند
یادشان زمزمهٔ نیمه شب مستان باد	تا نگویند که از یاد فراموشانند

شهید، مجید حدّاد عادل

بهمن ماه ۱۳۵۷

توضیحات

ایستاده مردن : میدان جنگ میں راست قامت اور ثابت قدم کھڑے رہ کر موت کو قبول کرنا ۔ اس طرح کی موت مرنا اس مرگ سے بہتر ہے جو بستر پر واقع ہو اور وہ ہرگز پسندیدہ نہیں۔

اینک مزار شہیدان در سینہ ہای ماست : اس شعر کی طرف اشارہ ہے ۔ شاعر کا نام معلوم نہیں:

بعد از وفات، تربت ما در زمین مجوی
در سینہ ہای مردم عارف مزار ماست

جانانہ : عاشقانہ، دلکش، دلپذیر۔

خشماہنگ : ایسا عزم و ارادہ جس میں خشم و خروش بھی شامل ہو۔ عزم اور جوش و خروش کے ساتھ کسی فعل کو انجام دینا۔

دیجور : بہت تاریکی۔

روزمرّگیمان : (روزمرّگی مان) ہر روز کا کام، ہمارا روزمرّہ کا کام ۔ روزمرّہ + ی مصدری (چونکہ حرف "ہ" فارسی زبان کے قاعدے کی رو سے حرف "گ" میں بدل جاتا ہے۔ اس لیئے روزمرّہ کی تبدیل شدہ شکل "روزمرگ" ہو گئی اور "مان"، ضمیر اول شخص جمع ہے) ایسا کام جو ارادے سے نہیں بلکہ عادتاً کیا جائے۔ عادی، مکرّر

لفظ "شہید" ہمارے درخشاں انقلاب کی کتاب کا خون جیسے رنگ کا سُرخ پھول ہے۔ جو ہر صفحے پر ہر سطر میں دہرایا جاتا ہے مگر اس لفظ کو بار بار پڑھنے کے باوجود کسی طرح کی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس یہ ایسا پسندیدہ کلام ہے کہ اس کو خواہ کتنی ہی دفعہ جتنی بھی زبانوں سے سنا جائے ایسا نیا لگتا ہے کہ گویا پہلی ہی مرتبہ گوش نواز ہو رہا ہے۔ شہید عالمِ خاک پر عالمِ غیب کا نمایندہ ہے۔ شاعر کی نظر میں وہ جاودانہ زندگی کا نگہبان اور ایسا عنقا پرندہ ہے جس نے اپنا آشیانہ بہت ہی بلند مقام پر بنایا ہے۔ وہ اگرچہ بظاہر شفق کی مانند خون میں نہا کر زمانے کے بستر پر سو چکا ہے مگر اس کی آنکھیں ابد تک کے لئے بیدار ہیں جن سے وہ ہمیشہ ہم کو دیکھتا رہتا ہے اور یہ یاد دلاتا رہتا ہے کہ کس طرح ہم اپنی میراث کی حفاظت کریں۔

شهید

هرگز نمرده‌ایّ و نمیری تو، ای شهید!
تو مرزبان، زندگی جاودانه‌ای
از مرز آرزو، طیران تو برتر است
تو کی اسیر دامگه آب و دانه‌ای؟
بر بال لعلگون تو، رنگی زننگ نیست
هر چند تیرهای بلا را نشانه‌ای
مشعل‌فروز شوقی و شورآفرین عشق
آرایش زمین و طراز زمانه‌ای
روشن بود ز پرتو خون تو، راه ما
بر مشعل امید، تو سرکش زبانه‌ای
این افتخار، بر تو گوارا که از شرف
خلوت‌نشین بزم خدای یگانه‌ای

اندیشه را به درک حریم تو راه نیست
از بس بلندسیر و بلندآشیانه‌ای
آوازه از تو یافت شهادت، به روزگار
زیرا تو بر زبان شهادت ترانه‌ای
خودچون «شفق» به بستر خون خفته‌ای، ولی
بیدار جاودانه، به چشم زمانه‌ای

محمّد حسین بهجتی (شفق)

توضیحات

خلوت نشین بزم خدائے یگانہ ای: اس آیہ کریمہ کے آخری اس حصّے کی جانب اشارہ ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

(جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں انھیں مردہ نہ سمجھو وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں) سورہ مبارکہ آل عمران آیہ شریفہ ۱۶۸)

سخنی است کہ ہر چند از ہمہ زبانہا......اس کا مضمون حافظ شیرازی کی اس بیت سے ماخوذ ہے:۔

یک قصہ بیش نیست غم عشق، وین عجب
کز ہر زبان کہ می شنوم، نامکرّر است

طیران: پرواز کرنا، اڑنا، اڑان بھرنا۔

ہرگز نمردہ ای ونمیری: مندرجہ بالا آیہ کریمہ کے پہلے حصّے کی جانب اشارہ ہے۔

"شہدار"، بہاروں کی رُوح اور فصل باراں کی شان ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب شہید زمین پر گر کر کروٹیں بدلتے ہیں تو ان کی تربت سے پھول اُگتے ہیں۔ وہ عشق کے نیلوفر کی بیل ہیں، ایسی بیل جو حق کے سرسبز درخت کے گرد لپٹ جاتی ہے اور اس پر اُوپر کی طرف چڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ وہ اضطراب اور بے چینی کی گھن گرج کا سُرخ تازیانہ ہیں۔ اوران شب کے پرستاروں پر آکر برسنے لگتے ہیں جن کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ اس رات کی سحر نہ ہوگی۔

یہ لطیف تعبیرات اور بلند و بالا معانی و مفاہیم دور انقلاب کے شاعروں کے وہ ہدایا و تحائف ہیں جو انھوں نے انقلاب کو بطور نذر پیش کیے ہیں۔ جن شعراء نے اپنے اشعار شہداء کے قدموں میں نثار کیے ہیں انھوں نے اپنے کلام کو "شعر بلندِ استقامت خلق"، (عوام کی استقامت و پائداری کے بلند و بالا اشعار") اور "منظومہ بی انتہائی آفتاب"، (آفتاب کا منظومہ بی منتہی) سے تعبیر کیا ہے نیز جن شاعروں کے اشعار قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ ہیں وہ جب اپنے محبوب و معبود خدا کا نام پاک سنتے ہیں تو ان قلوب جاں میں گل محمدی (سُرخ گلاب) کا ایک باغ کھل اٹھتا ہے۔ جس کے پھولوں کی خوشبو ان کے کام و دہاں سے سونگھی جاسکتی ہے۔

شوق شهادت

این طرفه مردانی که خصم خوف و خوابند — بر حلق ظلمت خنجر تیز شهابند

بر خاک می غلتند و گل می روید از خاک — روح بهاران، شوکت باران و آبند

نیلوفر عشقند و با شوق شهادت — گِرد نهال سبز حق، در پیچ و تابند

جوشنده رودی پاک، از سرچشمهٔ خلق — سوی لقاالله جاری با شتابند

بر گردهٔ شب باوران و شب پرستان — شلاّق سرخ آذرخش اضطرابند

یار وفادار امام عصر خویشند — عماروش، بوذرمنش، حیدرمآبند

قهرگدازانِ هزاران نسلِ در بند — آتشفشان شیعه را خشم مذابند

شعر بلند استقامت در شب رزم — منظومهٔ بی‌انتهای آفتابند

در اوج ایمان، پاسدار نهضت حق — شأن نزول آیه‌های انقلابند

وقت خوش رفتن

صحرای خطر، گام مرا می‌خواند
صهبای سحر، جام مرا می‌خواند
وقت خوش رفتن است، هان! گوش کنید
از عرش، کسی نام مرا می‌خواند

دیگر نشوید

تا از دل ابر تیره بیرون نشوید
چون ماه، چراغ راه گردون نشوید
این آیه، به گونه‌ای دگر می‌گویم
«دیگر نشوید تا دگرگون نشوید»

بهار جاری

با گام تو، راه عشق آغاز شود
شب با نفس سپیده دمساز شود
با نام تو، ای بهار جاری در جان!
یک باغ، گل محمّدی باز شود!

حسن حسینی

توضیحات

این آیه به گونه ای دگر می گویم..... : اس آیت کی طرف اشارہ ہے:
إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ (اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اوصاف کو نہیں بدلتی۔ سورۂ مبارکۂ رعد کی آیۂ شریفہ ۱۱ کا کچھ اقتباس

صهبای سحر، جام مرا می خواند: صہبا: شراب

انگوری، یہاں صبح کے وقت کی روحانی کیفیت وحالت سے
مراد ہے کیوں کہ صبح کے بعد ہی زندگی کی تمام دوڑ
دھوپ شروع ہوتی ہے اور اس کو مستی پیدا
کرنے والی شراب سے تشبیہ دی گئی ہے جو شاعر
کو معنوی مستی سے مستفیض ہونے کی دعوت دے
رہی ہے۔

طرفہ : نئی چیز، انوکھی شے، عجیب، نادر۔

لقاءاللہ : خدا کا دیدار اور اس سے ملاقات۔ لقاء:
(دیدار) باب مفاعلہ کا دوسرا مصدر۔
فارسی زبان میں اس لفظ سے بہت سی تراکیب وضع
کی گئی ہیں۔ (مثلاً فرخ لقاء، مہ لقا، خوش لقا،
بدلقا، وغیرہ) فارسی میں یہ لفظ عام طور پر بغیر ہمزہ
(ء) کے استعمال کیا جاتا ہے۔

جب کوئی بہن ہزاروں بھائیوں کی شہادت کے غم سے متاثر ہو کر اشعار کہے گی تو وہ اشعار کیسے ہونگے؟ کیا اس کے اشعار ان قربانیاں پیش کرنے والی خواتین کے ایمان وایثار کا نمونہ نہیں ہوں گے جن کے پُرافتخار وجود پہ امام خمینی کو ناز ہے ۔ کیا ان اشعار کو ایسا نہیں ہونا چاہیے جن کے ہر مصرعے سے شہداء کی ماؤں، اپنے شوہر کی سرپرستی سے محروم بیاہی عورتوں اور بھائیوں سے جُدا ہوجانیوالی بہنوں کا درد والم پگھلتے ہوئے سیسے کی مانند قطرہ قطرہ بن کر زمانے کے صفحے پر ٹپکنے لگے تاکہ درد وایثار کے یہ کارنامے زمانے میں ہمیشہ باقی رہیں اور آنیوالی نسلیں یہ جان سکیں کہ اس سرزمین کی صاحبِ ایمان بہادر خواتین نے کس قدر تکالیف برداشت کی تھیں جس کے بعد اس پودے نے جس کا نام "اسلامی انقلاب" ہے زمین سے اپنا سر باہر نکالا اور اس میں خون کے رنگ کی مانند پھول کھلنے شروع ہوئے ۔

بمیرد دشمنت!

شکسته سرو بـاغ آشنایـی
چـه غمگین است بار ایـن جـدایی
همه کـوچه بـه کـوچه، حجله حجله
وطـن از خـون پـاکان گشته دجله
پرت در خـون کشیدنـد ای چکاوک!
تـو را ای نـازنین، مـنزل مـبارک!
مبارک بادت ای جـان، حجلهٔ خـاک!
دلاور گرد مـا، ای خـوب، ای پـاک!

شدی خورشید و جام شب شکستی
چو حرف نور، بر دفتر نشستی
مگر ای شعلۀ عشق، ای شب افروز!
تو را با شمعْ نسبت بود در سوز؟
گرفتی وام از پروانه، پر را
بها جان داده، بگزیدی خطر را
به راه عشق، گلگون جامه کردی
بنازم همّت! هنگامه کردی
زفریاد تو، در آن بی‌صدایی
گشوده خلق، بال همگرایی



برادر با برادر، دوش بر دوش
غم بیگانگی کرده فراموش
همه سرداده با فرمان رهبر
سرود وحدت «الله اکبر»
به شانه، پرچم «نصرٌ مِن الله»
به روی لب، گل «الله، الله»
زمین در زیر گام یکه‌تازان
زمان در پنجۀ آینده‌سازان
در این مجمر، دلیران چون سپندند
که می‌سوزند و این سودا پسندند
به‌سان رعد، بر دشمن بتازند
به راه عشق خالق، جان ببازند
کشیده خیمۀ دشمن به‌آتش
فرو کوبند آن عصیان سرکش



مسلسل با مسلسل شد برابر
به خون شوییم خونت، ای برادر!
بخواب، آری، شهید نازنینم!
بخواب ای سرو سبز بی‌قرینم!
که روح سبزه‌زار انقلابی
که سرّ خون سرخ آفتابی
بمیرد دشمنت، ای سینه صد چاک!
که کردت چلچراغ سینهٔ خاک!

سپیدهٔ کاشانی

تیرماه ۱۳۵۸

توضیحات

اللہ اکبر: "اللہ" بزرگی وجلال کی نشانی، تمام اسمائے الٰہی اور کل صفات باریٔ تعالیٰ کا مجموعہ ہے۔ لفظ اکبر، اسم تفضیل ہے بمعنی برتری وبزرگواری۔ اس عبارت میں "اللہ اکبر" سے یہ مراد ہے "اللہ اکبر من آن یوصف" (خداوند اس سے بزرگ وبرتر ہے کہ اسکی تعریف وتوصیف کی جاسکے)

بی قرین: بے نظیر، لاثانی، بے مثل ومانند۔

سودا: فارسی زبان میں اس لفظ کے متعدد معنیٰ ہیں۔ کتاب کے متن میں یہ لفظ لین دین اور کاروبار کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

سودا کردن: (سودا کرنا) اس کا فعل ہے۔

عصیان: نافرمانی، جرم، خطا، قصور، لفظ عاصی (نافرمان، گناہ گار) اور معصیت (نافرمانی، گناہ) اسی مادے سے ہیں۔

گُرد: دلیر، بہادر، دلاور، پہلوان۔

مجمر: آتشدان، عربی زبان میں اسم آلہ ہے۔ اسی کا مادہ "جمر" ہے جس کے معنیٰ آتش ہیں۔

نصر من اللہ: مدد خدا کی طرف سے ہے۔ سورۂ مبارکہ "الصّف" کی آیۂ شریفہ ۱۲ کا کچھ حصّہ۔

ہمگرای: ایک دوسرے کے قریب آنا، متحد ہونا، وحدت کی جانب سب کا مل کر بڑھنا۔

اسلامی انقلاب کے دوران شہادت ہمارے عوام کے پاس سب سے زیادہ کارگر ہتھیار رہا ہے۔ دشمن نے لاکھ چاہا کہ اپنے مہلک اسلحہ، مکروفریب اور سازشوں کے جال سے ہمارے عوام کو خوفزدہ کرے تاکہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں مگر جو شخص مارے جانے کو عین سعادت سمجھتا ہو اس پر ہتھیار کب کارگر ہو سکتے ہیں؟

ہماری اس اسلامی سرزمین کے لوگوں کو کس نے شہادت کا درس دیا ہے؟ اس وسیع و عریض مکتب کا کون سا وہ عظیم معلم ہے جس نے ان لوگوں کو ایثار اور خدا ہو جانے کا سبق پڑھایا ہے؟۔

جس وقت شہید اور شہادت جیسے الفاظ ہماری زبان پر آتے ہیں تو بے اختیار تمام ناموں سے قبل ایک نام ہمارے ذہنوں میں درخشاں ہو جاتا ہے اور وہ ہے سید الشہداء حسین ابن علیؑ کا نام نامی۔ یہ وہ ذات ہے جس نے اپنے زمانے کی سیاہ حاکمیت کے مقابلے میں سُرخ موت کو ترجیح دی اور تمام مسلمانوں کو یہ سکھا دیا کہ کس طرح ایک انسان موت کے ذریعے اپنے لئے سعادت حاصل کر سکتا ہے۔ اور کیونکر وہ اپنے مکتب خیال کی بقاء دوام اور کامیابی و کامرانی کا ضامن بن سکتا ہے۔ بے شک شہادت ایسا کبوتر ہے جس کے بال و پر خون آلود ہیں۔ کبھی اس کبوتر نے فاطمہ علیہا السلام کے چھوٹے سے گھر سے اڑان بھری تھی اور تاریخ کے پورے طویل دور میں ہر عہد و زمان، اور ہر نسل کے لئے راستے کی ایک سُرخ لکیر کھینچ دی جو محمدؐ اور آلِ محمدؑ کی جانب ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

مردی از خانهٔ فاطمه بیرون آمده است

فتوای حسین این است: آری! در «نتوانستن» نیز «بایستن» هست. برای او زندگی عقیده و جهاد است. بنابراین، اگر او زنده است، و به دلیل اینکه زنده است، مسئولیّت جهاد در راه عقیده را دارد. «انسانِ زنده» مسئول است، نه تنها «انسان توانا»، و از حسین زنده‌تر کیست؟ در تاریخ ما، کیست که به اندازهٔ او حق داشته باشد که «زندگی کند» و شایسته باشد که «زنده بماند»؟

نفسِ انسان بودن، آگاه بودن، ایمان داشتن، زندگی کردن، آدمی را «مسئول جهاد» می‌کند و حسین مَثَل اعلایِ «انسانیّتِ زندهٔ عاشق و آگاه» است.

توانستن یا نتوانستن، ضعف یا قدرت، تنهایی یا جمعیت، فقط «شکل» انجام رسالت و «چگونگی» تحقق مسئولیت را تعیین می‌کند نه «وجود» آن را.

«باید بجنگد، اما سلاح جنگیدن ندارد»، «با این همه باز هم وظیفه دارد که بجنگد» حسین فتویٰ می‌دهد، تنها او است که فتویٰ میدهد: آری!

و او، تنها انسانی [است که در چنین زمانی]... می گوید: آری!... او از مدینه، خانهٔ خویش، بیرون رفته است تا به مکّه آید، هنگام حج، کنار کعبه ــ خانهٔ مردم ــ در پاسخشان بگوید:

آری!

و از مکّه، اکنون، شتابان و با حج نیمه تمام، خارج می‌شود، تا به روزگار نشان دهد که:

چگونه؟

... ناگهان جرقّه‌ای در ظلمت، انفجاری در سکوت! سیمای تابناکِ «شهیدی که زنده بر خاک گام برمی‌دارد»، از اعماق سیاهی‌ها، از انبوه تباهی‌ها! چهرهٔ روشن و نیرومندِ یک «امید»، در شب ظلمانیِ «یأس»!

باز از خانهٔ خاموش و غمزدهٔ فاطمه ــ این خانهٔ کوچکی که از همهٔ تاریخ بزرگتر است ــ مردی بیرون آمده است. خشمگین و مصمّم، و در هیأتی که گویی بر سر همهٔ قصرهای قساوت و پایگاههای قدرت، آهنگ یورش دارد، و گویی قلّهٔ کوهی است که آتشفشانی بی‌تاب را در دل خود به‌بند کشیده است و یا تندبادی است که خداوند بر این قوم عاد فرو فرستاده است و اکنون به وزیدن آغاز می‌کند.

مردی از خانهٔ فاطمه بیرون آمده است! مدینه را می‌نگرد و مسجد پیامبر را، و مکهٔ ابراهیم را و کعبهٔ به‌بند نمرود کشیده را، و اسلام را. و پیامِ محمد(ص) را، و کاخ سبز دمشق را و گرسنگان را و دربندکشیدگان را و...

مردی از خانهٔ فاطمه بیرون آمده است! بار سنگین همه این مسئولیّت‌ها بر دوش او سنگینی می‌کند. او وارث رنج بزرگ انسان است، تنها وارث آدم، تنها وارث ابراهیم و... تنها وارث محمد! و...

مردی تنها!

اما، نه، دوشادوش او، زنی نیز از خانهٔ فاطمه بیرون آمده است، گام‌به‌گام او، نیمی

از بار سنگین رسالت برادر را او بر دوش حود گرفته است!

مردی از خانهٔ فاطمه بیرون آمده است، تنها و بی‌کس، با دست‌های خالی، یک تنه بر روزگار وحشت و ظلمت و آهن یورش برده است. جز «مرگ» سلاحی ندارد! اما او، فرزند خانواده‌ای است که «هنر خوب مردن» را، در مکتب حیات، خوب آموخته است.

در این جهان، هیچکس نیست که همچون او، بداند که: «چگونه باید مرد» دانشی که دشمن نیرومند او ــ که بر جهان حکومت میراند ــ از آن محروم است، و این است که قهرمانِ تنها، به پیروزی خویش بر انبوه سپاه خصم، اینچنین مطمئن است، و اینچنین مُصمَّم و بی‌تردید، به استقبال آمده است.

آموزگار بزرگِ «شهادت» اکنون برخاسته است، تا به همهٔ آنهایی که جهاد را تنها در «توانستن» می‌فهمند، و به همهٔ آنها که پیروزی بر خصم را تنها در «غلبه»، بیاموزد که «شهادت»، نه یک «باختن»، که یک «انتخاب» است، انتخابی که در آن، مجاهد، با قربانی شدن خویش، در آستانهٔ معبد آزادی و محراب عشق، پیروز می‌شود.

و حسین، وارث آدم ــ که به بنی‌آدم زیستن داد ــ و وارث پیامبران بزرگ ــ که به انسان، «چگونه باید زیست» را آموختند ــ اکنون آمده است تا، در این روزگار، به فرزندان آدم، «چگونه باید مرد» را بیاموزد.

... شهادت در فرهنگ ما، در مذهب ما، یک «حادثهٔ خونین و ناگوار» نیست، در مذاهب و تاریخ‌های اقوام، شهادت عبارت است از قربانی شدن قهرمانان که در جنگ‌ها به دست دشمن کشته شده‌اند و این، یک حادثهٔ غم‌انگیز مصیبت‌باری است و نام این کشته‌شدگان، شهید و مرگشان شهادت.

امّا در فرهنگ ما شهادت مرگی نیست که دشمن ما بر مجاهد تحمیل کند. شهادت مرگِ دلخواهی است که مجاهد، با همهٔ آگاهی و همهٔ منطق و شعور و بیداری و بینایی خویش، خود انتخاب می‌کند.

...[این چنین شهادتی] گواه ان است که جنایتی بزرگ، فریبی بزرگ، غصب و قساوت و جور حاکم است، شاهد اثبات، حقیقتی است که انکار می‌شود، نمونهٔ وجود ارزش‌هایی است که پامال می‌گردد و از یاد می‌رود، و بالاخره اعتراض سرخی است بر حاکمیّت سیاه، فریاد خشمی است بر سر سکوتی که همهٔ حلقوم‌ها را بریده است.

... و حسین ــ آگاه از چنین رسالتی ــ بیدرنگ از مکّه بیرون می‌آید و به سوی

قتلگاه خویش شتاب می گیرد. او می‌داند که تاریخ منتظر است، زمان که با دست ارتجاع و شرک به عقب بازگردانده می‌شود، چشم به او دوخته تا گامی پیش نهد. و بالاخره پیام خدا از او می‌خواهد که با مرگ خویش، این فاجعه را شهادت دهد.

و این است که:

اِنّ الله شاءَ اَنْ یَراکَ قَتیلا!

«دکتر علی شریعتی»

بر گرفته از کتاب «شهادت»

توضیحات

آہن: یہ لفظ دھات کے بنے ہوئے جنگی ہتھیاروں کے لئے بطور کنایہ استعمال ہوا ہے۔

آہنگ یورش داشتن: حملے کا عزم و ارادہ کرنا۔

اعتراض سرخ: شہادت کو بطور استعارہ کہا گیا ہے۔

بایستن: ضروری اور واجب ہونا مصدر "نتوانستن" میں بھی بایستن موجود ہے۔ یہ اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ مادی عدم امکانات کے باوجود جس حد تک ممکن ہو سکے ایمان کی راہ میں جستجو و تلاش جاری رکھنی چاہیئے۔

برای او زندگی، عقیدہ و جہاد است: اس جملے کی طرف اشارہ ہے اِنَّ الْحَیاۃَ عَقِیْدَۃٌ وَّجِھَادٌ۔ (بے شک زندگی پختہ یقین اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا نام ہے)

بے تاب: بے قرار

پیام خدا از او می خواہد: حضرت امام حسینؑ مدینے سے مکے کی جانب جس وقت ہجرت فرمارہے تھے تو آپ پیغمبر اسلامؐ کے روضۂ پاک پر تشریف لے گئے۔ فاتحہ اور راز و نیاز کے بعد عالم خواب میں آپ نے اپنے نانا جان کی زبان مبارک سے یہ حدیث سنی جو درحقیقت خدا کا پیام ہے: اُخْرُجْ اِلَی الْعِرَاقِ اِنَّ اللہَ شَآءَ اَنْ یَّرَاکَ قَتِیْلًا (عراق کی سرزمین کی جانب روانہ ہو جا کیونکہ خدا تجھے قتل ہوا دیکھنا چاہتا ہے)

تحقق: حقیقت سے جا ملنا۔

حاکمیت سیاہ: ظلم و ستم کی حکومت کو بطور استعارہ کہا گیا ہے۔

شہادت نہ یک باختن کہ یک انتخاب است: شہادت ضرر اور نقصان نہیں بلکہ انسان کو اس طریقے کا انتخاب کرنا ہے کہ کس طرح کی موت کو ترجیح دے۔ اگر انسان مرنے کے طریقے کا انتخاب نہیں کرے گا تو موت اس کے پیچھے اس کی تلاش میں آئے گی۔

عاد: ایک عرب قوم کا نام جو ملک عرب کے جنوب میں آباد تھی۔ حضرت ہودؑ اسی قوم میں پیدا ہوئے تھے بعض روایات کے مطابق حضرت ہودؑ نے بددعا کی تھی جس کے باعث اس قوم پر ہوا کا طوفان آیا چنانچہ وہ قوم اور ان کی سرزمین کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ "قوم عاد" استعارہ ہے اور ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو خاندان بنی اُمیہ کے بیچکار تھے اور انھوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔

کاخ سبز دمشق: شہر دمشق کا وہ محل جو یزید کے والد نے بنوایا تھا۔

مثل اعلا: بہترین و بالاترین نمونہ۔

مکۂ ابراہیم: چونکہ مکہ کی تعمیر اور اس کے آس پاس کی آبادی کی تاریخ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیلؑ تک پہنچتی ہے۔ اس لئے اس مضمون کے لکھنے والے نے اس کو حضرت ابراہیم سے نسبت دی ہے۔

نمرود: کلدہ کے بادشاہ کا لقب جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوایا تھا۔

ایک خاتون شاعر نے ایک رزم آرا جوان کے پیغام کو جو اس نے اپنی ماں کو بھیجا تھا اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔ اس رزم آرا جوان نے اپنی ماں کو اپنا وہ عزم یاد دلایا ہے جو اس نے اپنے خدا کی راہ پر چلنے کے لئے کیا تھا۔ گویا یہ اس کے اور خدا کے درمیان ایک ناقابل شکستِ عہد تھا اس نے خود کو اسی ستارۂ سحر سے تعبیر کیا ہے جو آفتاب نیکبختی اور رستگاری کے طلوع ہونے کی خبر دیتا ہے اس کے بعد اس نے اپنی ماں کو استقامت و پائیداری کی دعوت دی ہے اور اس آرزو کا اظہار کیا ہے کہ وہ بھی حضرت زینب کی طرح اس کی شہادت کے بعد اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کے بار سنگین کو اپنے کاندھوں پر اٹھائیں۔ اس کی شہادت کے بعد وہ فخر سے اپنا سر اونچا رکھیں اور صبر و تحمل سے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیں۔

آیت ظفر

طلایه‌دار طلوعم، ستارهٔ سحرم
تلاوت سخن فتح و آیت ظفرم
چه غم ز خون خود ار خاکْ لاله‌زار کنم؟
سپاه کفر، بر آنم که تار و مار کنم

***

قسم به پاکی روح و زلال اشک ترت
که ره به جانب الله می برد پسرتْ
درود بر تو که شیر تو شیرپرور شد
فروغ مهر تو، گرمی گرفت و آذر شد
قسم به خشم تو، ای آذرخش آتش‌سوز!
که شب هلاک کنم در میان سنگرِ زوز
شهید گر شوم، از خون مشوی پیرهنم
بپاش تربت ایران به زخمهای تنم

مریز اشک و مکن ناله در شهادت من
که مرگ سرخ بود لحظهٔ ولادت من
جهاد پاک تو صبر است، مادر خوبم!
تو سرفراز بمان، ای بزرگ محبوبم!
بدان که رحمت حق بر تو آن زمان بارد
که دشمنت نتواند حقیر بشمارد
بهوش باش و در این رزمگه مشو خاموش
رسالت من، از این پس، تو می کشی بر دوش
من از تو هستم و در من هر آنچه هست، تویی
تو از خدایی و پیروزِ بی شکست تویی

سیمین‌دخت وحیدی

توضیحات

تلاوت : قرآن پڑھنا۔
رسالت : پیغمبری، مگر یہاں پیغامِ رسانی کے معنی میں آیا ہے۔
طلایہ دار : پیشقراول، پیشرو لشکر، لشکر سے آگے چلنے والا فوجی دستہ، طلایہ سپاہیوں کا وہ دستہ جو پوری فوج سے آگے چلتا ہے۔ یہ لفظ (طلایہ) عربی زبان کے لفظ طلائع (جمع طلیعہ) سے ماخوذ ہے۔
ظفر : پیروزی، کامیابی، فتحمندی۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ایران میں اسلام کے دشمنوں نے جو ہنگامے اور فسادات بپا کئے ان میں ۲۸-جون ۱۹۸۱ء (ہفتم ماہ تیر ۱۳۶۰ھ ش) کا حادثہ خاص اہمیت کا حامل ہے وہ شام کس قدر غم انگیز تھی جبکہ ایرانی قوم اپنے محبوب رہنما مظلوم بہشتی اور ان کے ان بہتر ساتھیوں سے محروم ہوگئی جن میں سب ہی عوام کے خدمتگزار اور اپنے قائد کے ثابت قدم پیروکار تھے۔
ماہ تیر کی ساتویں تاریخ (۲۸ جون) جس قدر دردناک اور اندوہ بار تھی وہ اتنی ہی درس آموز بھی ثابت ہوئی۔ اس واقعے کے رونما ہونے کے بعد ایرانی قوم نے گذشتہ کے مقابلے میں اب زیادہ بہتر اندازہ لگا لیا کہ اسلامی انقلاب کی جڑیں کتنی گہری اور مضبوط ہیں۔ امام خمینی نے بہشتی صاحب کی شہادت کے موقع پر فرمایا تھا: "کہ بہشتی ہماری قوم کے لئے خود ایک قوم تھے"، جب دشمن نے یہ دیکھا کہ کس طرح بے حد وحساب مخلوق جناب بہشتی کے جسد کو اپنے کندھوں پر اٹھائے لئے جارہی ہے تو اس نے بخوبی یہ اندازہ لگا لیا کہ اس عظیم قوم کو دہشت پسندی کے ذریعے نہیں دبایا جاسکتا۔

هفتاد و دو شاهد بهشتی

هفتاد و دو شاهد بهشتی
از کوچهٔ خاک پیر رفتند
با نغمهٔ آسمانی عشق
در هفتم ماه تیر رفتند

***

هفتاد و دو کوکب فروزان
تابنده در آسمان اسلام
رفتند غبار تن بشویند
در چشمهٔ تابناک الهام

***

هفتاد و دو آذرخش خونین
از ابر سیاه خاک رستند
رفتند به سوی چشمهٔ نور
تا دور زمانه هست، هستند

***

هفتاد و دو آفتاب تابان
بر بام سپیده سرکشیدند
ققنوس صفت میان آتش
در گلشن شعله پرکشیدند

***

هفتاد و دو رادمردِ بیدار
مردانه حصار تن شکستند
خواندند ترانهٔ شهادت
اهریمن «ما» و «من» شکستند

***

تاریخ، دوباره کرد تکرار
هنگامهٔ کربلای دیگر
هفتاد و دو عاشق خدایی
شد کشته به نینوای دیگر

***

در سوگ حسینیان عاشق
گل خیمه به وادی عدم زد
بر طارم بیکران هستی
منظومهٔ ما درفش غم زد

***

بر پیکر پاره پارهٔ گل
آلاله گلاب اشک می‌ریخت

بر نعش ستاره‌های خاکی
مهتاب، شهاب اشک می‌ریخت

***

بر بام بلند روشنایی
خورشید برهنه‌سر برآمد
بر لشکریان شب خروشید
خون از نفس سحر برآمد

***

در دوزخ ننگبار نیرنگ
سوزان، همه ملحدان بدکار
رفتند بهشتیان مظلوم
با شوق و شعف به دیدن یار

***

رفتند و به دشت تیرهٔ شب
تخم گل آفتاب کشتند
معنای چگونه زیستن را
با سرخی خون خود نوشتند

نصرالله مردانی (ناصر)
کازرون

توضیحات

برطارم بیکران ہستی...... : شاعر کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ ہمارے نظام شمسی (منظومۂ ما) نے زمین کو بھی اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اسی لئے جناب بہشتی کی شہادت ایسا افسوسناک المیہ تھا کہ اس سے متاثر ہو کر اس نے بھی ہستی و وجود کی انتہائی بلندی پر غم واندوہ کا پرچم لہرا دیا۔

طارم : گنبد، سراپردہ، باڑھ۔ یہاں آسمان کو بطور کنایہ طارم کہا گیا ہے۔

ققنوس : ایک خیالی پرندہ کہا جاتا ہے کہ جب اس کے مرنے کا وقت آجاتا ہے تو یہ اپنے گرد آگ روشن کرتا ہے اور اس میں جل کر مر جاتا ہے۔ اور جو خاکستر رہ جاتی ہے اس سے اس کے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ PHOENIX

گل خیمہ بہ وادی عدم زد : شہداء کے غم میں پھول نے بھی اپنی پنکھڑیاں بکھیر لیں۔ یہ پتیاں بکھر کر زمین پر گر پڑیں اور نیست و نابود ہو گئیں۔

مناجات شهید

ای خدای بزرگ، دست از جهان شسته‌ام، و برای ملاقات تو به کربلای خوزستان آمده‌ام از تو می‌خواهم که مرا با اصحاب حسین محشور کنی، آرزو دارم که بر خاک داغ خوزستان در خون خود بغلتم، و به‌یاد عاشورای حسین، خود را در قدم مقدّسش بیفکنم، و این عقدهٔ هزار و چهارصد ساله را که بر دلم فشار می‌آورد و همیشه با تو می‌گویم: «یالَیْتَنی کُنْتُ مَعَکَ» را برآورده کنم.

خدایا! سالها دربدر بودم، به‌خاطر مستضعفین دنیا مبارزه می‌کردم از همه چیز خود چشم پوشیده بودم، و آرزو می‌کردم که روزی به‌ایران عزیز برگردم و همهٔ استعدادهای خود را بکار اندازم.

خدایا! آرزو می‌کردم که کشورم آزاد گردد و من بتوانم بی‌خیال از زور و تزویر و دروغ و تهمت و دشمنی و خباثت، در فضای آن به سازندگی پردازم و هرچه بیشتر به‌تو تقرّب بجویم.

خدایا تورا شکر می‌کنم که مرا سنگ زیرین آسیا کردی، و به‌من قدرت تحمّل دادی که اینهمه درد و فشار را که در تصورم نمی‌گنجید، بر قلب و روحم حمل کنم، از مجالس جشن و شادی بگریزم، و بمراکز خطر و بلا و درد و رنج پناه برم.

خدایا تو را شکر می‌کنم که غم را آفریدی و بندگان مخلص خود را به آتش آن گداختی و مرا از این نعمت بزرگ توانگر کردی.

خدایا در غم و درد شخصی می‌سوختم، تو آنچنان در دردها و غمهای زجر- دیدگان و محرومان و دلشکستگان غرقم کردی که دردها و غمهای شخصی را فراموش کردم. تو مرا با زجر و شکنجهٔ همهٔ محرومین و مظلومین تاریخ آشنا کردی، از این راه، تو علی را به من شناساندی، تو مرا با حسین آشنا کردی، تو دردها و غمهای زینب را بر دلم گذاشتی. تو مرا با تاریخ درآمیختی... و من خود را در تاریخ فراموش کردم با ازلیّت و

ابدیّت یکی شدم، و از این نعمت بزرگ، تو را شکر می کنم.

خدایا! خسته ودلشکسته‌ام، مظلوم از ظلم تاریخ، پژمرده از جهل اجتماع، ناتوان در مقابل طوفان حوادث، ناامید در برابر افق مبهم ومجهول، تنها، بی کس، فقیر در کویر سوزان زندگی، محبوس در زندان آهنین حیات.

ای خدای بزرگ! تو را شکر می کنم که راه شهادت را بر من گشودی، دریچه‌ای پرافتخار از این دنیای خاکی به سوی آسمانها باز کردی، و لذتبخش ترین امید حیاتم را در اختیارم گذاشتی، و به‌امید استخلاص، تحمّل همهٔ دردها و غمها و شکنجه‌ها را میسّر کردی.

شهید دکتر مصطفی چمران

توضیحات

ابدیت: بقائے دوام، جاودانی، پایندگی۔ ایسا زمانہ جسکی ابتدا نہ ہو۔

ازلیت: ہمیشگی، ایسا زمانہ جس کا آغاز نہ ہو۔

استخلاص: رہائی چاہنا، چھٹکارا پانا، خلاصی چاہنا، رہائی پانا۔

تقرّب: نزدیکی، نزدیک ہونا۔

خباثت: پستی، فرومائگی، بدباطنی۔

زجر: عذاب، سختی، تکلیف، ملامت۔

محشور: ہمدم، ہمراہ، ہمصحبت، لوگ جو یک جا جمع ہوگئے ہوں۔

یالیتنی کنت معک: زیارت نامۂ وارث کے اس حصے کی جانب اشارہ ہے۔ جس میں عاشقانِ امام حسین ابن علی علیہ السلام اوران کی راہ کے پیروکار جب یہ زیارت نامہ پڑھتے ہیں تو وہ امام حسین سے خطاب کر کے کہتے ہیں:

یالیتنی کنت معک فافوز فوزاً عظیماً۔

اے کاش میدانِ کربلا میں بھی تیرے ساتھ ہوتا اور بڑی عظیم رستگاری حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔



Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

انقلاب - ایران - اور - اسکی اسلامیت

از مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

الفرقان بک ڈپو ۳۱ نیا گاؤں مغرب (نظیر آباد) لکھنؤ

226018

Borrower's No.	Issue Date	Borrower's No.	Issue Date

خانۂ فرهنگ جمهوری اسلامی ایران (دهلی نو)